فوائدِ نافعہ

جلد دوم

سیرت حسنین شریفین

رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تالیف

حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ
محمدی شریف ضلع جھنگ پنجاب

باسمہ تعالیٰ جل شانہ
هماریحانی من الدنیا
(میرے دونوں نواسے میرے لیے دنیا میں خوشبو ہیں)
(مشکوٰۃ حوالہ بخاری)

فوائدِ نافعہ حصہ دوم

سوانح حسنین شریفین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کتاب کے حصہ اول میں سیدنا حسنؓ وسیدنا حسینؓ ہر دو برادران کے فضائل ومناقب اوران کی سیرت کے اہم پہلو درج کیے ہیں اوران کے اخلاق وکردار اسلامی وملی خدمات کو تفصیلاً ایک ترتیب سے ذکر کرنے کے ساتھ شہادت کے متعلقہ ضروری مباحث کو بھی عمدہ اسلوب سے پیش کیا ہے۔

تالیف

مولانا محمد نافع مدظلہ

دارُالکتاب
کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور

ضابطہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : سوانح حسنین شریفین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (فوائد نافع دوم)

مصنف : حضرت مولانا محمد نافع دامت برکاتہم

ناشر : دارالکتاب، کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

طابع : زاہد بشیر

اشاعت : فروری 2008ء

قیمت : [redacted]/

قانونی مشیر ______ باہتمام

مہر عطاء الرحمٰن، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، لاہور — حافظ محمد ندیم

فون: 7241866، 0300-4356144

فہرست

--- مقدمہ

- سانحہ کربلا سے حضرت حسینؓ امت سے نہیں کٹے 15
- مدینہ منورہ میں حضرت علی بن الحسین کی ملی جلی علمی شخصیت 15
- حضرت حسنؓ کی زندگی کے مختلف ادوار 16

--- سوانح حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما 20

- مضامین کا اجمالی خاکہ (بمع عرضداشت) 22

--- الفصل الاول (عہد نبویؐ) 22

- نام و نسب 22
- ولادت 23
- اذان کہنا 24
- وضاحت (برائے اذان و اقامت) 24
- تحنیک (گھٹی ڈالنا) 25
- حسن و حسین اور محسن نام رکھنا 27
- حلق راس 28
- عقیقہ 29
- حسنینؓ کے لیے تعوذ فرمانا 30
- چاندی کے زیور کو ناپسند فرمانا 31
- طلب شئے میں تقدیم و تاخیر کا لحاظ
- آل نبویؐ پر صدقہ کا عدم جواز

★ دعائے قنوت اور دیگر کلمات کی تعلیم 33
★ رفع اشتباہ 34
★ بیعت تبرک 42
★ حضرت حسنؓ کے حق میں اہم پیش گوئی 43
★ حسنین شریفینؓ کا معلم 43
★ اپنی سواری پر سوار کرنا 44
★ فضائل و محامد 46
★ نماز کی حالت میں مشفقانہ سلوک 46
★ دوش مبارک پر اٹھانا 47
★ حسنینؓ سے محبت رکھنے والے کے حق میں دعا فرمانا 47
★ حسنینؓ سے محبت کی ترغیب 48
★ حسنینؓ منی وانا منہ 48
★ شفقت کا ایک واقعہ 50
★ شفقت کا دیگر واقعہ 51
★ جسمانی مشابہت 52
★ اظہار محبت 54
★ اہل جنت کے جوانوں کے سردار 55
★ آیت تطہیر اور روایت کا مصداق 57
★ دعوت مباہلہ اور حسنینؓ کی فضیلت 59
★ اہل بیت نبوی ﷺ کے ساتھ حسن سلوک اور رعایت کا فرمان 61
◐--- الفصل الثانی (عہد خلفاء ثلاثہؓ) 63
◐--- (عہد صدیقی) 64
★ قدر دانی 65
★ اظہار محبت (مشابہت نبوی)
◐--- (عہد فاروقی)
★ پوشاک کا عطیہ (یمنی پوشاک)

☆ مالی حقوق کی رعایت (پانچ ہزار درھم وظیفہ)	66
☆ کسریٰ کے خزائن کی تقسیم	68
☆ خمس عراق سے وظائف	69
☆ حضرت عمرؓ کے خانہ میں آمد و رفت (ام کلثوم کے ہاں)	69
☆ حضرات حسنینؓ کے فرمان پر بلالؓ کی اذان	70
☆ اسلامی جہاد میں شرکت اور کرامت کا ظہور	71
☆ حضرت عمرؓ کی فکر آخرت اور امام حسنؓ کی گواہی	73
◐--- (عہد عثمانی ۲۴ھ)	74
☆ تمہیدی مسئلہ	75
☆ عروۃ بن الزبیرؓ کی شہادت	75
☆ حسن البصری کی شہادت	77
☆ معاشی خوشحالی	78
☆ عہد عثمانی میں حسنینؓ کی ملی خدمات	78
☆ غزوۂ طرابلس وافریقہ وغیرہ	79
☆ غزوۂ خراسان طبرستان جرجان وغیرہ	81
☆ خصوصی عطیہ (دختران یزدجرد)	83
☆ تنبیہ (رفع اشکالات و تضادات کے ہم ذمہ دار نہیں)	84
☆ محاصرۂ عثمانی میں جناب حسنینؓ کی خدمات	88
☆ حضرت حسنؓ کا مجروح ہونا	89
☆ جنازہ و دفن عثمانؓ میں حضرت علیؓ و حسنؓ کی شمولیت	90
☆ حاصل مرام	92
◐--- الفصل الثالث (عہد خلافت علی المرتضیٰؓ)	93
☆ تمہیدی کلمات (شہادت عثمانؓ کے بعد مدینہ منورہ کے حالات)	94
☆ حضرت حسنؓ کا مشورہ (بیعت میں تاخیر چاہیے)	94
☆ عبداللہ بن سلام کا مشورہ (مدینہ سے خروج نہ کریں)	97
☆ سیدنا حسنؓ کی رائے اور حضرت علیؓ کے جوابات)	
☆ جنگ جمل کے متعلقات	

☆ مروان کے حق میں امان کی سفارش 98
☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حجاز کی طرف روانگی کا اہتمام 99
☆ قتال صفین پر مرتضوی اظہار تاسف 100
☆ حضرت حسنؓ کی خطیبانہ صلاحیت 100
☆ حضرت حسنؓ کا فقراء میں مال تقسیم کرنا 101
☆ عیادت کا اجر و ثواب 102
☆ زہد و تقویٰ کی تلقین 103
☆ استخلاف کے لیے مرتضویؓ ہدایات 104
☆ وصایا 104
☆ غسل کفن جنازہ اور دفن مرتضویؓ 105
☆ حضرت حسنؓ کی جانب سے ایک زعم کا جواب (رجعت علی المرتضیٰؓ) 106
☆ بیعت خلافت سیدنا حسنؓ 108
☆ حضرت حسنؓ کا ایک اہم بیان (حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عمرؓ کی مخالفت نہیں کی) 108

--- الفصل الرابع (عہد خلافت سیدنا حسنؓ) 110

☆ مبارک بادی پر وقوع طلاق 111
☆ تنبیہہ (طلاق ثلاثہ کا حکم) 112
☆ اہل عراق سے ناراضگی کا اظہار 115
☆ حضرت امیر معاویہؓ سے مصالحت 116
☆ صلح کی پیش گوئی 117
☆ شرائط صلح کی وضاحت 118
☆ تاریخ مصالحت 119
☆ مقاصد صلح و مصالحت 121
☆ شبہ کا ازالہ (ھدنۃ علی دخن کی وضاحت) 123
☆ عراق سے مدینۃ النبی کی طرف مراجعت 124
☆ معاشی احوال 126
☆ عطیات و وظائف 127
☆ عبادت

☆ تقویٰ کا عمل 128
☆ قیام مکہ مکرمہ کے معمولات 129
☆ قیام اللیل 130
☆ خلفاء کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنا 131
☆ عمل حج 133
☆ ابن عباسؓ کا رشک کرنا 134
☆ مالی صدقہ 134
☆ بعد الوفات صدقہ کا عمل 135
☆ مروّت و سخاوت 136
☆ حلم و بردباری 137
☆ حق کی ادائیگی 139
☆ فائدہ (حصول برکت کے لیے بزرگوں سے دعا کرانا) 140
☆ دعوت کو قبول کرنا اور دعوت دینا 140
☆ حاجت روائی کے متعدد واقعات 141
☆ علمی فضیلت 144
☆ فائدہ (تفوّق علمی ہے نسبی نہیں) 144
☆ روایت حدیث نبوی ﷺ 145
☆ تنبیہ (حسنینؓ کے امہات المومنین سے عمدہ روابط) 146
☆ علمی مسابقت 147
☆ ایک اہم خطبہ 147
☆ رضا بقضاء 148
☆ غسل میت میں حضرت حسنؓ کی ہدایت 149
☆ خضاب کرنا 150
☆ انگشتری کا استعمال 150
☆ فحش گوئی سے اجتناب 151
☆ منازعت کے بعد مصالحت 152
☆ اکابر کی طرف سے قدر شناسی 154
--- احوال سفر آخرت (ایک خواب)

- ★ احوال سفر آخرت (ایک خواب) 156
- ★ زہر خورانی 157
- ★ ایک دیگر روایت 158
- ★ ایک اور روایت 159
- ★ شبہ کا ازالہ (حضرت معاویہؓ کی طرف سے زہر خورانی کے طعن کا جواب) 160
- ★ وفات اور جنازہ 162
- ★ جنت البقیع میں دفن 164
- ★ عظیم اجتماع 164
- ★ حضرت ابو ہریرہؓ کی ندا 165
- ★ ازواج و اولاد (تین روایات) 165

--- الفصل الخامس (سیدنا حسین بن علی المرتضیٰؓ) 170

- ★ نام و نسب 170
- ★ ولادت کی بشارت 172
- ★ تاریخ ولادت 172
- ★ ازان و تحنیک و حلق راس 173
- ★ عقیقہ 173
- ★ اہل جنت کے جوانوں کے سردار 174
- ★ الانتباہ (خلفاء ثلاثہؓ کے نزدیک احترام) 175
- ★ صدیقی عطیہ 176
- ★ حضرت حسینؓ کی قدر و منزلت 178
- ★ پوشاک کا عطیہ 178
- ★ مالی حقوق کی رعایت اور وظیفہ کا تقرر 179
- ★ جناب ام کلثومؓ کے ہاں تشریف لے جانا 180
- ★ عمرہ کے لیے حضرت عثمانؓ اور حضرت حسینؓ کا ہم سفر ہونا 181
- ★ غزوات میں شرکت 182
- ★ ایک خصوصی عطیہ (شہربانو کا عطا کیا جانا) 182
- ★ محاصرہ عثمانی میں مدافعانہ مساعی

★ جنگ جمل کے متعلقات 185
★ جنگ صفین میں حضرت حسینؓ کے حق میں رعایت 156
★ آخری ایام میں مرتضوی ہدایات 187
★ علوی غسل کفن دفن میں شمولیت 188
★ حضرت معاویہؓ کے ساتھ تعاون 188
★ سیدنا حسین کا مقام اور احترام صحابہ کرامؓ کی نظروں میں 189
★ ایک دیگر واقعہ 191
★ حاجت روائی 192
★ نقل حدیث 193
★ مسجد نبوی میں مجالس 195
★ امراء کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنا 196
★ تلاوت قرآن مجید 197
★ اعمال صالحہ 197
★ حج کے متعلقات 198
★ سقایۃ الحاج 199
★ مزدلفہ سے واپسی 199
★ ارکان کعبہ کا استلام 200
★ کعبہ شریف میں دو رکعت ادا کرنا 201
★ خضاب کرنا 201
★ فقہی مسائل 202
★ مصالحت کی رعایت اور معاہدہ کا ایفا کرنا 206
★ مزید تائید 209
★ غزوہ قسطنطنیہ میں شرکت 210
★ عطیات و وظائف 211
★ مضافات مدینہ میں املاک 213

---- استخلاف یزید

★ وقت کے سیاسی تقاضے کیا تھے؟ 217
★ جناب امیر معاویہؓ نے حضرت حسینؓ کے ساتھ رعایت کرنے کی

وصیت کی۔۔ حضرت حسینؓ اور ابن الزبیر نے بیعت یزید سے انکار کیا۔۔۔مکہ مکرمہ روانگی	220
☆ اہل کوفہ کا حضرت حسینؓ کو دعوت دینا	221
☆ سفر عراق	222
☆ تنبیہ (ابن عباسؓ اور محمد بن حنفیہ کا منع کرنا۔۔۔ابن عمرؓ کا عراقیوں	224
کی افتاد طبع بیان کرنا اور منع کرنا	226
☆ اشتباہ۔۔۔جواب	228
☆ مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کرنا	229
☆ عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا امیر بنایا جانا	230
☆ مسلم بن عقیل کا قتل کیا جانا	230
☆ جناب حسینؓ کی مکہ سے روانگی	230
☆ مسلم کے برادران کا تقاضا	231
☆ حادثہ کربلا (واقعہ کا اختصار الاصابہ سے)	233
☆ مقتل حسینؓ پر تصانیف	234
☆ صحیح صحیح واقعات مرتب کرلینا مشکل امر ہے	235
☆ اعتراف حقیقت	235

---واقعہ کربلا کے متعلق چند مباحث

☆ سیدنا حسینؓ کی اہم ہدایات (ادائیگی قرض)	237
☆ ایک دیگر واقعہ (ادائیگی قرض)	238
☆ خروج کا شبہ پھر اس کا جواب	238
☆ ابن تیمیہ اور الذہبی کی تحقیق	240
☆ خروج کا مقصد قتال نہیں تھا	241
☆ ابن خلدون کی تحقیق	242
☆ ایک تائید	243
☆ ابن حجر العسقلانی کی تحقیق	244
☆ ہرسہ امور کا مطالبہ	245
☆ ابن عساکر کی تحقیق	245
☆ علامہ الذہبی و ابن کثیرؒ کی تحقیق	

★ ابن جریر الطبری کا بیان 246
★ بطور تائید کے شیعہ اکابر کے حوالہ جات 246
★ ابو الفرج الاصبہانی کا بیان 246
★ شیخ المفید کا ارشاد 247
★ صاحب تلخیص الشافی اور ملا باقر مجلسی کا بیان 247
★ شیخ عباس القمی کا قول 248
★ حاصل بحث 248
★ سر مبارک کا یزید کے ہاں پیش کیا جانا 249
★ حضرت حسینؓ کے داعیان کا کردار 250
★ حضرت حسینؓ کا ارشاد 251
★ حضرت زین العابدین کا فرمان 253
★ حضرت زینبؓ بنت علیؓ کا فرمان 254
★ شیعہ کی طرف سے تائید 255
★ حاصل کلام 255
★ اکابر صحابہ کرام کے فرمودات (ابن عمرؓ ام سلمۃؓ) 256
★ نماز کا اہتمام (میدان کربلا میں) 258

--- ماتم کا مسئلہ اسلام کی نظروں میں 260

★ صبر کی تلقین اور ماتم سے منع 262
★ شیعہ کے بیانات 264
★ تاریخ ماتم 267
★ شیعہ کی طرف سے تائید 268
★ تنبیہ 269
★ شہداء کربلا 270
★ تاریخ شہادت 271
★ قاتلین 271
★ دفن سر مبارک 272
★ ازواج واولاد 273
★ اولاد ذکور واناث

--- تتمہ (احوال امام زین العابدینؒ) 274

☆ نام' ولادت' کنیت' وفات 275

☆ قافلہ کا ابن زیاد کے ہاں پھر یزید کے پاس پہنچنا 277

☆ مدینہ طیبہ کی طرف واپسی 277

☆ اقامت مدینہ طیبہ 278

☆ کثرت عبادت 278

☆ کثرت صدقہ 279

☆ تورع و خشیت الٰہی 280

☆ اصلاح معاشرہ 280

☆ غلو سے اجتناب

--- مسئلہ ہذا میں اختتامی گزارش اور قاتلین کا انجام 283

☆ شمر بن ذی الجوشن 283

☆ خولی بن یزید 284

☆ عبیداللہ بن زیاد

--- الاختتام بالخیر

--- مراجع برائے کتاب سوانح حضرات حسنین کریمینؓ

--- کتب شیعہ

❖❖❖

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از: حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب (مانچسٹر)

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

چھ نام پوری دنیائے اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں جہاں زیادہ مرکب نام رکھے جاتے ہیں وہاں ان میں سے کوئی نام ضرور ہوتا ہے۔ عرب اقوام عام طور پر اپنے والد کے نام سے اپنے نام کو مرکب کرتے ہیں۔ یہ چھ نام کون سے ہیں؟ اللہ، محمد، احمد، علی، حسن، حسین۔ اب ان کا استعمال دیکھئے عبداللہ، سمیع اللہ، حفیظ اللہ وہ نام ہیں جن میں بندہ اپنی نسبت رب کی طرف کرتا ہے۔ پھر مسلمان کا نام محمد سے شروع ہوگا یا احمد پر ختم ہوگا۔ جیسے محمد عمر، محمد باقر اور علی احمد، شبیر احمد، عرفان احمد۔ پھر کبھی نام کا دوسرا لفظ حسن ہوتا ہے کبھی حسین جیسے اظہار حسن، امتیاز حسن یا غلام حسین، مسرور حسین۔ پھر علی کا نام بھی بہت سے ناموں کے آگے آئے گا جیسے محمد علی، صفدر علی، عثمان علی وغیرہ ھا من الاسماء ان کے سوا جو نام ہیں وہ بہت کم اور عرب ممالک میں اللہ کے نام کے سوا اسماء عام طور پر ایک ایک ہوتے ہیں۔ محمد، احمد، علی، حسن اور حسین ہوں گے۔

اس صورتحال سے پتہ چلتا ہے کہ پوری امت مسلمہ کی ان چھ ناموں سے

ایک طبعی عقیدت ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ناموں کے بارے میں تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ ہمارا تعارف ہیں۔ انہیں جانے اور مانے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا لیکن امت مسلمہ کی والہانہ عقیدت علی، حسن اور حسین کے ساتھ بھی عظیم ہے۔ وہ مسلمانوں کے دل کی ایک فطری آواز ہے اور حق یہ ہے کہ ان ناموں کو امت نے بغیر کسی اختلاف کے اپنے ہر معاشرے میں عزت کا سامان اور عقیدت کا عنوان بنایا ہے۔ یہ عقیدت مسلمانوں کے کسی ایک ملک یا چند قبائل میں نہیں پوری امت اللہ کے صفاتی ناموں اور محمد اور احمد کے اول و آخر سے مفتخر اور سرفراز ہے یا پھر علی، حسن اور حسین کے اسماء متبرکہ ہیں جو پوری امت میں سرمایہ عقیدت سمجھے گئے ہیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حسن اور حسین کی شخصیات امت میں کبھی مختلف فیہ نہیں سمجھی گئیں۔ حضرت حسن نے خلافت سے دستبردار ہونا پسند کیا مگر امت میں فریق بننے کو پسند نہ کیا۔ حضرت حسین گو کربلا میں اکیلے تھے اور یہ واقعہ آناً فاناً اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا لیکن یہ حقیقت ہے کہ پورے عالم اسلام کے دلوں کی دھڑکنیں آپ کے ساتھ ہی رہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اہل سنت کی کتب حدیث میں شاید ہی کوئی کتاب ہو جس میں اہل بیت کی منقبت اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل کے باب نہ بندھے ہوں۔ سانحہ کربلا کے بعد زین العابدین علی بن الحسین جب مدینہ منورہ اقامت پذیر ہوئے تو امت کے تمام علماء اور محدثین کس طرح فرط عقیدت میں آپ کے حلقے میں آتے رہے اور ان سے علمی اور روحانی فیض پاتے رہے یہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ جب حضور اکرم ﷺ کی محبت کے بغیر کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہو سکتا تو جس سے حضور ﷺ محبت فرمائیں اس سے محبت رکھے بغیر کوئی شخص کیسے کامل ایمان ہو سکتا ہے۔ حضور ﷺ اپنی اس محبت کی اساس پر چاہتے ہیں کہ دوسرے بھی حسین سے محبت و مودت رکھیں۔ آپ نے اللہ رب العزت سے بھی خواہش کی کہ وہ

حسینؓ سے پیار کرے' اللھم انی احبہ فاحبہ (صحیح بخاری جلد۱)
یہ وہ عالی قدر حضرات ہیں جن کی محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی میراث ہے اور ہم بجا طور پر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والے ہر شخص سے امید رکھیں گے کہ وہ بھی ان سے محبت کرے۔

سانحہ کربلا سے حضرت حسینؓ امت سے نہیں کٹے

سانحہ کربلا جن حالات میں پیش آیا وہ اہل عراق کی اچانک بے وفائی کا ایک اچانک ردعمل تھا یہ نہیں کہ حضرت خاتم النبین ﷺ کی امت جو پورے قلمرو اسلامی میں پھیلی تھی اس کی غم خواری حضرت حسینؓ کے ساتھ نہ تھی۔ پوری اسلامی دنیا میں جہاں بھی حضرت حسینؓ کا ذکر ہوتا مومنین کے دل حضرت حسینؓ کی محبت اور ان کی مظلومیت کے احساس سے برابر تڑپتے۔ خود اہل شام بھی ابن مرجانہ پر برابر لعنت کرتے تھے۔ اس وقت تک مسلمانوں میں کوئی اعتقادی تفریق نہ تھی۔ اس سے یہ بات کھلے طور پر سمجھ آتی ہے کہ اس سانحہ سے حضرت حسینؓ اپنے اس جداگانہ عمل سے امت سے ہرگز نہ کٹے تھے اور وہ سلطنت اسلامی کی سرحد پر اپنے موجود ہونے کو بھی اسلام کی ایک بڑی خدمت سمجھتے تھے اور اس کی آپ نے پیشکش بھی کردی تھی آپ نہ چاہتے تھے کہ شیرازہ اسلام کسی پہلو سے انتشار کا شکار ہو۔

مدینہ منورہ میں حضرت علی بن الحسین کی ملی جلی علمی شخصیت

حضرت امام زین العابدین (94ھ) جب مدینہ منورہ آئے تو آپ حضرت جابر (74ھ) حضرت عبداللہ بن عباس (68ھ) اور حضرت عبداللہ بن عمر (74ھ) کے تلامذہ میں رہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی نہایت قریب رہے۔ وہ بھی آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔ آپ کی پیشگوئی تھی کہ لوگ حضرت حسن اور حضرت حسین کی اقتدا میں چلیں گے' امام زہری کہتے ہیں میں نے ان سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں

پایا۔ مسجد نبوی میں ان کا علمی حلقہ اسی طرح مرجع عوام و خواص تھا جس طرح امت کے دوسرے اکابر اہل علم کے حلقے لگتے تھے اور یہ بات ان دنوں کسی حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی کہ ان کے نظریات میں اور وقت کے دوسرے اہل علم میں کوئی اعتقادی فاصلہ پایا جاتا ہے۔ پھر حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر بھی حجاز میں اسی طرح مرجع عوام و خواص رہے جس طرح ان کے والد حضرت علی بن الحسین اپنے وقت کی ملی جلی شخصیت رہے تھے۔

تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض اہل نفاق حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں اعتقادی تفریق پیدا کرنے میں لگ گئے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے ان کے سرغنہ کو زندہ جلا دیا تھا۔ تیسری صدی کے آخر میں ان کی یہ کوششیں اس درجہ میں کامیاب ہوئیں کہ انہوں نے ائمہ اہل بیت کو اب عام مسلمانوں سے بالکل علیحدہ کر کے متعارف کرانا شروع کر دیا تو بعض مورخین اور غلط قسم کے راویوں نے اس اختلاف کو اوپر تک لے جانے کی بھی بہت سعی کی ان حالات میں علماء حق کے ذمہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کو متنبہ کریں کہ وہ تاریخ کے اس دھندلکے دور میں ائمہ اہل بیت کو کسی مشتبہ پیمانے سے جاننے کی غلطی نہ کریں انہیں اسی طرح اپنے اسلاف میں سے جانیں جس طرح وہ دیگر اکابر امت کو جانتے اور پہچانتے چلے آرہے ہیں۔

حضرت حسنؓ کی زندگی کے مختلف ادوار

(۱) حضرت امام حسنؓ کی زندگی کا ایک حصہ وہ ہے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے گزرا۔ اس میں شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جس میں اختلاف کیا جا سکے۔ (۲) دوسرا دور وہ ہے جو حضرات خلفاء ثلاثہؓ کی خلافت میں ان پر گزرا۔ (۳) تیسرا وہ ہے جو کوفہ میں حضرت علی مرتضیٰؓ کے دور خلافت میں گزرا۔ (۴) چوتھا وہ ہے جو کوفہ میں بطور خلیفہ گزرا۔ (۵) پانچواں دور وہ ہے جو حضرت معاویہؓ سے صلح کے

ساتھ گزرا اور اس میں آپ مدینہ منورہ اقامت گزین رہے۔ حضرت حسینؓ بھی اپنے بھائی کے ساتھ قدم بقدم چلے اور آپ حضرت حسنؓ کے ساتھ ان پانچوں ادوار میں برابر کے شریک رہے۔ آپ کا چھٹا دور وہ ہے جو آپ پر حضرت حسنؓ کی شہادت کے بعد آیا اور آپ کا کربلا کی طرف سفر بھی اسی دور میں پیش آیا۔ حضرت حسنؓ اور حسینؓ پر اب تک بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ آپ کی عظمت و رفعت پر بھی بہت کتابیں لکھی گئیں اور ان حضرات کے مصائب کا بھی بہت شدت سے ماتم کیا گیا۔ لیکن ضرورت تھی کہ مقتل معصوم اور عزاء مظلوم سے ہٹ کر واقعات اور حقائق کی روشنی میں سیرت نگار ان حضرات پر کچھ لکھیں۔ حضرت حسنؓ قرآنی علمیت اور سیاسی بصیرت میں اس اونچے مقام پر ہیں کہ آپ کے عہد میں اس جامعیت میں شاید ہی کوئی دوسری شخصیت پیش کی جاسکے۔ آپ نے سیاست کے مختلف موڑوں پر جو مشورے اپنے والد ماجد کو دیئے وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ اتنی عظیم شخصیت کو صرف عقیدت کی نظر سے دیکھنا کوئی کمال نہیں اسے افراط و تفریط سے بچتے ہوئے حقیقت و بصیرت کے آئینہ میں دیکھنا چاہیے۔ پھر پتہ چلے گا کہ یہ کس عظمت کے انسان تھے۔

حضرت مولانا محمد نافع صاحب نفعنا اللہ بعلومہ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا اور حضرت حسنؓ کی زندگی کو مختلف ادوار میں لاکر سمجھانے کی کوشش کی۔ آپ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ پر اس انداز سے لکھا کہ اس میں کوئی فرقہ وارانہ جھلک دکھائی نہیں دیتی۔ ایک فاضلانہ قلم ہے جو حقائق و واقعات کے بہاؤ میں اس بات کی پروا کیے بغیر کہ کوئی کیا کہے گا بڑے سکون و طمانیت کے ساتھ چلتا جا رہا ہے۔ مصنف نے ان بیانات میں بڑی بڑی کٹھن گھاٹیاں عبور کیں ہیں اور پتہ چلنے نہیں دیا کہ آپ نے ان میں کس طرح شکوک و شبہات کے بڑے کانٹے اکھاڑ دیئے ہیں۔

ایں کار از تو آید مرداں چنیں کنند۔

راقم الحروف ان دنوں پاکستان آیا ہوا تھا کہ اچانک فون آیا کہ مولانا محمد نافع صاحب آپ کو ملنے کے لیے لاہور آ رہے ہیں۔ مولانا تشریف لائے اور پورے دو دن ہمارے اس موضوع پر مذاکرات رہے میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک اس کتاب کا تعلق ہے۔ مولانا نے اس میں موتی پروئے ہیں اور سنی شیعہ کی پرانی آویزش سے ہٹ کر فریقین کو نہایت معتدل پیرائے میں سیدنا امام حسنؓ کی فکر و بصیرت اور حضرت حسینؓ کی علیت و عقیدت پر غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ یہ تحقیق انیق اس فاضلانہ قلم اور ناقدانہ علم کے ساتھ ہمیں صدیوں پیچھے کہیں نہ ملے گی۔ راقم الحروف تاریخ کے طلبہ کو یہ مشورہ دینے میں خوشی محسوس کرتا ہے کہ وہ ان حقائق کا بطور طالب علم مطالعہ کریں یہ نہ سوچیں کہ اس میں کون سی دیوار بن رہی ہے اور کون سی گر رہی ہے۔ حق کا یہ حق ہے کہ اسے مانا جائے اور بزرگان دین صرف اظہار عقیدت کے لیے نہیں بلکہ اس لائق ہیں کہ انہیں ذہنی اور عملی طور پر اپنا پیشوا جانا جائے۔

نقتدی بمن قبلنا و یقتدی بنا من بعدنا

کتبہ

خالد محمود عفا اللہ عنہ

حال وارد پاکستان

۲۵/۱۱/۱۹۹۹

سوانح حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما

الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الاولين والاخرين امام الرسل و خاتم النبين وعلى اله واهل بيته واصحابه وعلى اتباعه باحسان الى يوم الدين وعلى جميع عباد الله الصالحين

حمد و صلوٰۃ و سلام کے بعد تحریر ہے کہ قبل ازیں سیرت سیدنا علی المرتضیٰؓ مرتب کی گئی ہے۔ اب آنجنابؓ کے فرزندوں اور سردار دوعالم ﷺ کے عزیز نواسوں سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ کے سوانح پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

ان حضراتؓ کا بڑا عالی مقام و مرتبہ ہے اور ان کے شایان شان احوال کو مجتمع کرنا ایک اہم مسئلہ ہے۔

ہر دور میں علماء کرام نے ان کے حالات و واقعات کو اپنے اپنے ذوق کے مطابق مدون کیا ہے۔

بندہ اپنی ناقص استعداد کی حد تک اس سلسلہ میں جو مواد فراہم کر سکا ہے اس کو ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کوشش یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے فضائل و مناقب کے علاوہ ان کے اخلاقیات' عبادات دینی اعمال' بہتر معاملات اور ملی خدمات کو زیادہ تر سامنے لایا جائے۔

اہل علم حضرات کو معلوم ہے کہ جناب حسنین کریمینؓ کے احوال زندگی اول سے

لے کر آخری دور تک بہت سے مشترک پائے جاتے ہیں اور بیشتر ان کے واقعات ایک دوسرے کے ساتھ متحد و متصل دستیاب ہوتے ہیں۔ البتہ ان حضرات کے آخری احوال الگ الگ ہیں۔

اس وجہ سے ان دونوں شخصیات کے سوانح مرتب کرنے میں دشواری ضرور ہے اور واقعات میں تکرار کا پایا جانا لازمی امر ہے اور اس سے اجتناب مشکل ہے۔

تاہم بندہ نے سوانح ہذا کے ترتیب کے لیے پانچ عدد فصول قائم کیے ہیں ان میں آنحضرات کے حالات واقعات ایک ترتیب سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور پانچویں فصل کے آخر میں چند ضروری مباحث کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اس طریقہ سے احوال کو پیش کرنے میں اگر خامی اور قصور واقع ہو تو یہ ایک معذوری ہے۔ والعذر عند کرام الناس مقبول

مضامین کا اجمالی خاکہ

مذکورہ بالا فصول کو بہ ترتیب ذیل تحریر کیا جا رہا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ۔

- ☆ فصل اول میں ان دونوں حضرات کے وہ احوال فراہم کیے جائیں گے جو عہد نبوی میں پیش آئے۔
- ☆ فصل ثانی میں ایسے حالات ذکر ہوں گے جو خلفاء ثلاثہ کے عہد میں دستیاب ہوئے۔
- ☆ فصل ثالث میں ان واقعات کا ذکر ہو گا جو عہد مرتضوی سے متعلق ہیں۔
- ☆ فصل رابع میں سیدنا حسن کے دور میں جو حالات و واقعات پیش آئے انہیں مرتب کیا جائے گا اور آنموصوف کی وفات جن حالات میں ہوئی وہ بھی بالاختصار بیان کیے جائیں گے۔
- ☆ فصل خامس میں سیدنا حسین کے عہد کے واقعات ایک ترتیب سے درج ہوں گے اور آخر میں آنموصوف کا واقعہ شہادت ذکر کیا جائے گا اور اس کے ساتھ چند مباحث بھی بیان کیے جائیں گے' نیز بطور تتمہ کے جناب زین العابدین کے مختصر احوال بھی تحریر ہوں گے۔ (انشاء اللہ)

عرض داشت

مبادیات میں یہ بات ذکر کر دینی مفید ہے کہ دونوں حضرات سیدنا امام حسنؓ و سیدنا امام حسینؓ کے یہ حالات ہم اہل السنۃ والجماعۃ کے نظریات کے موافق بیان کر رہے ہیں۔

شیعہ صاحبان کے معتقدات کے مطابق نہیں۔ اسی طرح خوارج و نواصب کے جو اس مقام کے نظریات ہیں وہ بھی افراط و تفریط سے خالی نہیں ان کو ہم صحیح نہیں سمجھتے۔

بین الافراط والتفریط جو جمہور اہل السنۃ کا مسلک ہے وہ درست ہے اسی کے مطابق --- کلام پیش کیا جائے گا۔ (بعونہ تعالیٰ)

الفصل الاول

(عہد نبوی ﷺ)

نام و نسب

الحسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم--- جناب نبی اقدس ﷺ کی صاجزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا کے فرزند اول ہیں۔

ان کی کنیت ابو محمد القریشی الہاشمی ہے۔ سردار دو جہاں ﷺ کے بہت پیارے نواسے ہیں۔ ان کو سبط رسول اللہ ﷺ اور ریحانۃ النبی ﷺ اور شبیہ بالرسول ﷺ کے القاب سے ذکر کیا جاتا ہے۔

ولادت

آنجناب کی ولادت نصف رمضان المبارک ۳ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ تاریخ ولادت سے متعلق اگرچہ چند دیگر اقوال بھی پائے جاتے ہیں لیکن راجح یہی قول ہے جو درج کر دیا ہے۔[1]

اذان کہنا

اسلام میں قاعدہ ہے کہ ولادت کے بعد زندہ مولود کے کان میں اذان کہی جاتی ہے۔

---

[1] (۱) (تاریخ الخمیس لدیار البکری ص ۴۱۷ ج اول تحت میلاد الحسن)
(۲) تاریخ اصفہان لابی نعیم ص ۴۴ جلد اول تحت ترجمہ حسن بن علی۔

چنانچہ حضرت حسنؓ کی ولادت کے موقعہ پر آنجناب ﷺ خود تشریف لائے اور حضرت حسنؓ کے کان میں اذان کہی۔

اذان کہنے کا مسئلہ نبی کریم ﷺ کے غلام ابو رافعؓ نے آنحضرت ﷺ سے نقل فرمایا ہے اور محدثین (ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ) نے اپنی روایات میں اسے صحیح قرار دے کر تخریج کیا ہے اور محب الطبریؒ ذخائر العقبیٰ میں ذکر کرتے ہیں کہ:---

وعن ابی رافع قال رایت رسول الله ﷺ اذن فی اذن الحسن حین ولدته فاطمة بالصلاة - خرجه ابوداود والترمذی وصححه۔[1]

اور علامہ الذھبیؒ نے بھی اپنی تصنیف سیر اعلام النبلاء میں حضرت حسن بن علیؓ کے ترجمہ کے تحت اذان کہنے کی روایت درج کی ہے۔[2]

وضاحت

شارحین حدیث نے شرح السنة (للبغوی) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جناب عمر بن عبدالعزیزؒ (نومولود کے) دائیں کان میں اذان کہتے تھے اور بائیں کان میں اقامت کہتے تھے جب بچہ پیدا ہوتا تو ان کا یہ معمول تھا۔

وفی شرح السنة روی عن عمرو بن عبدالعزیز کان یوذن فی الیمنی ویقیم فی الیسری اذا ولد الصبي۔[3]

نیز گزارش ہے کہ روایت ہذا پر علماء کرام کی طرف سے کلام پایا گیا ہے تاہم فضائل اعمال کے باب میں ضعیف روایت بھی قبول کر لی جاتی ہے اس بنا پر مذکورہ

---

[1] ذخائر العقبیٰ لاحمد بن عبداللہ الطبری ص ۱۲۰ تحت ذکران تسمیتما الحسن والحسین---

[2] سیر اعلام النبلاء للذہبیؒ ص ۱۶۶ ج ۳ تحت تذکرہ حسن بن علیؓ۔

[3] (۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۵۹ تحت حدیث اذان فی اذن الحسنؓ
(۲) تاریخ الخمیس لدیار البکری ص ۴۱۸ ج اول تحت تذکرہ حسنین شریفین۔ طبع بیروت۔

روایت درج کردی ہے۔

جناب عمرو عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مسلم ثقہ تابعین میں سے ہیں اور دینی اعتبار سے ان کو اکابرین امت میں سے شمار کیا جاتا ہے۔

اس لحاظ سے ان کا یہ عمل لائق اعتماد اور قابل تقلید ہے۔

تحنیک

جناب سیدنا حسنؓ کی جب ولادت ہوئی تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع کی گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا[1] کے گھر میں تشریف لائے۔

فحنکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بریقہ وسماہ حسنا۔[1]

یعنی جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک لعاب دہن سے سیدنا حسن بن علیؓ کو گھٹی ڈالی۔

اہل خانہ نے آنجنابؓ کا نام "حرب" تجویز کیا تھا لیکن جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تبدیل فرما کر "حسن" نام رکھا۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حسنؓ کے ساتھ غایت درجہ کا پیار کرتے اور بے حد شفقت فرماتے تھے۔

حسنؓ اور حسینؓ نام رکھنا

حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ:---

جب میرے فرزند حسنؓ متولد ہوئے تو میں نے ان کا نام "حرب" تجویز کیا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آنجناب نے ارشاد فرمایا میرا فرزند مجھے دکھاؤ تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے کہا کہ "حرب" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ "حسنؓ" ہے۔

اور جب حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو اسی طرح میں نے ان کا نام حرب رکھا لیکن

لہ (۱) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۳۳ ج ۸ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ طبع مصر۔

(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۶۴ ج ۳ تحت الحسن بن علیؓ۔

آنجناب ﷺ نے فرمایا کہ وہ "حسین" ہے۔
اور جب تیسرے فرزند پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا تو جناب نبی اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ان کا نام "محسن" ہے۔
پھر فرمایا کہ میں نے ان فرزندوں کے دیگر نام ہارون علیہ السلام کی اولاد کے اسماء کے موافق بھی رکھے ہیں۔
حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد کے نام شبر، شبیر اور مشبر تھے۔

(۱۳۶۵)---عن علی ؓ قال لما ولد الحسن جاء رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال اروني ابني ماسمیتموه؟ قلت سمیته حربا قال بل هو حسن فلما ولد الحسين قال اروني ابني ماسمیتموه؟ قلت سمیته حربا قال بل هو حسين (فلما ولد الثالث جاء النبي صلی الله علیه وسلم فقال اروني ابني ماسمیتموه؟ قلت حربا" قال هو محسن ثم قال اني سمیتهم باسماء ولد هارون شبر و شبیر و مشبر-) [1]

حلق راس

اور ولادت کے موقعہ کے احکامات میں یہ حکم بھی ہے کہ ولادت کے ساتویں دن مولود کے سر کے بال اتروائے جائیں۔

---

[1] (۱) فضائل الصحابہ لامام احمد ص ۷۷۲-۷۷۳ ج ثانی فضائل الحسن والحسین ؓ ۔
(۲) الادب المفرد للبخاری ص ۱۲۱ تحت باب المرم۔
(۳) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۶۵ ج ۳ تحت الحسن بن علی ؓ
(۴) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۱۷ ج ۷ تحت الحسین بن علی ؓ
(۵) الاصابۃ لابن حجر معہ الاستیعاب ص ۴۵۰ تحت الحسن بن علی ؓ
(۶) ---اسد الغابۃ لابن اثیر الجزری ص ۱۰ ج ۲ جلد ثانی تحت الحسن بن علی ؓ

تو اس سلسلہ حدیث اور تراجم کی روایات میں یہ چیز منقول ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ساتویں روز ان حضرات کے سر کے بال اتروائے اور ان بالوں کے وزن کے برابر مقدار میں چاندی صدقہ وخیرات کردی۔ چنانچہ ذخائر عقبیٰ میں جناب محمد باقرؒ سے مرسلا روایت میں منقول ہے کہ:۔۔۔

وعن جعفر بن محمد عن ابیه ان فاطمة حلقت حسنا" و حسینا" یوم سابعهما فوزنت شعرها۔ فتصدقت بوزنه فضة خرجه الدولابی۔[1]

اس مقام میں ایک دیگر مرسل روایت ابی داؤد کے مراسیل سے قارئین کے استفادہ کے لیے ذکر کی جاتی ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ نے نہ صرف حسنین شریفینؓ بلکہ اپنی تمام اولاد کا حلق راس کرایا اور ان کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ خیرات کی۔

وعن جعفر بن محمد عن ابیه انه قالا وزنت فاطمة ابنة رسول الله صلی الله علیه وسلم شعر الحسن و الحسین و زینب و ام کلثوم و تصدقت بوزن ذالک فضة۔[2]

یعنی حضرت محمد باقر کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ نے سیدنا حسنؓ سیدنا حسینؓ سیدہ زینبؓ اور سیدہ ام کلثومؓ (اولاد علی المرتضیٰؓ) کی ولادت پر ان کے سر کے بالوں کے وزن کے مساوی چاندی صدقہ خیرات کی۔ مقصد یہ ہے کہ اپنی اولاد کے حق میں یہ عمل کرنا سنت طریقہ ہے۔

---

[1] (۱) ذخائر العقبیٰ لمحب الطبری ص ۱۱۹ تحت ذکر عقہ صلی اللہ علیہ وسلم عنہما۔۔۔ الخ۔
(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۶۶ ج ۳ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ۔
(۳) الاستیعاب لابن عبد البر ص ۳۶۸ ج اول مع الاصابۃ تحت الحسن بن علیؓ

[2] المراسیل لابی داؤد السجستانی ص ۴۱ تحت فی العقیقۃ۔ طبع مصر۔

عقیقہ

ولادت کے ساتویں روز حلق راس کے بعد عقیقہ کرنا مسنون عمل ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں محدثین اور اہل تراجم نے حضرات حسنین شریفین کے عقیقہ کے متعلق بالوضاحت روایات ذکر کی ہیں۔

المصنف لعبدالرزاق میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت مروی ہے حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اقدس ﷺ نے دو بکریاں حضرت حسن کی طرف سے اور دو بکریاں سیدنا حسین کی طرف سے ان کی ولادت کے ساتویں دن بطور عقیقہ ذبح کیں اور آپ نے حکم فرمایا کہ ان حضرات کے سروں سے بال اتروائے جائیں اور سروں پر خوشبو لگائی جائے۔

ام المومنین حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ اس موقعہ پر جناب رسول اللہ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نام پر (ان جانوروں) کو ذبح کیجئے اور کہئے کہ:---

اللھم لک والیک ھذہ عقیقۃ فلان

روایت کرنے والے راوی نقل کرتے ہیں کہ جاہلیت کے دور میں لوگ جب کسی نومولود کی طرف سے کوئی جانور ذبح کرتے تو روئی کے ساتھ عقیقہ کے جانور کا خون لے کر نومولود کے سر پر لگاتے تھے مگر حضرات حسنین کی ولادت کے موقعہ پر جناب کریم ﷺ نے اس طرح نہیں کیا بلکہ ارشاد فرمایا کہ خون کی بجائے مرکب خوشبو لے کر ان حضرات کے سروں پر لگائیں۔

گویا کہ اس طریقہ سے جاہلانہ رسم کی اصلاح فرمادی۔

۷۹۶۳--- عبدالرزاق عن ابن جریج قال حدثت حدیثا رفع الی عائشۃ انہا قالت: عق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حسن شاتین و عن حسین شاتین ذبحہما یوم السابع قال و مشقہما، وامران یماط عن رؤسہما الاذی - قالت، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اذبحوا علی اسمہ وقولوا بسم اللہ اللھم

لک والیک هذه عقیقه فلان - قال وکان اهل الجاهلیة یخضبون قطنة بدم العقیقة فاذا حلقوا الصبیی وضعوها علی راسه فامرهم النبی صلی الله علی وسلم ان یجعلوا مکان الدم خلوقا یعنی مشقهما وضع علی راسهما طین مشق مثل الخلوق -[1]

تنبیہ

مشکوۃ شریف باب العقیقہ، الفصل الثانی میں ابن عباسؓ سے عقیقہ کے لیے دونوں قسم کی روایات بحوالہ ابی داؤد و انسائی منقول ہیں - ایک ایک کبش (مینڈھا) یا دو دو کبش عقیقہ میں حسنین شریفینؓ کے لیے ذبح کیے گئے۔

حاصل یہ ہے دو دو بکریاں ذبح کرنا افضل و اولیٰ طریق ہے اور ایک ایک ذبح کرنے سے نفس سنت ادا ہو جائے گی۔

حسنین شریفینؓ کے لیے تعوذ فرمانا

جناب نبی کریمؐ کا حضرات حسنین شریفینؓ کیلئے تعوذ فرمانے کا معمول تھا۔
حدیث شریف میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:---

عن ابن عباس قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعوذ الحسن والحسین یقول اعیذکما بکلمات الله التامة من کل شیطان وهامة ومن کل عین لامة - ویقول ابا کما ابراهیم کان یعوذ بها اسماعیل واسحاق رواه البخاری -[2]

---

[1] المصنف لعبد الرزاق ص ۳۳۰-۳۳۱ ج ۴ تحت باب العقیقة -
[2] (۱) مشکوۃ شریف ص ۱۳۴ باب عیادۃ المریض و ثواب المرض، الفصل الاول -
(۲) المصنف لابن ابی شیبة ص ۴۹ ج ۸ تحت کتاب الطب - روایت ۳۶۲۹ طبع کراچی-
(۳) مسند لامام احمدؒ ص ۲۳۶ ج اول تحت مسندات ابن عباسؓ - طبع مصر-

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب کریم ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کے لیے تعوذ فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں تم دونوں کو ہر شیطان سے اور ایذا رساں جانور سے اور ہر دکھ دینے والی نظر سے اللہ تعالیٰ کے کلمات کاملہ کے ساتھ پناہ میں دیتا ہوں اور فرماتے تھے تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) اپنے فرزندوں اسماعیلؑ اور اسحقؑ کا ان کلمات کے ساتھ تعوذ فرمایا کرتے تھے۔

چاندی کا زیور ناپسند فرمانا

جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل و عیال کے لیے چاندی کے زیور کا استعمال پسند نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ آنجناب ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے عزیزوں (حسنین شریفینؓ) کے ہاتھوں سے چاندی کے کنگن اتروا دیئے اور عاج وغیرہ کے زیور خریدنے کے لیے ارشاد فرمایا۔

اس واقعہ میں دنیاوی زیب و زینت سے اعراض کرنے کی تعلیم پائی جاتی ہے۔

چنانچہ مشکوۃ شریف میں جناب ثوبانؓ سے منقول ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ جب کسی سفر کی تیاری فرماتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے ملاقات کے بعد سفر پر روانہ ہوتے اور اس طرح جب کسی سفر سے واپس ہوتے تو پہلے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ہاں تشریف لاتے تھے۔

ایک مرتبہ جناب نبی اقدس ﷺ ایک غزوہ سے واپس ہوئے تو حسب معمول جناب فاطمۃ الزہراؓ کے مکان پر تشریف لائے اور دیکھا کہ آنموصوفہؓ کے مکان کے دروازے پر (منقش) پردہ لٹکا ہوا ہے اور حسنین شریفین نے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن پہنے ہوئے ہیں۔ اس پر آنجناب ﷺ مکان کے اندر تشریف نہیں لائے اور واپس چلے گئے۔

اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے معلوم کر لیا کہ جناب نبی کریم ﷺ کے میرے گھر میں تشریف نہ لانے میں یہی چیز مانع ہوئی جو آپ ﷺ کو نظر آئی ہے۔

تو حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے آویزاں شدہ پردہ پھاڑ دیا اور اپنے فرزندوں کے ہاتھوں سے چاندی کے کنگن اتروا لیے اس پر دونوں برادران گریہ کرتے ہوئے جناب

نبی اقدس ﷺ کے پاس چلے گئے۔

جناب نبی اقدس ﷺ نے چاندی کے وہ کنگن حاصل کرکے ثوبان کے حوالے کیے اور ارشاد فرمایا کہ انہیں آل فلاں کے پاس لے جاؤ (ان غریب لوگوں کو دے دو) یہ میرے اہل و عیال ہیں ان کے لیے میں حیات دنیوی میں بہترین لذت دار خوارک اور زیب و زینت کی چیزیں پسند نہیں کرتا۔ نیز فرمایا کہ اے ثوبان! فاطمہؓ کے لیے عصب (بحری جانور کی ہڈی) کا ہار اور (اولاد فاطمہؓ کے لیے) عاج (ہاتھی دانت) کے کنگن خرید لاؤ۔

ان واقعات کے ذریعہ دنیاوی زینت کے ترک کی ہدایت فرمائی ہے اور سادہ معاشرت اختیار کرنے کی تلقین کی۔

چنانچہ مشکوۃ شریف میں ہے کہ۔

فقال یا ثوبان اذهب بهذا الی ال فلان - ان هٰؤلاء اهلی اکره ان یاکلوا طیباتهم فی حیاتهم الدنیا یا ثوبان اشتر لفاطمة قلادة من عصب و سوارین من عاج - رواه احمد و ابوداود -[1]

طلب شئے میں تقدیم و تاخیر کا لحاظ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک بار ہمارے ہاں جناب نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ اس وقت حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سو رہے تھے۔ حضرت حسینؓ نیند سے بیدار ہوئے اور پانی طلب کیا تو آنجناب ﷺ نے مشکیزہ سے پیالہ میں پانی ڈالا اور پلانے کے لیے حضرت حسین کو پانی دینے لگے تو اس وقت حضرت حسنؓ بھی پانی پینے کے لیے آگے بڑھے مگر جناب نبی کریم ﷺ نے انہیں منع کیا اور حضرت حسینؓ کو پانی کا پیالہ پہلے دیا۔

اس بات پر جناب فاطمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان دونوں میں سے کیا آپ کو حسین زیادہ پسندیدہ ہیں تو آنجناب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات نہیں بلکہ حسینؓ

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۳۸۳ تحت باب الترجل۔ الفصل الثانی۔

نے پانی پہلے طلب کیا ہے (اس لیے اُسے پہلے دیا ہے)

وعن علیؓ قال زارنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحسن والحسین نامان فاستسقی الحسین فقام رسول اللہ الی قربۃ لنا - فجعل یعصرھا فی القدح ثم جاء یسقیہ فحناول الحسن لیشرب فمنعہ وبداء بالحسین فقالت فاطمۃ یا رسول اللہ! کانہ احبھما الیک لا ولکنہ استسقی اول مرۃ -[1]

تنبیہ

مذکورہ بالا واقعہ شیعہ کی مشہور کتاب الامالی للشیخ الطوسی ص ۲۰۶ جلد ثانی تحت مجلس یوم الجمعہ طبع نجف اشرف میں بھی مذکور ہے۔

فائدہ

واقعہ ہذا سے یہ ہدایت ہوتی ہے کہ جو شخص کوئی چیز اولاً طلب کرے اس کا حق اول ہے اور بعد میں طلب کرے اس کا استحقاق بعد میں ہے۔

آل نبوی پر صدقہ کا عدم جواز

اسلام میں یہ شرعی مسئلہ ہے کہ نبی اقدس ﷺ اور آپ کے اہل وعیال کے لیے (فرضی) صدقہ لینا ناجائز ہے اور ان کے لیے واجبی صدقہ کا استعمال ممنوع ہے۔

اور اس پر بہت سے فرامین نبوی ﷺ احادیث کی کتابوں میں منقول ہیں۔

ذیل میں ہم حضرت حسنؓ سے متعلق ایک واقعہ ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ جس میں صدقہ (فرضی اور واجبی) کا استعمال جناب نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

---

[1] (۱) تہذیب تاریخ ابن عساکر لابن بدران ص ۳۱۷ ج ۴ تحت الحسینؓ
(۲) مجمع الزوائد للہیثمی ص ۱۶۹ ج ۹ تحت باب فی فضل اہل البیتؓ
(۳) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۷۱ ج ۳ تحت الحسن بن علیؓ
(۴) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۲۰۷ ج ۸ تحت ذکر شیئی من فضائلہ۔ (طبع اول مصری)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حسن بن علیؓ نے صدقہ کی کھجور کا ایک دانہ اُٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لیا تو جناب نبی اقدس ﷺ نے حسنؓ سے فرمایا کہ اسے تھوک ڈالو اور ارشاد فرمایا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے اور یہ ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔

--- حدثنا محمد بن زیاد قال سمعت ابا هریرة قال اخذ الحسن بن علی تمرة من تمر الصدقة فجعلها فی فیه فقال النبی صلی الله علیه وسلم کخ کخ لیطرحها ثم قال اما شعرت انا لانا کل الصدقة۔ (رواہ البخاری)[1]

بعض دیگر روایات میں رشید بن مالک سے اس طرح مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا ایک شخص نے کھجور کا ایک طبق آنجناب ﷺ کی خدمت میں لا کر پیش کیا تو جناب نبی اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا کیا یہ صدقہ ہے؟ یا ھدیہ؟ تو اس شخص نے عرض کیا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ فرمایا اسے لوگوں کو دے دو۔

اس وقت حضرت حسن آنجناب ﷺ کے سامنے مٹی میں کھیل رہے تھے انہوں نے کھجور کا ایک دانہ اپنے منہ میں ڈال لیا تو آنجناب ﷺ نے حسن کے منہ پر انگلی مبارک ڈالی اور کھجور کا دانہ نکال کر پھینک دیا اور پھر ارشاد فرمایا کہ

"ہم آل محمد صدقہ نہیں کھایا کرتے۔"

--- رشید بن مالک قال' کنت عند رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم فجاء رجل بطبق علیه تمر فقال ما هذا اصدقة ام هدیة؟ فقال الرجل بل صدقة قال فقدمها الی القوم قال والحسن یعفر

---

[1] (۱) مشکوٰۃ شریف ص ۱۶۱ باب من لا تحل له الصدقة۔ (الفصل الاول)

(۲) المصنف لابن ابی شیبة ص ۱۲ ج ۹ کتاب الادب۔ طبع کراچی

بین یدیہ فاخذ تمرۃ فجعلھا فی فیہ- فنظر الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فادخل اصبعہ فی فیہ فانتزع التمرۃ ثم قذفھا ثم قال انا ال محمد لا ناکل الصدقۃ-[1]

--- مقصد یہ ہے کہ اس نوع کی متعدد روایات کتب احادیث میں موجود ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ سردار دو جہاں ﷺ اپنے لیے اور اپنی آل اولاد کے لیے واجب صدقہ نہیں استعمال کرتے تھے اور اس چیز پر پابندی عائد تھی-

دعائے قنوت اور دیگر کلمات کی تعلیم

سیدنا حسنؓ نے اپنے طفولیت کے دور میں جن چیزوں کی تعلیم جناب نبی اقدس ﷺ سے حاصل کی ان میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ-

آپ فرماتے تھے کہ مجھے جناب نبی کریم ﷺ نے قنوت وتر کے کلمات تعلیم فرمائے- جنہیں دعائے وتر سے تعبیر کیا جاتا ہے- وہ یہ ہیں-

عن الحسن بن علی قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلمات اقولھن فی قنوت الوتر اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت تبارکت ربنا وتعالیت- رواہ الترمذی و

---

[1] (۱) طبقات ابن سعد ص ۲۹ ج ۶ تحت رشید بن مالک- طبع لیدن-
(۲) الاصابۃ لابن حجر العسقلانی ص ۵۰۲ ج اول تحت رشید بن مالک- (معہ الاستیعاب)
(۳) یہ واقعہ تغیر الفاظ کے ساتھ حضرت حسنؓ سے مسند ابی یعلی الموصلی میں ص ۱۷۱ ج ۶ تحت مسندات حسن بن علیؓ درج ہے-
(۴) --- مسند احمد ص ۲۰۰ جلد اول تحت مسند حسن بن علیؓ

ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی۔[1]

--- یہ دعا انہی کلمات کے ساتھ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الدعا صفحہ ۳۸۴ جلد ۱۰ عاشر میں حضرت حسنؓ سے منقول ہے۔

اس دعا کا مفہوم یہ ہے کہ

اے اللہ! جن کو تو نے ہدایت دی ہے ان میں مجھے بھی ہدایت نصیب فرما اور جن لوگوں کو تو نے عافیت بخشی ہے ان میں مجھے بھی عافیت عنایت فرما اور جن لوگوں کا تو والی ہوا ہے میرا بھی والی ہو اور جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا ہے اس میں میرے لیے برکت دے اور جس شر کا تو نے فیصلہ کیا ہے اس سے مجھ بچا۔ تحقیق تو فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جاتا اور جس کا تو والی ہو وہ ذلیل نہیں ہوتا۔ اے رب! تو برکت والا اور بلند ہے۔

رفع اشتباہ

بعض حلقوں کی طرف سے یہ اظہار خیال کیا جاتا ہے کہ۔

ماقبل میں جو دعاء حضرت حسنؓ سے مرفوعاً منقول ہے یہی دعا وتروں میں پڑھنا مسنون ہے اور اللھم انا نستعینک --- الخ کا پڑھنا سنت نہیں تو اس سلسلہ میں ذیل میں چند ایک معروضات پیش کی جاتی ہیں ان پر نظر انصاف کر لینے سے اشتباہ رفع ہو سکتا ہے اور اس کا مسنون ہونا واضح ہوتا ہے۔

قنوت کے مسئلہ میں صحابہ کرامؓ سے متعدد روایات مروی ہیں جن میں سے بعض کا تعلق قنوت فی الصبح سے ہے اور وہ اپنے مقام پر صحیح اور درست ہیں اور بعض کا تعلق قنوت فی الوتر کے ساتھ ہے اور یہ روایات بھی احادیث کی کتابوں میں کبار صحابہ کرامؓ اور تابعین وتبع تابعین سے مروی ہیں۔

ذیل میں ان مرویات کو ایک ترتیب سے پیش کیا جاتا ہے۔

---

[1] (۱) مشکواۃ شریف ص ۱۱۲ باب الوتر لفصل الثانی۔ طبع دہلی۔
(۲) مسند ابی یعلی الموصلی ص ۱۷۱-۱۷۲ ج ۶ تحت مسندات حسن بن علیؓ طبع بیروت۔
(۳) مسند امام احمد ص ۲۰۰-۱۹۷ جلد اول تحت مسند حسن بن علیؓ

ابن مسعودؓ کی روایت

چنانچہ المصنف لابن ابی شیبۃ میں جناب عبداللہ بن مسعودؓ سے پوری سند کے ساتھ مروی ہے۔

ابو عبدالرحمان جو جناب ابن مسعودؓ کے بلاواسطہ شاگرد ہیں فرماتے ہیں ابن مسعودؓ ہمیں وتروں کے لیے درج ذیل دعا تعلیم فرمایا کرتے تھے۔

اللھم انا نستعینک ونستغفرک ونئومن بک و نثنی علیک الخیر - ولانکفرک ونخلع ونترک من یفجرک - اللھم ایاک نعبد ولک نصلی و نسجد والیک نسعی ونحفد ونرجو رحمتک و نخشی عذابک ان عذابک الجد بالکفار ملحق -

"المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۳۰۱ ج ۲ تحت فی قنوت الوتر من الدعاء - کتاب الصلوۃ - طبع کراچی -"

حاصل یہ ہے کہ عام مشہور دعا جو اہل اسلام وتروں میں پڑھتے ہیں جناب ابن مسعودؓ اس کی تعلیم اپنے شاگردوں کو فرماتے تھے۔

ابن مسعودؓ کا یہ قول مرفوع روایت کے حکم میں ہے اور سنت نبوی کے موافق ہے اور یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ صحابہ کرامؓ سنت کے خلاف امت کو کوئی تعلیم نہیں فرماتے تھے بلکہ سنت نبوی کے مطابق تعلیم کرتے تھے۔

خالد بن ابی عمران کی روایت

اور اس طرح مشہور محدث ابو داؤد (سلیمان بن اشعث السجستانیؒ) نے اپنی تصنیف "کتاب المراسیل" میں مندرجہ ذیل روایت خالد بن ابی عمران سے نقل کی ہے۔

وعن خالد بن ابی عمران قال بینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعو علی مضر اذجاءہ

جبریل علیہ السلام فاؤما الیہ ان اسکت فسکت فقال یا محمد! ان اللہ لم یبعثک سبابا ولا لعانا و انما یبعثک رحمۃ ولم یبعثک عذابا لیس لک من الامر شی او یتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظالمون قال ثم علمہ ھذا القنوت اللھم انا نستعینک و نستغفرک ونومن بک ونخنع لک ونخلع ونترک من یکفرک۔ اللھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد و الیک نسعی ونحفد نرجو رحمتک ونخاف عذابک ان عذابک الجد بالکافرین ملحق۔[1]

اسی روایت کو جمال الدین ابی محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی نے اپنی تصنیف نصب الرایۃ لاحادیث الہدایہ میں "کتاب المراسیل" للسجستانی سے باسند نقل کیا ہے۔ خالد کہتے ہیں کہ:---

واخرج ابو دائود فی "المراسیل" عن معاویۃ بن صالح عن عبدالقاہر عن خالد بن ابی عمران قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعو علی مضر اذجائہ جبریل علیہ السلام فاوماء الیہ ان اسکت فسکت فقال یا محمد! ان اللہ لم یبعثک سبابا ولا لعانا انما بعثک رحمۃ لیس لک من الامر شیئی:-- الخ ثم علمہ القنوت اللھم انا نستعینک ولستغفرک و نوئمن بک و نخضع لک و نخلع و نترک من یکفرک اللھم ایاک نعبد ولک نصلی و نسجد و الیک نسعی و نحفد و نرجوا رحمتک و

---

[1] *کتاب المراسیل للشیخ ابی داؤد سلیمان اشعث السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ تحت باب ما جاء فیمن نام عن الصلاۃ ص ۱۲۔ ۱۳ قدیم طبع مصر۔*

نخاف عذابک ان عذابک الجد بالکفار ملحق انتھی۔[1]

اور مشہور فقیہ علامہ ابن ہمام نے بھی الھدایہ کی شرح "فتح القدیر" باب الوتر میں خالد بن ابی عمران کی روایت ہذا کو "کتاب المراسیل للسجستانی سے پورے اعتماد کے ساتھ نقل کر کے درج کیا ہے۔"

لکھتے ہیں کہ:---

لکن المقرر عندھم ما اخرجہ ابو دائود فی المراسیل عن خالد بن ابی عمران قال بینما رسول اللہ صلی علیہ وسلم یدعو علی مضر اذجائہ جبریل علیہ السلام فاوما الیہ ان اسکت فسکت فقال یا محمد ان اللہ لم یبعثک سبابا" ولالعانا و انما بعثک رحمۃ للعالمین لیس لک من الامر شیئی قال ثم علمہ القنوت اللھم انا نستعینک و نستغفرک و نئومن بک و نخضع لک و نخلع و نترک من یکفرک۔ اللھم ایاک نعبد و لک نصلی ونسجد و الیک نسعی ونحفد نرجو رحمتک و نخاف عذابک ان عذابک الجد بالکفار ملحق۔[2]

خالد بن ابی عمران کی توثیق

روایت مذکورہ کے راوی خالد بن ابی عمران "تونس" کے باشندہ تھے۔ افریقہ کے قاضی تھے۔

---

[1] نصب الرایۃ ص ۱۳۵-۱۳۶ ج تحت احادیث القنوت طبع مجلس علمی ڈابھیل

[2] فتح القدیر لابن ہمام ص ۳۰۶ ج اول بھامشہ العنایۃ حاشیہ الھدایۃ تحت باب الوتر۔ طبع مصر۔

عبداللہ بن عمرؓ سے (مرسلا) اور عبداللہ بن الحارث بن جزء سالم بن عبداللہ بن عمر۔ نافع مولی ابن عمر۔ عروۃ بن الزبیر الاعمش وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔

اور ذیل اشخاص خالد بن ابی عمران سے راوی ہیں۔

یحیٰ بن سعید الانصاری۔ اللیث بن سعد۔ عمرو بن الحارث وغیرہ۔

--- ابن سعد نے کہا ہے کہ خالد ثقہ آدمی ہیں مدلس نہیں ہیں۔

--- ابن یونس کہتے ہیں کہ اہل مغرب کے فقیہ تھے اہل مصر و مغرب کے مفتی تھے مستجاب الدعوات تھے۔

--- العجلی و ابن حبان نے کہا ہے کہ خالد ثقہ شخص ہیں۔

--- ۱۲۵ھ یا ۱۲۹ میں ان کی توفی ہے۔

"تہذیب التہذیب ص ۱۱۱۔ ۱۱۰ جلد ثالث۔ تحت خالد بن ابی عمران۔ طبع دکن"

--- مختصر یہ ہے کہ "کتاب المراسیل" کی یہ روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن ثقہ تابعی سے منقول ہے اور یہ روایت مرفوع کے حکم میں ہے اور اس کو کبار علماء مثلاً علامہ الزیلعی و ابن ہمام وغیرھما نے قبول کرتے ہوئے اپنی تصانیف میں بحث وتر میں درج کیا ہے۔

اور بشرط انصاف یہ چیز استدلال کے لیے قابل قبول ہے۔

ابراھیم النخعی کی روایت

--- اس کے بعد اس مسئلہ میں مشہور تابعی ابراہیم بن یزید الکوفی النخعی کی روایت نقل کی جاتی ہے جسے محدث عبدالرزاق نے اپنی تالیف "المصنف" میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ وتر کے متعلق ہے۔

لعبدالرزاق عن الثوری عن الزبیر بن عدی عن ابراھیم (النخعی) کان لیستحب ان یقول فی قنوت الوتر بھاتین السورتین۔

اللھم انا نستعینک ونستغفرک ونثنی علیک ولانکفرک ونخلع ونترک من یفجرک۔ اللھم ایاک

نعبد ولک نصلی ونسجد و الیک نسعی و نحفد ونرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک بالکافرین ملحق۔[1]

ابراہیم النخعی کی توثیق

ابو عمران ابراہیم بن یزید الکوفی فقیہ عراق (یعنی عراق کے مشہور فقیہ تھے)

---ابراہیم علقمہ اور مسروق و غیرھما سے ناقل ہیں۔ یہ حضرات علقمہ و مسروق و غیرھما ابن مسعودؓ کے براہ راست شاگرد ہیں۔

---ابراہیم حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہاں حاضر ہوئے ہیں در آنحالیکہ آپ خورد سال تھے خورد سالی میں ملاقات صدیقہؓ سے مشرف ہیں۔

---ابراہیم کے شاگردوں میں حماد بن ابی سلیمان فقیہ اور حکم بن عیینہ اور الاعمش وغیرہ ہیں۔

مخلص علماء میں ان کا شمار تھا اور ان کی توفی ۹۵ھ میں ادھیڑ عمر میں ہوئی ہے یعنی پختہ عمر کے تھے ابھی بوڑھے نہیں ہوئے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی جلد اول ص ۷۳-۷۴ تحت ابراہیم النخعی۔ طبع مصر)

---ان روایات کے پیش کرنے کے بعد یہ چیز بطور تائید مسئلہ کے قابل ذکر ہے کہ کبار علماء نے لکھا ہے کہ قنوت وتر کی دعائیں متعدد مروی ہیں اور اللھم انا نستعینک ---الخ کے ماسوا دیگر کوئی دعا متعین نہیں (یعنی دیگر مروی دعائیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں) البتہ یہ دعا وتروں کے لیے متعین ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے قنوت کی اس دعا پر اتفاق کیا ہے۔ صاحب العنایہ لکھتے ہیں کہ۔

ولیس فی القنوت دعاء معین سوی قولہ اللھم انا نستعینک فان الصحابۃ اتفقوا علی ھذا فی

---

[1] المصنف لعبد الرزاق ص ۱۲۱ ج ۳ باب القنوت۔ روایت ۴۹۹۷

القنوت ۔[1]

اور فتح القدیر میں بحث وتر میں یہ مضمون، عبارت ذیل پایا جاتا ہے۔

--- قال آخرون ذالک فی غیراللھم انا نستعینک لان الصحابۃ اتفقوا علیہ ولو قراء غیرہ جاز---الخ۔[2]

اور اس کا مفہوم ماقبل میں بیان کر دیا ہے اعادہ کی حاجت نہیں۔

حاصل کلام

یہ ہے کہ قنوت وتر میں متعدد دعائیں مروی ہیں اور وہ مسنون ہیں اور دعا (اللھم انا نستعینک الخ) بھی احادیث میں موجود ہے اور کبار صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے مروی ہے جیسا کہ --- ماقبل میں پیش کر دیا ہے۔

--- اور مشاہیر علماء کے بیانات کے مطابق صحابہ کرامؓ کے نزدیک دعا ہذا کا وتروں میں پڑھا جانا مسلمات میں سے ہے فلہذا دعا ہذا کو خلاف سنت قرار دینا صحیح نہیں۔

--- اور عوام کے لیے علماء نے صرف یہ دعا وتروں میں اس لیے متعین کر دی ہے کہ عام اسے آسانی سے محفوظ کر لیتے ہیں اور اس موقعہ کی کثیر و طویل دعائیں عوام ضبط نہیں کر سکتے۔ فلہذا عوامی سہولت کے پیش نظر یہ ایک دعاء ہی تعلیم کی جاتی ہے اور یہ مسنون طریقہ کے موافق ہے اور تعلیمات نبوی ﷺ کے برخلاف نہیں۔

(ہذا ھو المرام)

--- نیز اسی طرح جناب حسنؓ سے منقول ہے کہ آپؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:---

فرضی نماز کے بعد جس شخص نے آیت الکرسی تلاوت کی تو وہ دوسری نماز کے

---

[1] العنایۃ علی الہدایۃ ص ۳۰۹ ج اول تحت قول المتن لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن ۔ (از تصنیف اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی المتوفی ۷۸۶ھ) طبع مصر۔

[2] فتح القدیر لابن ہمام (کمال الدین محمد بن عبد الواحد المتوفی ۸۶۱ھ) ص ۳۰۶ ج اول تحت بحث مسئلہ ھذا۔

آنے تک اللہ کی حفاظت اور ذمہ داری میں آگیا۔

عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قراء ایتہ الکرسی فی دبر الصلوۃ المکتوبۃ کان فی ذمۃ اللہ الی الصلواۃ الاخری -

(رواہ الطبرانی فی الکبیرو اسنادہ حسن)[1]

--- یہ آیۃ الکرسی کی عمدہ فضیلت ذکر فرمائی گئی ہے اور اہل اسلام اس ورد کو فرض نمازوں کے بعد ہمیشہ پڑھا کرتے ہیں۔

یہ مسئلہ جہاں دیگر صحابہؓ نے نقل کیا ہے وہاں حضرت حسنؓ نے بھی امت کو اس خیروبرکت کی چیز سے آگاہ کیا ہے۔

---اور چند دیگر کلمات کی تعلیم و تلقین بھی حضرت حسنؓ نے آنجناب ﷺ سے نقل کی ہے اور یہ کلمات آپؓ نے بچپن کے زمانہ میں ہی حفظ کر لیے تھے۔

چنانچہ آنجناب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:---

وکان یقول دع ما یریبک الی مالا یریبک فان الصدق طمانینۃ وان الکذب ریبۃ -[2]

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ آنجناب ﷺ نے بطور قاعدہ کے امت کو تعلیم فرمائی کہ:---

جو بات تجھے شک و شبہ میں ڈالتی ہے اس کو ترک کردو اور جس میں شک و شبہ نہ ہو اسے اختیار کرو کیونکہ راست گوئی سے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور دروغ گوئی سے اشتباہ اور شک و شبہ رہتا ہے۔

گویا اس طریقہ سے مشتبہ اشیاء سے اجتناب کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

---

[1] مجمع الزوائد للہیثمی ص ۱۴۸ ج ۲ تحت باب مایقول من الذکر والدعاء عقیب الصلوۃ

[2] (۱) اسد الغابہ لابن اثیر الجزری ص ۱۱ ج ۲ تحت تذکرہ حسن بن علیؓ۔
(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۶۵ ج ۳ تحت الحسن بن علیؓ
(۳) مسند امام احمد ص ۲۰۰ جلد اول تحت حسن بن علیؓ
(۴) اخبار اصبہان لابی نعیم اصفہانی ص ۴۵ جلد اول۔ طبع لیڈن۔

--- اسی طرح متعدد احادیث کا حضرت حسنؓ سے منقول ہونا محدثین نے ذکر کیا ہے یہاں بالاستیعاب ان کا نقل کرنا مقصود نہیں ہے۔اہل علم حضرات ان سے بخوبی واقف ہیں۔

بیعت تبرک

دور نبوی میں جناب نبی اقدس ﷺ کے ساتھ مختلف قسم کی بیعت ہوتی تھی مثلاً۔

- ✭ اسلام لانے کی بیعت۔
- ✭ کسی عہد و میثاق پر بیعت۔
- ✭ جہاد اسلامی کے لیے بیعت۔
- ✭ بیعت توبہ۔
- ✭ بعض اوقات صغیر السن بچوں نے بیعت کی علماء کرام اس بیعت کو "بیعت تبرک" سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ بیعت بھی روایات میں دستیاب ہوتی ہے۔

چنانچہ ابن عساکر نے جناب امام محمد باقرؒ سے یہ چیز نقل کی ہے کہ:---
جناب رسول ﷺ نے اپنے عزیزوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفر (الطیارؓ) کو صغرسنی میں بیعت فرمایا۔

--- عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بایع الحسن و الحسین و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن جعفر و ھم صغار - لم یبلغوا قال ولم یبایع صغیرا الامنا۔[1]

یہ ایک شرف ہے جس کے ساتھ جناب نبی اقدس ﷺ نے ان عزیزوں کو مشرف فرمایا اور اس کی تاثیر اور برکت ان حضرات کے اعمال صالحہ کی صورت میں ظاہر ہوئی اور ان خوش بخت صحابہ کرام کو زندگی بھر کارہائے خیر کی توفیق نصیب ہوئی--- یہ چیز

---

[1] (۱) تہذیب تاریخ ابن عساکر لابن بدران ص ۳۲۳ ج ۴ تحت الحسینؓ
(۲) مختصر تاریخ ابن عساکر لمحمد بن مکرم المعروف بابن منظور ص ۱۲۹ ج ۷۔

بیعت کے اثرات میں سے ہے۔

حضرت حسنؓ کے حق میں اہم پیش گوئی

---حضرت حسنؓ کے حق میں ایک بار جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

آنجناب ﷺ اس وقت منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسنؓ آپؐ کے پہلو مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے جناب نبی اقدسؐ بعض دفعہ لوگوں کی طرف دیکھتے اور پھر حسنؓ کی طرف نظر فرماتے۔ اسی دوران فرمایا "یہ میرا بیٹا سردار ہے امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے گا۔"

چنانچہ مشکوۃ شریف میں مروی ہے کہ:---

عن ابی بکرۃ قال رایت رسول اللہ ﷺ علی المنبر والحسن بن علی الی جنبہ وھو یقبل علی الناس مرۃ وعلیہ اخری ویقول ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فیئتین عظمتین من المسلمین۔ رواہ البخاری۔[1]

چنانچہ اس پیش گوئی کے مطابق ربیع الاول ۴۱ھ میں حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے درمیان مسئلہ خلافت میں صلح و مصالحت ہوئی اس چیز کا ذکر عنقریب اپنے مقام میں آئے گا۔ وہاں اس مسئلہ کی بقدر ضرورت تفصیل درج ہوگی (بعونہ تعالیٰ)

حضرات حسنین کریمینؓ کا بچپن میں معلم

قدیم مؤرخین میں ایک صاحب ابو جعفر محمد بن حبیب بن امیہ البغدادی ہے جو

---

[1] (۱) مشکواۃ شریف ص ۵۶۹ تحت مناقب اہل البیت الفصل الاول طبع دہلی۔
(۲) المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۹۶ ج ۱۲ تحت کتاب الفضائل (طبع کراچی)
(۳) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبہانی ص ۳۵ ج ۲ تحت تذکرہ الحسن بن علیؓ
(۴) فضائل الصحابۃ لامام احمد ۷۶۸ ج ۲ تحت فضائل الحسنینؓ

اپنے دور کا مشہور اخباری ہے اور معروف نسب دان ہے۔

--- ابو جعفر نے اپنی تالیف المحبر میں ایک عنوان (اشراف المعلمین وفقھائوھم) قائم کرکے لکھا ہے کہ فلاں شخص کا فلاں شخص معلم اور اتالیق تھا اور فلاں شخص فلاں آدمی کے کتاب میں سے تھا یعنی ان کو نوشت و خواند سکھلاتا تھا۔ اسی سلسلہ میں اس نے درج کیا ہے کہ:--- وعبداللہ بن حبیب معلم الحسن والحسینؓ الخ۔ ؎

یعنی عبداللہ بن حبیب ان دونوں حضراتؓ کا (بچپن میں) معلم تھا اور تعلیم کرتا تھا۔

اس دور کے واقعات کے اعتبار سے اگر اس چیز کو تسلیم کرلیا جائے تو اس کا جواز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بچوں کی تعلیم اور نوشت و خواند کا طریقہ ہر دور میں معلمین اور اتالیق کے ذریعے قائم رکھا جاتا تھا اور بچوں کے اپنے اکابر بھی انہیں تعلیم دیتے اور تربیت کرتے تھے۔

دیگر مورخین کے ذریعہ اس واقعہ کی تائید مطلوب تھی لیکن اپنی ناقص جستجو کی حد تک تاحال تائید نہیں مل سکی۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

اپنی سواری پر سوار کرنا

جناب نبی کریم ﷺ کی جانب سے ان دونوں عزیزوں (حسنین کریمینؓ) پر شفقت فرمانے کے متعدد واقعات محدثین نے ذکر کیے ہیں ان میں سے ایک واقعہ اس طرح ہے کہ:---

(۱) --- عبداللہ بن جعفر الطیار اپنے بچپن کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کے سفر سے واپس تشریف لانے کی خبر معلوم کرتے تو ہم یعنی (عبداللہ، حضرت حسن اور حضرت حسینؓ) بطور پیش قدمی کے آگے چل کر آنجنابؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تو آنجناب ﷺ غایت شفقت کی بنا پر ہمیں اٹھا کر اپنی سواری

؎ کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی (المتوفی ۲۴۵ھ) ص ۴۷۵ تحت اشراف المعلمین طبع حیدر آباد دکن۔

پر اپنے آگے پیچھے سوار کر لیتے اور ہم اسی صورت حال میں مدینہ شریف میں داخل ہوتے۔

حدثنی عبداللہ بن جعفر قال کان رسول اللہ ﷺ اذا قدم من سفر تلقی بنا' قال فحلقی بی والحسن و الحسین قال فحمل احدنا بین یدیہ والاخر خلفہ حتی دخلنا المدینۃ۔[1]

◀ سواری کا ایک دوسرا واقعہ محدثین نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں سفید خچر پر جناب نبی کریم ﷺ کو ایک سفر سے واپس لایا اس وقت آنجناب ﷺ کے دونوں عزیز حضرت حسن اور حضرت حسین آپ کے ساتھ سوار تھے۔ ایک کو اپنے آگے سوار کیے ہوئے تھے اور دوسرے کو اپنے پیچھے حتیٰ کہ میں نے ان حضرات کو آنجناب ﷺ کے حجرہ مبارک میں پہنچایا۔

...قال لقد قدت بالنبی ﷺ والحسن والحسین بغلتہ الشھباء حتی ادخلتھم حجرۃ النبی ﷺ ھذا قدامہ و ھذا خلفہ - خرجہ مسلم -[2]

اس طرح کے متعدد واقعات روایات کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

... آنجناب ﷺ عنایت کریمانہ فرما کر ان عزیزوں کو اپنی سواری پر سوار فرما لیتے تھے اور یہ عزیز بھی اس طرح سوار ہونے میں فرحت طبعی اور شرف محسوس کرتے تھے اور آنجناب ﷺ کے ساتھ غایت درجہ مانوس تھے اکابر کا اپنے اصاغر کے ساتھ ملاطفت کا یہ شیوہ قدیم سے چلا آیا ہے اور یہ واقعات ہمیں یہی ہدایت کرتے ہیں کہ اپنے عزیزوں کے ساتھ اس طرح مہربانی کا برتاؤ کرنا عمدہ اسلوب ہے اور شفقت کا مظاہرہ ہے۔

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۳۵ ج ۹ تحت کتاب الادب طبع کراچی۔

[2] (۱) ذخائر العقبیٰ لمحب الطبری ص ۱۳۲ تحت ذکر حملھما معہ ﷺ علی بغلتہ۔
(۲) جمع الفواد لمحمد بن سلیمان الفاسی المغربی ص ۲۹۳ ج اول تحت السفر و آدابہ والرکوب والارتداف ۳۲۱۱ روایت۔

فضائل و محامد

--- سابق سطور میں حضرات حسنینؓ کے متعلق چند چیزیں ذکر کی ہیں جن کا تعلق ایام طفولیت سے ہے۔ اس کے بعد خصوصی طور پر ان حضراتؓ کے فضائل و مناقب میں سے چند ایک چیزیں پیش کی جاتی ہیں جو اسی دور کے ساتھ متعلق ہیں۔

--- اگرچہ ان حضراتؓ کے فضائل و مناقب احادیث میں بکثرت پائے جاتے ہیں اور ان تمام کا استیعاباً ذکر کرنا مشکل امر ہے تاہم بعض مشہور و معروف فضائل و محامد اور مکارم درج ذیل ہیں اور یہ اسی درجہ میں ہیں کہ۔

مالا یدرک کلہ لایترک کلہ۔

نماز کی حالت میں مشفقانہ سلوک

--- بچپن کے زمانہ میں بچے اپنے والدین کے ساتھ بہت مانوس ہوتے ہیں اور اپنی طفلانہ حرکات کے ساتھ پیش آتے رہتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں عمرو بن دینار ذکر کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نماز میں سجدہ ریز ہوتے تو بعض دفعہ حضرت حسین اپنی طفلانہ حرکات کی صورت میں جناب نبی کریم ﷺ کی پشت مبارک پر کئی بار سوار ہو جاتے اور جب آنجناب ﷺ اپنا سر مبارک اٹھاتے تو ان کو ہٹا دیتے۔

---اس طرح آنجناب صلعم ان کی بچپنے کی شوخیاں برداشت فرماتے تھے اور ازراہ عنایت کوئی سرزنش نہیں کرتے تھے بلکہ شفقت فرماتے تھے۔

چنانچہ المصنف لعبد الرزاق میں ہے کہ:---

--- عن عمرو ابن دینار ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لیسجد فیرقی حسین علی ظہرہ فاذا رفع راسہ اخرہ فاذا سجد عاد فرقی علی ظہرہ قال فاذا رفع راسہ اخرہ۔[1]

---

[1] المصنف لعبد الرزاق ص ۳۴ ج ۲ تحت باب ما یقطع الصلوۃ۔

دوش مبارک پر اٹھانا اور دعائیہ کلمات فرمانا

---ایک مشہور صحابی حضرات براء بن عازبؓ ذکر کرتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اقدس ﷺ کو دیکھا ہے کہ آنجناب ﷺ نے اپنے دوش مبارک پر حسن بن علیؓ کو اٹھایا ہوا تھا تو اس وقت آنجناب ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا۔

اے اللہ! میں اس کے ساتھ محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

وعن البراء قال رایت النبی ﷺ والحسن بن علیؓ علی عاتقه یقول اللهم انی احبه فاحبه - متفق علیه - [1]

---اور سعد بن زید الانصاری بھی ذکر کرتے ہیں کہ جناب نبی اقدس ﷺ نے حضرت حسن کو اٹھایا اور دو بار مندرجہ ذیل کلمات ارشاد فرمائے:---

اے اللہ میں اسے پسند رکھتا ہوں تو بھی اسے پسند فرما۔

عن سعد بن زید الانصاری ان النبی صلی الله علیه وسلم حمل حسنا" ثم قال اللهم انی احبه' فاحبه - مرتین - [2]

حسنینؓ سے محبت رکھنے والے کے حق میں دعا فرمانا

---اور حضرت ابوھریرہؓ حضرت حسنؓ کی فضیلت کے سلسلہ میں جناب نبی کریمؐ سے نقل کرتے ہیں کہ:--- آنجنابؐ نے حسن بن علیؓ کے حق میں فرمایا کہ

اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس کے ساتھ محبت فرما اور اس

---

[1] (۱) مشکواۃ شریف ص ۵۶۸ الفصل الاول - باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ -
(۲) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۳۴ ج ۸ تحت سنة ۴۹ھ الحسن بن علیؓ -
(۳) فضائل الصحابہ لامام احمدؒ ص ۷۶۸ ج ۲ فضائل الحسن والحسینؓ
(۴) السنن الکبریٰ للنسائی ص ۴۹ جلد ۵ -

[2] الاصابة لابن حجر (معہ الاستیعاب) ص ۲۶ ج ۲ تحت سعد بن زید الانصاریؓ -

شخص کے ساتھ بھی محبت فرما جو اس کے ساتھ محبت رکھے۔

عن ابی هريرة عن النبی ﷺ انه قال لحسن اللهم انی احبه فاحبه واحب من یحبه۔ (۱)

حسنینؓ سے محبت کی ترغیب

حضرات حسنین شریفینؓ کے حق میں ابوہریرہؓ نے جناب نبی اقدس ﷺ سے یہ فرمان بھی نقل کیا ہے کہ۔

آنجناب ﷺ نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ان دونوں کے ساتھ محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے ان کے ساتھ بغض و عناد رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا۔

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ من احبهما فقد احبنی ومن ابغضهما فقد ابغضنی یعنی الحسن والحسین۔ (۲)

روایت مذکورہ بالا سے واضح ہوا کہ حسنین کریمینؓ سے محبت کرنا جناب نبی کریم ﷺ کے نزدیک ایک نہایت پسندیدہ عمل ہے اور ان حضرات سے بغض و عداوت رکھنا ایک براشیوہ ہے۔

فرمان نبوی ﷺ حسین منی وانا منہ

یعلی بن مرہ الثقفی کہتے ہیں کہ ایک بار ہم جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ دعوت طعام میں بلائے گئے۔

---

(۱) (۱) کتاب فضائل الصحابہ لامام احمدؒ ص ۷۶۷ ج ۲ تحت فضائل الحسن والحسینؓ
(۲) مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۸۔۵۶۹ الفصل الاول (متفق علیہ) باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ

(۲) (۱) کتاب فضائل الصحابہ لامام احمدؒ ص ۷۷۱ ج ۲ تحت فضائل الحسن والحسینؓ
(۲) السنن الکبریٰ للنسائی جلد ۵ ص ۴۹ طبع بیروت۔

راستہ میں حضرت حسینؓ کھیل رہے تھے تو آنجناب ﷺ نے جلدی کر کے حسینؓ کو پکڑنے کے لیے ہاتھ مبارک پھیلائے۔ حسینؓ ادھر ادھر بھاگتے۔ جناب نبی اقدس ﷺ نے ہنسی پیار کرتے ہوئے انہیں اٹھا کر گلے سے لگایا اور بوسہ دیا پھر فرمایا کہ:---

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ جس نے ان سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے گا۔

جناب حسن اور جناب حسینؓ آنجناب ﷺ کی اولاد میں سے ہیں۔

عن يعلى بن مرة (الثقفى) انه قال خرجنا مع النبى ﷺ ودعينا الى طعام - فاذا حسين يلعب فى الطريق فاسرع النبى ﷺ امام القوم ثم بسط يديه فجعل يمر مرة ههنا ومرة ههنا يضاحكه حتى اخذه فجعل احدى يديه فى ذقنه والاخرى فى راسه ثم اعتنقه فقبله ثم قال النبى ﷺ حسين منى وانا منه - احب الله من احب الحسن والحسين سبطان من الاسباط -[1]

تنبیہ

محدثین میں محمل حدیث کا بیان کرنے کا طریق یہ ہے کہ ایک روایت کے معنی بیان کرنے کے لیے اس نوع کی دیگر احادیث کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے اور موقعہ و محل کا لحاظ کیا جاتا ہے۔

---

[1] (۱) الادب المفرد للبخاری ص ۵۵ تحت باب معانقة الصبی۔ طبع مصر۔
(۲) مشکواۃ شریف ص ۵۷۱ الفصل الثانی باب مناقب اهل بیت النبی ﷺ بحوالہ ترمذی۔
(۳) کتاب فضائل الصحابہ لامام احمد ص ۷۷۲ ج ۲ فضائل الحسن والحسینؓ
(۴) کتاب المعرفۃ والتاریخ للبسوی ص ۳۰۸-۳۰۹ ج اول تحت یعلی بن مرۃ الثقفی۔

یہاں بھی یہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔

چنانچہ مشکوۃ شریف مناقب اہل البیت الفصل الثانی میں حضرت عباسؓ عم نبوی صلعم کے حق میں جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:۔۔۔

العباس منی وانا منہ۔ رواہ الترمذی۔

اس روایت کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ جناب عباس بن عبد المطلب میرے اقارب میں سے ہیں۔ اور میں ان کے خاندان میں سے ہوں۔

اور حسینؓ منی وانا من حسینؓ کا مطلب بھی یہ ہے کہ ہمارا خاندان و نسب ایک ہے وہ میری نسل میں سے ہیں اور میں اس کے آباء میں سے ہوں۔

اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ہم میں اتنا قرب اور مناسبت ہے کہ ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن کریم میں "منی" کا لفظ اس معنی میں بھی آیا ہے۔

فمن شرب منہ فلیس منی۔۔۔ ومن لم یطعمہ فانہ منی۔

(پ 2 البقرۃ) آخر پارہ دوم۔

اس میں ان حضرات کے بارے میں پیش گوئی بھی ہے کہ یہ لوگ کبھی میرے طریق سے نہ ہٹیں گے اور یہاں مبارک نسب و نسل کا قرب اور شرف بھی بیان فرمایا ہے اور تمام امت میں ان کا اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہونا واضح کیا گیا ہے۔

شفقت کا ایک واقعہ

ایام طفولیت کا ایک واقعہ حضرت بریدہ (بن الحصیب الاسلمی) ذکر کرتے ہیں کہ ایک بار جناب نبی اقدس ﷺ ہمیں مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس دوران حضرات حسنؓ اور حسینؓ دونوں سرخ قمیض پہنے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے تشریف لائے تو آنجناب ﷺ ازراہ شفقت و مہربانی منبر سے نیچے تشریف لائے اور ان دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔

اس کے بعد ارشاد خداوندی ذکر فرمایا: جس میں خطاب عام ہے کہ:۔۔۔

"انما اموالکم واولادکم فتنة"

یعنی تمہارے اموال اور اولاد آزمائش کا باعث ہیں اور ارشاد فرمایا جب میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا ہے کہ لڑکھڑا کر چلتے ہوئے آرہے ہیں تو میں ترحم کی بنا پر صبر نہیں کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی کلام کو منقطع کر کے ان کو اٹھالیا ہے۔

وعن بریدة قال کان رسول ﷺ یخطبنا اذجاء الحسن والحسین علیهما قمیصان احمران یمشیان ویعثران فنزل رسول الله ﷺ من المنبر فحملهما ووضعهما بین یدیه ثم قال صدق الله انما اموالکم و اولادکم فتنة۔ نظرت الی هذین الصبیین یمشیان ویعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی و رفعتهما۔ رواه الترمذی و ابوداؤد والنسائی۔[1]

واقعہ ہذا سے واضح ہوا کہ جناب نبی کریم ﷺ اپنے ان عزیزوں کے ساتھ غایت درجہ کی شفقت و مہربانی فرمایا کرتے تھے اور یہ نواسے بھی آنجناب ﷺ کے ساتھ خوب مانوس تھے۔

اور ساتھ ہی یہ چیز بھی واضح فرما دی گئی کہ انسان کے لیے اموال اور اولاد آزمائش اور فتنہ کا باعث ہیں۔

مومن کو دینی امور سے غافل ہو کر ان میں انہماک نہیں کرنا چاہیے۔

اور اس حدیث سے یہ استنباط نہ کیا جائے کہ ہم بھی واجب خطبہ کے دوران اپنے بچوں کو اٹھا سکتے ہیں کیونکہ یہ واقعہ خصوصیات نبوی ﷺ میں سے ہے۔

شفقت کا ایک دیگر واقعہ

قبیلہ بنی تمیم کا ایک وفد جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس قبیلے کا رئیس الاقرع بن حابس التمیمی ساتھ تھا اور یہ لوگ آنجناب ﷺ کی خدمت

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۱ الفصل الثانی۔ باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ

میں حاضر تھے اسی دوران جناب نبی اقدس ﷺ نے اپنے عزیز نواسے حسن بن علی المرتضیٰ کو شفقت و محبت سے بوسہ دیا۔

یہ منظر دیکھ کر وفد کا رئیس الاقرع بن حابس ازراہ تعجب کہنے لگا کہ میرے دس بیٹے ہیں اور میں ان میں سے کسی ایک کو بھی بوسہ نہیں دیتا۔

تو آنجناب ﷺ نے یہ بات سن کر فرمایا کہ "جو شخص کسی پر رحمت اور شفقت نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔"

چنانچہ حافظ ابن کثیر نے اس واقعہ کو عبارت ذیل نقل کیا ہے اور دیگر محدثین بھی اس چیز کو اپنے مقام پر ذکر کیا کرتے ہیں۔

الاقرع بن حابس التميمي كان احد الروساء قدم على رسول الله صلى الله عليه وسلم مع وفد بني تميم --- وهو القائل و قدرای رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل الحسن - اتقبله؟ والله ان لى عشرة من الولد ماقبلت واحدامنهم - فقال "من لا يرحم لايرحم - "[1]

اس روایت سے واضح ہوا کہ بچوں سے پیار و محبت کرنا رحم کا ایک حصہ ہے۔

جسمانی مشابہت

سابقہ کلام ان حضرات رضی اللہ عنہم کے فضائل و محامد کے سلسلہ میں آرہا ہے اب اس موقعہ پر یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ ان دونوں نواسوں کو جناب نبی اقدس ﷺ کے ساتھ جسمانی مشابہت کا شرف حاصل تھا اور یہ امت میں کسی اور شخصیت کو حاصل نہیں ہوا اور یہ چیز ان حضرات رضی اللہ عنہم کے حق میں اعلیٰ درجے کی فضیلت ہے۔

--- اس مسئلہ میں محدثین اور اہل تراجم نے بے شمار حوالہ جات ذکر کیے ہیں جو درجہ شہرت کو پہنچتے ہیں۔

ان میں سے چند ایک حوالہ جات مسئلہ ہذا کے اثبات کے لیے ناظرین کی خدمت

---

[1] البدایۃ لابن کثیرؒ ص ۱۴۱ ج ۷ تحت الاقرع بن حابس التمیمی۔

میں پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ایک راوی ابن ابی ملیکۃ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اپنے فرزند "حسن بن علیؓ" کو پیار کرتے ہوئے اچھالتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ:۔۔۔

بابی شبہ النبی لیس شبیہا بعلیؓ۔[1]

یعنی حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی مشابہت اپنے والد سے نہیں بلکہ اپنے نانا جان جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت ہے۔

۲۔ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور خادم حضرت انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) ذکر کرتے ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی زیادہ مشابہ نہیں تھا اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی طرح کہتے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے۔

وعن انس قال لم یکن احد اشبہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم من الحسن بن علی رضی اللہ عنہ و قال فی الحسین ایضا کان اشبہھم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری۔[2]

۳۔ اسی سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی متعدد روایات حدیث میں مروی ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جسم

---

[1] اس مضمون کو مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

(۱) مسند امام احمدؒ ص ۲۸۳ ج ۶ تحت احادیث فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) مسند الحمیدی ص ۳۹۳۔۳۹۴ ج ۲ تحت احادیث ابی جحیفۃ وھب السوائیؓ

(۳) کتاب فضائل الصحابہ لامام احمد ص ۷۶۶ ج ۲ تحت فضائل الحسن والحسینؓ

(۴) تہذیب تاریخ ابن عساکر ص ۲۱۳ تحت الحسین بن علیؓ۔

(۵) الاصابۃ لابن حجر (معہ الاستیعاب) ص ۶۰۶ ج ۳ تحت وھب بن عبد اللہ بن مسلم السوائیؓ۔

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۹ الفصل الاول مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے فوقانی حصہ یعنی صدر سے لے کر سر تک حسن رضی اللہ عنہ زیادہ مشابہ تھے۔
اور حسین رضی اللہ عنہ جسم کے تحتانی حصہ یعنی صدر سے لے کر قدموں تک زیادہ مشابہ تھے۔

وعن علی رضی اللہ عنہ قال الحسن رضی اللہ عنہ اشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مابین الصدر الی الراس والحسین رضی اللہ عنہ اشبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماکان اسفل من ذالک۔ رواہ الترمذی۔[1]

مختصر یہ ہے کہ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جسمانی مشابہت کا پایا جانا غایت درجے کا شرف ہے جو حضرات حسنین شریفین کو قدرت کی طرف سے نصیب ہوا پس یہ حضرات اس حصول کمال میں دوسرے لوگوں سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

اظہار محبت

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑی شفقت کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ غایت درجہ کی محبت کا اظہار فرماتے تھے۔ اس نوع کے واقعات حدیث و تراجم کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ محدثین نے ذکر کیا ہے کہ:--- عمیر بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ اتفاقاً ہماری ملاقات حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہو گئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں آپ کے جسم پر اس مقام میں بوسہ دینا چاہتا ہوں جہاں جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ دیا کرتے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے بطن پر سے قمیص اٹھائی اور ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ نے ان کی ناف کو بوسہ دیا۔

---

[1] (۱) مشکوۃ شریف ص ۵۷۱ الفصل الثانی باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۲) الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) ص ۱۶۹ ج ۲۳ تحت فصل اشتراک الحسن والحسین الخ۔
(۳) تہذیب تاریخ ابن عساکر ص ۳۱۳ تحت الحسین رضی اللہ عنہ۔
(۴) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۶۷ ج ۳ تحت الحسن بن علی رضی اللہ عنہ۔

وعن عمير بن اسحاق قال كنت مع الحسن بن علي رضي الله عنه فلقينا ابوهريرة رضي الله عنه فقال ارني اقبل منك حيث رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل فقال ورفع لقميصه قال فقبل سرته -[1]

روایت ہذا الفاظ میں معمولی اختلاف کے ساتھ نورالدین الہیثمی نے مجمع الزوائد جلد تاسع باب فضل اہل البیت میں ذکر کی ہے۔ اہل تحقیق حضرات ادھر رجوع کرسکتے ہیں اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان حضرات میں کس قدر محبت اور ایک دوسرے کا احترام تھا۔

اہل جنت کے جوانوں کے سردار

جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی ایک اعلیٰ منقبت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کرتے ہیں کہ:۔۔۔

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

وعن ابي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة رواه الترمذي -[2]

مندرجہ بالا روایت کے مضمون میں اختصار اور اجمال ہے چنانچہ بعض روایات میں حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے ہی اس طرح مروی ہے کہ:۔۔۔

قال ثنا ابوسعيد الخدري قال قال النبي صلى الله عليه وسلم الحسن والحسين سيد اشباب اهل الجنة الا ابني

---

[1] (۱) الفتح الربانی بترتیب مسند احمد" ص ۱۶۸-۱۶۷ ج ۲۳۔
تحت الباب الثانی فصل الاول فی محبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ---الخ۔
(۲) مجمع الزوائد الہیثمی ص ۱۷۷ ج ۹ باب فضل اہل البیت رضی اللہ عنہم

[2] (۱) مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۰ الفصل الثانی تحت مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۲) الفتح الربانی (بالترتیب مسند احمد") ص ۱۷۰ ج ۲۳ تحت اشتراک الحسن والحسین من المناقب۔

الخالہ عیسی بن مریم و یحیی بن زکریا۔[1]

یعنی ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا (جو باہم خالہ زاد برادر ہیں) کے سوا اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

اور بعض دیگر روایات میں یہ مضمون اس طرح بھی مروی ہے کہ:---

الحسن و الحسین سیدا شباب اہل الجنة و ابوھما خیر منھما۔[2]

یعنی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں اور ان کے والد (حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) ان دونوں سے بہتر ہیں۔

روایت ہذا حافظ ابن حجر العسقلانی نے البغوی کے حوالہ سے اپنی تصنیف "الاصابۃ" میں مالک بن الحسن کے ترجمہ کے تحت ذکر کی ہے۔

ان تمام روایات کی روشنی میں علماء شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ ایسے مواقع میں عقلی و عرفی استثنا مراد ہوتا ہے جس کے بیان کرنے کی ہر جگہ حاجت نہیں ہوتی۔

اسی بنا پر روایت مذکورہ بالا کی تشریح میں شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ:---

انھما سیدا اھل الجنة سوی الانبیاء والخلفاء الراشدین و ذالک بان اھل الجنة کلھم فی سن واحد وھو الشباب ولیس فیھم شیخ والاکھل۔[3]

مقصد یہ ہے کہ حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار

---

[1] (۱) المعرفۃ والتاریخ للبسوی ص ۶۴۴ ج ۲ تحت ابن ابی نعم طبع بیروت۔
(۲) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی ص ۷۱ ج ۵ تحت تذکرہ عبد الرحمن بن ابی نعم۔
(۳) مختصر تاریخ ابن عساکر ص ۱۱۹ ج ۷ تحت الحسین بن علی رضی اللہ عنہ۔
(۴) السنن الکبریٰ ص ۵۰ جلد ۵ طبع بیروت۔

[2] الاصابۃ لابن حجر (مع الاستیعاب) ص ۴۸۰ ج ۳ تحت مالک بن الحسن۔

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ شریف لملا علی القاری ص ۳۹۰ ج ۱۱ تحت الروایۃ طبع ملتان (باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ہیں لیکن ان کی سیادت انبیاء کرام علیہم السلام اور خلفاء راشدینؓ کے ماسوا ہے اور یہ استثنا عقلاً و عرفاً معتبر ہے۔

اور انہیں یہ سرداری جناب ﷺ کی اولاد ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی یہ اس طرح ہے کہ بادشاہ کا بیٹا وزیر اعظم کے حلقہ میں آجائے تو اس سے خصوصی شفقت کی جاتی ہے۔

آیتہ تطہیر اور روایت کا مصداق

بعض روایات میں حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک فضیلت کا واقعہ مذکور ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنی چادر مبارک میں داخل فرمایا اور ان کے حق میں ارشاد فرمایا کہ:---

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔

اور بعض روایات کے اعتبار سے مزید یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے کہ:---

اللھم ھولاء اھل بیتی

اس مقام میں علماء کرام اہل السنتہ کا موقف یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت تطہیر اپنے سیاق و سباق کے اعتبار سے اولاً و بالذات ازواج مطہراتؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس آیت کا مصداق بالاصل نبی اقدس ﷺ کے ازدواج مطہراتؓ ہی ہیں اور یہ شرف انہیں حاصل ہے۔

لیکن جب یہ آیات ازواج النبی ﷺ کے حق میں نازل ہو چکیں تو اس کے بعد آنجناب ﷺ نے مذکورہ بالا حضراتؓ کو بھی بذریعہ دعا اس شرف میں شامل و شریک فرمایا اور اعزاز بخشا۔

علامہ القرطبیؒ نے اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن (ص ۱۸۳-۱۸۴ ج ۱۴) میں آیت واذکرن ما یتلی فی بیوتکن (سورۃ احزاب) میں اسی مضمون کو عبارت ذیل نقل کیا ہے:---

فهذه دعوة من النبی ﷺ لهم بعد نزول الاية'
احب ان يدخلهم فی الاية التی خوطب بها الزواج -

حاصل یہ ہے کہ نزول آیت (تطہیر) کے بعد ان چاروں حضرات کے حق میں نبی اقدس ﷺ کی طرف سے یہ دعا ہے اور آپ ﷺ پسند فرمارہے ہیں کہ آیت میں ازواج مطہرات کو جو شرف بخشا گیا ہے اس میں ان چاروں حضرات کو بھی شریک و شامل فرمائیں۔

---اس مقام میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا یہ بیان قابل ذکر ہے کہ:---

ام سلمة رضی اللہ عنہا گفت کہ مرا نیز شریک بکن فرمود کہ انت علی خیر او انت علی مکانک دلیل صریح است برآنکہ نزول آیت در حق ازواج بود و آنحضرت ﷺ این چہار کس را نیز بہ دعائے خود دریں وعدہ داخل ساخت - واگر نزول آیت در حق اینہا می بود حاجت بدعا چہ بود؟ وآنحضرت ﷺ چرا تحصیل حاصل می فرمود؟ ولهذا ام سلمة رضی اللہ عنہا را دریں دعا شریک نہ کرد کہ در حق او این دعا را تحصیل حاصل دانست - [1]

یعنی ام المومنین ام سلمة رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ مجھے بھی آپ ﷺ اس میں شریک کریں تو آنجناب ﷺ نے فرمایا کہ تم تو پہلے خیر پر ہو یا تم اپنے مقام و مرتبے پر ہو (یعنی تجھے اس کی حاجت نہیں) یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آیت تطہیر کا نزول ازواج مطہراتؓ کے حق میں تھا اور آنجناب ﷺ نے ان چہار افراد کو بھی اپنی دعا کے ذریعے اس وعدہ میں شامل فرمایا اگر آیت کا نزول ان چہار نفوس کے حق میں تھا تو ان کے لیے دعا کی حاجت نہ تھی آنجناب ﷺ نے تحصیل حاصل کیوں فرمائی؟ اور اسی وجہ سے ام سلمة رضی اللہ عنہا کو اس دعا میں شامل نہیں فرمایا تھا کہ یہ دعا اس

---

[1] تحفہ اثناء عشریہ ص ۲۰۳ طبع جدید لاہور در بحث آیت تطہیر۔

کے حق میں تحصیل حاصل تھی۔
مختصر یہ ہے کہ حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کو اس فضیلت میں بذریعہ دعا شامل فرمایا گیا اور یہ چیز ان کے حق میں عمدہ شرف ہے۔

نوٹ

یہ بحث آیت تطہیر و حدیث کساء قبل ازیں ہم نے اپنی تالیف "بنات اربعہ" کے صفحہ ۴۰۵-۴۰۶ پر ذکر کر دی تھی۔ مزید تفصیل وہاں "وہم ثالث" کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔
نیز اس دور کے جید عالم و محقق حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مد ظلہم نے اپنی تالیف "تکملہ فتح الملہم" جلد خامس ۱۰۵-۱۰۶ باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے تحت روایت کساء پر عمدہ بحث درج کر دی ہے اور وہ استفادہ کے قابل ہے۔

دعوت مباہلہ اور حسنین رضی اللہ عنہما کی فضیلت

مباہلہ کا واقعہ اہل نجران کے نصاریٰ کے ساتھ ۹ھ میں پیش آیا تھا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اہل نجران کے نصاریٰ کو دعوت اسلام دی گئی تو ان کی طرف سے اکابر نصاریٰ کا ایک وفد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے مذہبی مسائل میں گفتگو کی لیکن اس میں انہوں نے کج بحثی اختیار کی اور جو چیزیں جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں ان پر نصاریٰ کو تسلی نہ ہوئی۔
اس موقع پر سورۃ آل عمران کی درج ذیل آیات نازل ہوئیں جن میں ذکر ہے کہ:---

فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

(پ ۳ سورۃ آل عمران)
اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں

آپ کے پاس علم آجانے کے بعد جھگڑا کرے) تو کہہ دیجئے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم اپنی ذاتوں کو بلائیں تم اپنی ذاتوں کو بلاؤ پھر ہم گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں اور جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کریں۔

تو اس موقعہ پر جناب نبی اقدس ﷺ نے اس ارشاد خداوندی کے مطابق اہل نجران کے نصاریٰ کو مباہلہ کی دعوت دی لیکن وہ اپنے اکابر سے مشورہ کی بنا پر مباہلہ کے لیے آمادہ نہ ہوئے اور مسلمانوں کو جزیہ دینا قبول کرلیا اور اس طرح مباہلہ کی نوبت پیش نہیں آئی۔

بعض روایات کے مطابق جناب نبی کریم ﷺ نے مباہلہ کے لیے تیاری فرمائی تو اس موقعہ پر مباہلہ میں شامل کرنے کے لیے حضرت علی المرتضیٰ حسنین شریفین اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ بلا لیا اور یہ روایت اپنی جگہ پر درست اور صحیح ہے۔ (یاد رہے کہ جناب نبی اقدس ﷺ کی دیگر تینوں صاحبزادیاں اس واقعہ سے پہلے انتقال فرما چکی تھیں)

نیز اس مقام میں دیگر روایات بھی پائی جاتی ہیں جن میں مذکور ہے کہ جناب نبی اقدس ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد حضرت عثمان ذوالنورین اور ان کی اولاد اور حضرت علی المرتضیٰ اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم کو بھی مباہلہ میں شمول کے لیے اپنے ساتھ لائے تھے۔[1]

ان تمام روایات پر نظر کرنے سے یہ چیز معلوم ہوتی ہے کہ اگر مباہلہ کی نوبت آتی تو جناب نبی اقدس ﷺ ازواج مطہرات کو حسب حکم خداوندی اس میں ضرور شامل کرتے جس طرح آپ نے حضرت علی و سیدہ فاطمہ اور حسنین شریفین کو اس میں شامل کرنا منظور فرمایا تھا اور اسی طرح حضرات خلفاء ثلاثہؓ اور ان کی اولادوں کے علاوہ اپنی ازواج مطہرات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی

---

[1] (۱) تفسیر الدر المنثور للسیوطی ص ۴۰ ج ۲ تحت آلایۃ قل تعالوا۔۔۔

(۲) تفسیر روح المعانی سید محمود آلوسی" ص ۱۹۰ ج ۳ پارہ سوم تحت الایۃ

(۳) تفسیر للشوکانی ص ۲۸ ج ۳ تحت آیۃ مباہلہ پارہ سوم۔

شامل کرنا ملحوظ خاطر تھا۔[1]

یعنی اگر واقعہ مباہلہ پیش آتا تو ان سب حضرات کو بھی شامل فرمایا جاتا۔

فلہذا اس واقعہ میں جس طرح دیگر حضرات کی فضیلت کا ثبوت پایا جاتا ہے اسی طرح حضرات حسنین شریفین کی فضیلت اور عزت افزائی ثابت ہوتی ہے جس کو ہم صحیح طور پر تسلیم کرتے ہیں۔

البتہ خوارج ان نظریات کے خلاف ہیں اور وہ ان کی عظمت اور فضیلت کو تسلیم نہیں کرتے۔

تنبیہ

مسئلہ ہذا قبل ازیں ہماری تالیفات۔

۱۔ بنات اربعہ میں وھم سادس (۶) کے تحت ص ۴۲۲ تا ص ۴۲۹ پر اور

۲۔ سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں عنوان "وفد اہل نجران اور واقعہ مباہلہ" کے تحت باحوالہ درج کیا جا چکا ہے متعلقہ تفصیلات وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن سلوک اور رعایت کا فرمان

ان حضرات رضی اللہ عنہم کے فضائل کے سلسلہ میں چند ایک چیزیں سابقاً ذکر کی ہیں اور مزید بھی ان کے فضائل و مناقب بیشتر روایات میں پائے جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک معروف روایت ہے جسے "حدیث ثقلین" کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور اولاد شریف کے مقام و مرتبہ کو بیان کیا گیا۔ چنانچہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔۔۔

انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب الله و عترتی اہل بیتی رواہ ترمذی۔[2]

یعنی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے

---

[1] سیرۃ حلبیہ ص ۲۴۰ ج ۳ تحت باب یذکر فیہ ما یتعلق بالوفود التی وفدت علیہ صلی اللہ علیہ وسلم

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۹ الفصل الثانی باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اگر تم اس کے ساتھ تمسک کرو اور اسے پکڑو تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے وہ اللہ کی کتاب ہے اور میری اولاد اور اہل بیت ہیں۔

اسی طرح اس مضمون کی متعدد روایات کتب حدیث میں مروی ہیں فرمان نبوی ہذا میں اس بات کی نصیحت فرمائی گئی ہے کہ

ان حضرات کے ساتھ مودت اور محبت سے پیش آنا ہوگا اور ان کی تعظیم اور توقیر ملحوظ رکھنا ہوگی اور ان کے حقوق کی رعایت کرنی ہوگی تاکہ ان پر مظالم نہ ہوں اور سختی نہ کی جائے۔

مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کے ساتھ تمسک کیا جائے اور اس پر عمل در آمد کیا جائے اور جناب نبی کریم ﷺ کے ازواج مطہرات اور اولاد شریف رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن معاملہ کیا جائے اور ان کے حقوق کو ملحوظ رکھا جائے اور ان کی توقیر و تعظیم پیش نظر رہے۔

تنبیہ

حدیث ثقلین کے متعلق بہت سی ابحاث فریقین میں جاری ہیں اور اس روایت کی تفصیل میں دونوں فریقوں نے بہت کچھ تحریر کیا ہے۔

بندہ نے بھی اس روایت پر "حدیث ثقلین" کے نام سے ایک کتابچہ تحریر کیا تھا جو متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

لہذا اس روایت کی تفصیلات مطلوب ہوں تو مذکورہ کتابچہ کی طرف رجوع فرما سکتے ہیں۔

الفصل الثانی

عہد خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم

عہد صدیقی

سابقا فصل اول میں حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کے وہ حالات ذکر کیے گئے ہیں جن کا تعلق عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور دور نبوی میں جو احوال جستہ جستہ دستیاب ہو سکے ان کو ذکر کیا گیا۔

...اب اس کے بعد حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں جو واقعات حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے متعلق دستیاب ہوئے ہیں ان کو ایک ترتیب کے ساتھ ذکر کرنا مقصود ہے (بعونہ تعالیٰ)

اور یہ واقعات ایک جستجو کے اعتبار سے جو میسر ہو سکے ہیں ان کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس نوع کے تمام واقعات کو زیر قلم کر لینا بڑا مشکل امر ہے۔

قدر دانی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کی بہت عزت افزائی اور قدر دانی فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ:...

و قد كان الصديق يجله ويعظمه ويكرمه و يحبه ويتفداه...الخ[1]

---

[1] البدایہ لابن کثیرؒ ص ۳۶ ج ۸ تحت تذکرہ حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی تکریم اور تعظیم ملحوظ رکھتے تھے اور ان کے ساتھ محبت کرتے اور ان پر فدا ہوتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں صدیقی عہد خلافت کے چند ایک واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

اظہار محبت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کا ایک واقعہ ہے کہ:---

ایک صحابی عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر تشریف لائے حضرت علی المرتضیٰ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

یہ حضرات حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حسن کو اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمانے لگے کہ۔

یہ فرزند تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل ہیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ یہ کلام سن کر تبسم فرما رہے تھے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ:---

عن عقبة بن الحارث قال رأيت ابا بكر رضي الله عنه حمل الحسن رضي الله عنه وهو يقول بابي شبيه بالنبي صلى الله عليه وسلم ليس شبيه بعلي رضي الله عنه وعلي رضي الله عنه يضحك۔[1]

---

[1] (۱) بخاری شریف ص ۵۳۰ ج اول باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما طبع دہلی۔
(۲) مشکواۃ شریف ص ۵۷۲ الفصل الثالث باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(۳) الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) ص ۱۶۸ ج ۲۳ تحت فصل فی ان الحسن بن علی کان یشبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ---الخ
(۴) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۸ ج ۷ تحت الحسن بن علیؓ، طبع بیروت۔
(۵) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۳۳ ج ۸ تحت الحسن بن علیؓ سنۃ ۴۹ھ (طبع اول مصری)
(۶) رحماء بینہم حصہ صدیقی از مولف کتاب ہذا ص ۴۰۲ تحت فصل اول۔
(۷) السنن الکبریٰ للنسائی ص ۴۸ جلد ۵۔ طبع بیروت۔

شیعہ کی طرف سے تائید

شیعہ کے قدیم مورخ یعقوبی نے اپنی تاریخ یعقوبی جلد ثانی میں واقعہ مندرجہ بالا عبارت ذیل نقل کیا ہے:---

ان ابا بکر قال لہ وقد لقیہ فی بعض طریق المدینۃ بابی شبیہ بالنبی غیر شبیہ بعلی"[1]

یعنی مدینہ شریف کے بازار میں (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک بار حسن ابن علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا یہ فرزند تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات ایک دوسرے کی قدر دانی کرتے تھے اور فضیلتوں کا باہم اقرار کرتے تھے۔

عہد فاروقی

قبل ازیں عہد صدیقی رضی اللہ عنہ کے چند ایک واقعات ذکر کیے ہیں اب اس کے بعد حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کے وہ واقعات پیش کیے جاتے ہیں جن کا تعلق عہد فاروقی سے ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر دو نواسوں کے ساتھ بڑے احترام واکرام سے پیش آیا کرتے تھے۔

پوشاک کا عطیہ

مورخین نے لکھا ہے کہ:---

جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتوحات کثیرہ ہوئیں اور بہت سے غنائم مدینہ منورہ پہنچے۔

ایک بار بہت سی عمدہ پوشاکیں اور کپڑے علاقہ یمن سے دربار خلافت میں آئے

---

[1] تاریخ یعقوبی ص ۱۱۷ ج ۲ طبع جدید بیروت سن طباعت (۱۹۶۰ء-۱۳۷۹ھ)

تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولادوں کو پوشاکیں عنایت فرمائیں اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیے ان میں کوئی مناسب پوشاک نہ تھی۔

اس پر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے والی یمن کو پیغام ارسال فرمایا کہ:---

ان دونوں صاحبزادوں کے شایان شان لباس تیار کر کے بھیجا جائے چنانچہ جب وہ لباس تیار ہو کر آیا اور حسنین شریفین نے زیب تن کیا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب میری طبیعت خوش ہوئی ہے۔

حماد بن زید عن معمر عن الزھری ان عمر رضی اللہ عنہ کسا ابناء الصحابة ولم یکن فی ذالک ما یصلح للحسن والحسین فبعث الی الیمن فاتی بکسوة لھما فقال الان طابت نفسی۔[1]

مالی حقوق کی رعایت

اب اس کے بعد یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ عہد فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کے مالی حقوق کی پوری طرح رعایت کی جاتی تھی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے وظائف دیگر حقداروں کی طرح حسب مراتب ادا کیے جاتے تھے۔

---چنانچہ اس سلسلہ میں چند ایک حوالہ جات پیش خدمت ہیں:---

۱۔ ---امام جعفر صادقؒ اپنے والد گرامی امام محمد باقرؒ سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت

---

[1] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۹۱ ج ۳ تحت تذکرہ حسین رضی اللہ عنہ

(۲) سیرۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ص ۹۷ لابن الجوزی۔ طبع مصر۔

(۳) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۲۰۷ ج ۸--- فصل فی ذکر شی من فضائلہ

(۴) ریاض النضرۃ لمحب الطبری ص ۲۸-۲۹ ج ۲ طبع مصر۔

(۵) کنز العمال ص ۱۰۶ ج ۷ طبع اول بحوالہ ابن سعد۔

(۶) مختصر تاریخ ابن عساکر ص ۱۲۷ ج ۷ تحت الحسین بن علی رضی اللہ عنہ

عمر رضی اللہ عنہ نے حسنین رضی اللہ عنہما کے وظائف ان کے والد گرامی (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کے برابر مقرر فرمائے۔
اور پانچ پانچ ہزار درہم بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کے موافق سالانہ عطا فرمایا کرتے تھے۔

عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان عمر الحق الحسن والحسین بابیھما وفرض لھما فی خمسة الاف خمسة آلاف۔[1]

ان عمر بن الخطاب لما دون الدیوان و فرض العطاء الحق الحسن والحسین بفریضة ابیھما مع اھل بدر لقرابتھما من رسول اللہ ﷺ ففرض لکل واحد منھما خمسة الاف درہم۔[2]

مندرجہ بالا روایت کا مفہوم یہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دفتر قائم کیا اور لوگوں کے وظائف مقرر کیے تو حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کے لیے بھی ان کے والد گرامی کے وظیفہ کے مطابق وظیفہ مقرر کیا جو کہ بدری صحابہ کرام کے مساوی تھا اس بنا پر کہ یہ حضرات جناب نبی اقدس ﷺ کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے اور اس وظیفہ کی مقدار پانچ ہزار درہم فی کس (سالانہ) مقرر کی گئی۔

---

[1] (۱) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام ص ۲۲۴۔ باب فرض الاعطیۃ من الفئی طبع مصر۔
(۲) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۲۷ ج ۷ تحت الحسین بن علی رضی اللہ عنہ
(۳) شرح معانی الآثار للطحاوی" ص ۱۸۱ ج ۲ آخر کتاب وجوہ الفئی و قسم الغنائم۔ طبع دہلی۔
(۴) ذخائر العقبیٰ ص ۱۳۵۔ تحت ذکر جعل عمر رضی اللہ عنہ عطاھما مثل عطا ابیھما۔

[2] (۱) تہذیب ابن عساکر لابن بدران ص ۲۱۲ ج ۴ تحت الحسن بن علی رضی اللہ عنہ ۔
(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی مع الجوہر النقی ص ۳۵۰ ج ۶ کتاب القسم من الفئی والغنیمۃ۔
(۳) البدایہ لابن کثیر" ص ۳۶ ج ۸ تحت سنۃ ۴۹ھ۔
(۴) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۴۷ ج ۷ تحت الحسین رضی اللہ عنہ

کسریٰ کے خزائن کی تقسیم

... مشہور محدث عبدالرزاق نے اپنے "المصنف" جلد یازدھم (۱۱) باب الدیوان میں ذکر کیا ہے کہ کسریٰ کے خزائن جب عہد فاروقی میں پہنچے تو اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تقسیم کے معاملہ میں مشورہ دریافت کیا کہ ان خزائن اور اموال کو پیمانے سے ماپ کر تقسیم کیا جائے یا ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے اندازہ کرکے لوگوں کو دیا جائے۔

تو اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یوں مشورہ دیا کہ:--- ہاتھوں کی ہتھیلی سے دینا کافی ہے۔

پھر لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بلا کر ہتھیلیوں سے ماپ کر دیا اور پھر سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر اسی طرح دیا پھر اور لوگوں کو بلا بلا کر دینا شروع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفتر قائم کیا اور مہاجرین میں سے ہر مہاجر کے لیے پانچ ہزار درہم سالانہ اور انصار میں سے ہر انصاری کے لیے چار ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا اور ازدواج مطہرات میں سے ہر ایک خاتون کے لیے بارہ ہزار درہم سالانہ وظیفہ متعین کیا۔

ثم قال أنكيل لهم بالصاع ام نحثوا؟ فقال علی رضی اللہ عنہ بل احثوا لهم- ثم دعا حسن بن علی رضی اللہ عنہ اول الناس محثاله ثم دعا حسينا ثم اعطى الناس- و دون الديوان و فرض للمهاجرين لكل رجل منهم خمسة آلاف درهم فی كل سنة و للانصار لكل رجل منهم اربعة آلاف درہم و فرض لازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لكل امراة منهن اثنی عشر الف درهم---الخ-[1]

---

[1] المصنف لعبد الرزاق ص ۱۰۰ ج ۱۱ باب الدیوان۔ (طبع مجلس علمی)

خمس عراق سے وظائف

۴۔ اکابر علماء نے اس سلسلہ میں یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ:۔۔۔
ایک بار جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہمارے پاس عراق کے مفتوح ہونے کے بعد خمس آئے گا تو ہم ہر غیر شادی شدہ ہاشمی کی تزویج کر دیں گے اور جس ہاشمی کے پاس خادمہ (لونڈی) نہ ہوگی اسے خدمت کے لیے خادمہ دیں گے۔
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خمس سے عطیات دیا کرتے تھے۔

عن حماد بن زید عن النعمان بن راشد عن الزهری ان عمر بن الخطابؓ قال ان جاء نی خمس العراق لادع هاشمیا الا زوجته ولا من لا جاریة له الا اخدمته قال وکان یعطی الحسن والحسین۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خانہ میں آمد و رفت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی دختر ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا اس سلسلہ رشتہ داری کی بنا پر حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کی آمد و رفت اپنی بہن کے ہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہوتی تھی اور باہم نشست و برخاست رہتی تھی۔
چنانچہ محدثین نے یہ چیز ایک فقہی مسئلہ کے تحت ذکر کی ہے کہ:۔۔۔
انسان اپنی بہن یا بیٹی کے بالوں پر نظر کر سکتا ہے' چنانچہ ابن ابی شیبۃ نے اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ:۔۔۔

---

[1] (۱) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام ص ۳۳۵ باب سہم ذوی القربی من الخمس۔
(۲) ریاض النضرۃ لمحب الطبری ص ۲۸ ج ۲ باب ذکر صلۃ اقارب رسول صلی اللہ علیہ وسلم
(۳) کنز العمال لعلی متقی الہندی ص ۳۰۵ ج ۲ روایت ۶۳۷۸ طبع اول دکن۔
(۴) رحماء بینھم از مولف کتاب ہذا ص ۱۸۶۔۱۸۷ باب دوم فصل رابع تحت تکمیل فوائد۔ (حصہ فاروقی)

عن ابی البختری عن ابی صالح ان الحسن والحسین کانا ید خلان علی اختھما ام کلثوم وھی تمشط۔[1]

یعنی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی بہن ام کلثوم کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے اس حالت میں کہ وہ (بعض اوقات) اپنے سر کے بالوں میں کنگھی کر رہی ہوتی تھیں۔

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے فرمان پر بلال رضی اللہ عنہ کی اذان

عہد فاروقی میں فتح بیت المقدس کے موقعہ پر جناب امیرالمومنین حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ آنموصوف رضی اللہ عنہ نے ملک شام میں اقامت کے لیے حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ سے اجازت لے لی اور وہیں مقیم ہو گئے۔

اس دور کا ایک واقعہ علماء تراجم نے ذکر کیا ہے کہ:۔۔۔

جناب بلال رضی اللہ عنہ خواب میں جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

ما ھذہ الجفوۃ یا بلال ما آن لک ان تزورنا

یعنی اے بلال یہ کیا جفا ہے؟ کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ تم ہماری ملاقات کرو؟

۔۔۔ تو بلال رضی اللہ عنہ بڑے غمناک اور خوفزدہ حالت میں بیدار ہوئے اور اسی وقت مدینہ طیبہ کی طرف سفر اختیار کیا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک پر آپہنچے اور گریہ زاری کرتے اور بے ساختہ مزار مبارک پر لوٹتے پوٹتے تھے۔ یہ ان کی وارفتگی کی کیفیت تھی۔

---

[1] (۱) المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۳۶ ج ۴ تحت کتاب النکاح۔ طبع جدید دکن باب ما قالو فی الرجل ینظر الی شعر اختہ اوابنتہ۔

(۲) رحماء بینھم حصہ فاروقی ص ۲۵۶ تحت امر رابع۔۔۔ مولف کتاب ہذا)

اس موقع پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو اپنے جسم سے لگایا اور چومنے لگے۔

تو اس وقت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ آج صبح کی اذان کہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ بات تسلیم کرلی اور پھر صبح کے وقت مسجد نبوی کی چھت پر چڑھے اور اسی مقام پر کھڑے ہوگئے جہاں عہد نبوی میں اذان کے لیے کھڑے ہوتے تھے اور پھر انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا:۔۔۔

فلما قال الله اکبر الله اکبر ارتجت المدینة فلما قال اشهد ان لا اله الا الله زادت رجتها فلما قال اشهد ان محمدا رسول الله خرج النساء من خدورهن فما رأی یوم اکثر باکیا و باکیة من ذالک الیوم[1]

حاصل کلام یہ ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کے کلمات ادا کیے تو اہل مدینہ میں اضطراب پیدا ہوگیا اور پریشانی طاری ہوگئی اور جب انہوں نے کلمہ لا الہ الا اللہ دوہرایا تو لوگوں میں ہیجان اور زیادہ ہو اور جب کلمہ اشهد ان محمد رسول اللہ بلال رضی اللہ عنہ نے پڑھا تو مدینہ کی پردہ دار خواتین بھی اپنے گھروں سے باہر نکل آئیں اور اس موقعہ پر تمام اہل مدینہ مرد وزن روتے ہوئے دیکھے گئے (گویا گذشتہ دور رسالت کا ایک نقشہ سامنے آگیا اور اس مقدس عہد کی یاد تازہ ہوگئی)

اسلامی جہاد میں شرکت اور کرامت کا ظہور

شیعہ علماء نے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت ذکر کی ہے اور واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ:۔۔۔

---

[1] (۱) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر الجزری ص ۲۰۸ ج اول تحت بلال بن رباح
(۲) کتاب وفاء الوفاء للسمہودی ص ۱۳۵۶-۱۳۵۷ ج ۴ بحوالہ ابن عساکر الباب الثامن الفصل الثانی۔ طبع ثانی۔ بیروت۔
(۳) آثار السنن للشیخ محمد بن علی النیموی ص ۱۲۷ ج ۲۔ طبع کلکتہ۔

شہر اصفہان میں ایک مسجد ہے وہاں کے لوگ اسے لسان الارض کہتے ہیں یہ مسجد فاضل ہندی کی قبر کے نزدیک ہے۔

وہاں کے اکابر کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے عہد میں اسلامی لشکر کے ساتھ امام حسن رضی اللہ عنہ فتوحات کے سلسلہ میں یہاں تشریف لائے تو اس وقت یہ زمین جناب امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہمکلام ہوئی اور اس نے گفتگو کی اس وجہ سے لوگ اس مقام کو لسان الارض کہتے ہیں۔

چنانچہ اس واقعہ کو شیخ عباس القمی نے اپنی تصنیف تتمة المنتهی فی وقائع ایام الخلفاء میں عبارت ذیل تحریر کیا ہے۔

مسجدے ست در بلدہ (اصفہان) معروف "بلسان الارض" در طرف شرقی مزار تخت فولاد نزدیک بہ قبر فاضل ہندی اہل آنجا میگویند کہ موضع زمین با حضرت امام حسن مجتبی علیہ السلام تکلم کردہ در زمانیکہ آنحضرت در ایام خلافت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بالشکر اسلام بجہت فتوحات بایں مکان تشریف آوردہ و ازیں جہت اور السان الارض میگونید[1]

روایت ہذا کے ذریعے جناب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی کرامت کا وقوع پایا گیا اور ثابت ہوا کہ آنموصوف رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں اسلامی عساکر میں شمولیت کرتے تھے اور جنگی معاملات میں حصہ لیتے تھے۔ یہ چیز خلفاء اسلام کے ساتھ امام موصوف رضی اللہ عنہ کے حسن روابط پر دال ہے اور دینی امور میں حصہ لینے کی نشاندہی کرتی ہے۔

تنبیہ

اس واقعہ کے ثبوت اور صحت کے ذمہ دار شیعہ علماء ہیں ہم نے بطور الزام ان سے نقل کیا ہے۔

---

[1] (۱) تتمة المنتهی شیخ عباس القمی ص ۲۷۲-۲۹۰ تحت خلافت معتضد باللہ۔

(۲) رحماء بینہم حصہ فاروقی ص ۲۶۵-۲۶۶ تحت فصل سوم باب سوم (از مولف کتاب ہذا)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فکر آخرت اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی گواہی

اس سلسلہ میں ابن عساکر کے حوالہ سے کنزالعمال میں روایت مذکور ہے کہ راوی ابو مطر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے (جب مجوسی ابولولو نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ کردیا تھا) میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچا وہ پریشانی کے عالم میں تھے تو میں نے کہا کہ اے امیرالمومنین آپ اس طرح کیوں اضطراب اور پریشانی میں ہیں؟ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے حق میں جو آسمانی فیصلہ ہے وہ مجھے معلوم نہیں کہ جنتی ہوں یا دوزخی؟ اس وجہ سے پریشان ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ آپ کو جنت کی خوشخبری ہو۔ میں نے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے شمار دفعہ سنا کہ آپ فرماتے تھے پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ابوبکر و عمر ہوں گے اور یہ بڑے عمدہ سردار ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ آپ اس بشارت کے گواہ ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں میں گواہ ہوں اور حسن رضی اللہ عنہ کو بھی کہا کہ تو بھی اس امر کی شہادت دے کہ بفرمان نبوی عمر رضی اللہ عنہ اہل جنت میں سے ہیں۔

فقلت له ابشر بالجنة فانی سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول مالا احصيه سيدا كهول اهل الجنة ابوبكر و عمر وانعما فقال شاهدانت لی یا علی رضی اللہ عنہ بالجنة؟ قلت نعم وانت يا حسن فاشهد علی ابيك ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال ان عمر من اهل الجنة۔[1]

تنبیہ

اس مقام میں یہ ذکر کردینا مفید ہے کہ روایت ہذا میں ایک استثناء (الا النبین

---

[1] (۱) کنزالعمال (بحوالہ ابن عساکر) ص ۳۶۴ ج ۶ تحت باب فضائل عمر۔ فصل فی وفاتہ طبع دکن۔

(۲) رحماء بینھم (حصہ فاروقی) از مولف کتاب ہذا ص ۲۷۷ تحت فصل چہارم باب سوم۔

والمرسلین) کا لحاظ اور اعتبار کیا جاتا ہے۔

اس امر کا ذکر ہم نے قبل ازیں رحماء بینھم حصہ صدیقی کے صفحات ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲ باب چہارم میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اور یہاں یہ روایت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی گواہی کے سلسلہ میں دوبارہ ذکر کی گئی ہے۔

عہد عثمانی

سابقہ صفحات میں حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کے متعلق وہ چند چیزیں ذکر کی گئی ہیں جن کا تعلق عہد فاروقی کے ساتھ تھا۔ اس دور کے تمام احوال تو ذکر نہیں ہو سکے۔ تاہم بعض جستہ جستہ واقعات پیش کر دیئے ہیں۔

اب اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان حضرات رضی اللہ عنہما سے متعلق جو امور پائے جاتے ہیں ان کو ایک ترتیب سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس دور کے ان حضرات رضی اللہ عنہما سے متعلق تمام واقعات کو فراہم کر لینا نہایت مشکل کام ہے۔ لیکن اپنی ناقص جستجو کی حد تک چند واقعات زیر قلم کیے جاتے ہیں۔

عہد فاروقی میں حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما اپنی کم سنی کے باعث کسی اہم دینی کام اور ملی امور میں حصہ نہیں لے سکے تھے البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ حضرات رضی اللہ عنہما دور شباب میں داخل ہو چکے تھے اور سن رشد کو پہنچ چکے تھے۔

اور ملی و دینی امور میں حصہ لینے کے اہل ہو چکے تھے۔ اس بنا پر ان ایام سے ان کی عملی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔

تمہیدی مسئلہ

حضرات (حسنین کریمین رضی اللہ عنہما) کے متعلقہ عہد عثمانی کے واقعات ذکر کرنے سے قبل بطور تمہید کے ہم اس چیز کی وضاحت کر دینا بہتر خیال کرتے ہیں کہ۔

خلافت عثمانی میں اہل اسلام کی عام پبلک کے مالی حقوق خلیفہ اسلام کی طرف سے پورے کیے جاتے تھے اور ہر ایک مستحق کو اس کا حق دیا جاتا تھا اسی طرح ہاشمی حضرات اور نبی اقدس ﷺ کے "اقرباء" کے بھی مالی حقوق حسب استحقاق شرعی ادا کیے جاتے تھے اور خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان حضرات کے ساتھ نہایت شفقت آمیز معاملہ رکھتے تھے۔ مالی حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اُس دور کے اکابر کی طرف سے چند ایک روایات ذکر کرنا ہم مفید خیال کرتے ہیں۔

ان روایات کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ چیز واضح ہو جائے گی کہ عہد عثمانی میں ہر ایک حقدار کو اس کے حق کے موافق مالی حصہ حاصل ہوتا تھا اور اسی طرح نبی اقدس ﷺ کے اقرباء کے مالی حقوق اور ان کے مالی حصے پوری طرح ادا کیے جاتے تھے۔ ان کے حقوق کا ضیاع نہیں ہوتا تھا۔

عروۃ بن الزبیر کی شہادت

قدیم مورخ عمرو بن شبۃ النمیری (المتوفی ۲۶۲ھ) نے اپنی تاریخ مدینہ المنورہ میں اپنی سند کے ساتھ مشہور تابعی عروۃ بن الزبیر کا قول ذکر کیا ہے کہ:---

عروۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کو پایا۔ اس دور میں اہل اسلام میں سے ہر شخص کے لیے مالی حق مقرر تھا (جو اس کو ملتا تھا)

۱۷۹۳ عن عروۃ بن الزبیر قال ادرکت زمن عثمان رضی اللہ عنہ وما من نفس مسلمۃ الا ولہا فی مال اللہ حق۔[1]

یہ ایک مشہور ثقہ تابعی کی گواہی ہے کہ عہد عثمانی میں مسلمانوں کے مالی حقوق کا لحاظ کیا جاتا تھا اور ان کے یہ حقوق انہیں صحیح طور پر حاصل تھے۔ کسی حقدار کا مالی حق ضائع نہیں ہوتا تھا۔

حسن بصریؒ کی شہادت

حسن بصریؒ ایک مشہور ثقہ تابعی ہیں یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کی کیفیت

[1] تاریخ المدینۃ المنورہ لابن شبہ۔ ص ۱۰۳۵ ج ۲ تحت باب تواضع عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کو پایا ہے اس وقت میں ایک نوخیز جوان تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں اموال کی تقسیم ہوتی تھی اور خلیفہ اسلام کی طرف سے اعلان کیا جاتا تھا کہ اے مسلمانو! صبح پہنچ کر اپنے وظائف آکر لے جایئے تو وہ صبح کو پہنچتے اور اپنے مالی وظائف حاصل کرتے اور پھر اس طرح ندا ہوتی کہ اے مسلمانوں کی جماعت! صبح آکر اپنی پوشاکیں اور لباس لے جایئے۔ پس پوشاکیں اور کپڑے لائے جاتے اور ان کے درمیان تقسیم کر دیئے جاتے اور حضرت حسن بصری سے اس طرح بھی روایت ہے کہ خلیفہ اسلام کی طرف سے منادی ہر روز ندا کیا کرتا تھا کہ آیئے اپنے عطیات کی طرف آیئے اور یہاں تک کہتا کہ آکر روغن زرد (گھی) اور شہد لے جایئے۔

اس مقام میں جناب حسن البصری ؒ اس دور کی عمومی کیفیت ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:---

۱۔ دشمنان اسلام اہل اسلام سے دور بھاگتے تھے۔

۲۔ اور مالی عطیات اہل اسلام میں تقسیم کیے جاتے تھے۔ (یعنی انہیں اپنے مالی حقوق کماحقہ حاصل ہوتے تھے)

۳۔ اور اہل اسلام کے مابین معاملات بہت اچھے تھے (یعنی باہم اتفاق تھا نفاق نہیں تھا)

۴۔ اور ہر خیر کی کثرت تھی۔ (یعنی خیر و برکت کی بہتات تھی)

۵۔ اور زمین پر کوئی مومن دوسرے مومن سے خائف نہیں تھا (یعنی امن و سلامتی اور خوشحالی کا دور تھا۔)

ابن شبہ النمیری نے اس مضمون کو بعبارت ذیل نقل کیا ہے کہ:---

حدثنا مبارک بن فضالة عن الحسن قال رأیت عثمان رضی اللہ عنہ وما من یوم الا و مناد ینادی ھلم الی اعطیاتکم حتی واللہ یذکر السمن والعسل۔

سمعت الحسن یقول ادرکت عثمان رضی اللہ عنہ وانا یومئذ قد راھقت الحلم فسمعته یخطب ' وما من یوم الا وھم

یقسمون فیہ خیرا- یقال یا معشر المسلمین اغدوا علی ارزاقکم فیغدون ویاخذونھا وافرۃ-

یا معشر المسلمین اغدوا علی کسوتکم فیجاء بالحلل فتقسم بینھم- قال الحسن حتی واللہ سمع اوس یقال اغدوا السمن والعسل قال الحسن' والعدو ینفر والعطیات دارۃ و ذات البین حسن والخیر کثیر ما علی الارض مومن یخاف مومنا-[1]

اس دور کے اکابر تابعین کے ذریعے اصل مسئلہ پر دو شہادتیں پیش کر دی ہیں-

معاشی خوشحالی

ان حوالہ جات سے اصل مقصد کے لیے تائید حاصل کرنا مقصود ہے- اس طرح کہ جب اس دور کے اہل اسلام کے مالی حقوق بڑے اہتمام کے ساتھ ادا کیے جاتے تھے اور حقداروں کے ادائے حق کی پوری طرح رعایت کی جاتی تھی اور بلا بلا کران کے وظائف تحائف اور عطایا ان کو دیئے جاتے تھے--- تو ظاہر بات ہے کہ خاندان بنی ہاشم اور رشتہ داران نبوی ﷺ اور آنجناب ﷺ کے ازدواج مطہرات و اولاد شریف کے مالی حقوق (از قسم خمس و غنائم و عطایا و ھدایا وغیرہ وغیرہ) بھی صحیح طور پر ان حضرات کے لیے پورے کیے جاتے تھے اور ان کی ادائیگی کا تسلی بخش انتظام کیا جاتا تھا-

حاصل مقصد یہ ہے کہ اس دور میں حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کے معاشی حالات بہت اچھے تھے اور فارغ البال تھے مالی احوال کے اعتبار سے ان حضرات کو کسی قسم کی پریشانی نہیں تھی اور وہ اس پہلو سے مطمئن اور بے فکر ہو کر دینی و ملی کاموں میں مصروف رہتے--- اور اسلام کی ترقی کے امور میں شامل و شریک ہوتے تھے-

---

[1] (۱) تاریخ المدینۃ المنورہ لابن شبۃ ص ۱۳۵ ص ۲ تحت باب تواضع عثمان رضی اللہ عنہ

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر ص ۷۲-۷۳ ج ۳ تحت ذکر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

(۳) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۲۱۳ ج ۷ تحت فصل ذکر شیئی فی سیرتہ (عثمان رضی اللہ عنہ)

عہد عثمانی میں حسنین رضی اللہ عنہما کی ملی خدمات

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما بھی اہم امور میں شریک و شامل ہوتے تھے اور اسلامی جہاد اور جنگی مواقع میں معاون و مددگار ہوتے تھے۔

اس سلسلہ میں ہم ذیل میں شرکت جہاد کے بعض واقعات ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

غزوہ طرابلس و افریقہ وغیرہ (۲۶ھ)

علماء تاریخ نے اس واقعہ کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ:۔۔۔

۲۶ھ میں جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح علاقہ مصر کے امیر اور والی مقرر ہوئے تو انہوں نے خلیفہ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مغربی ممالک طرابلس وغیرہ اور افریقہ کی طرف مساعی جہاد کے لیے اذن طلب کیا تو اس موقعہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس معاملہ میں مشورہ طلب کیا تو ان حضرات نے جہاد پر جانے کا مشورہ دیا کہ ان اطراف میں اسلامی لشکر کو پیش قدمی کرنی چاہیے۔

اندریں حالات مدینہ طیبہ سے جہاد کے لیے ایک لشکر مرتب کیا گیا جس میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت شامل ہوئی۔

(۱) عبداللہ بن العباس (۲) عبداللہ بن عمر (۳) عبداللہ بن عمرو بن العاص (۴) عبداللہ بن جعفر (۵) الحسن بن علی المرتضیٰ (۶) الحسین بن علی المرتضیٰ (۷) عبداللہ بن الزبیر وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضرات بھی اس میں شریک و شامل تھے اور یہ جیش اسلامی (۲۶ھ) میں عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کی نگرانی و قیادت میں جہاد کے لیے روانہ ہوا اور برقہ کے مقام پر عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اس کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت تھی پھر یہ تمام حضرات طرابلس پھر افریقہ وغیرہ کی طرف روانہ ہوئے اور ملک کے مختلف علاقہ جات میں انہوں نے اپنے مجاہدین پھیلا دیئے۔

ابن خلدون ذکر کرتے ہیں کہ:۔۔۔

ثم لما ولی عبداللہ بن ابی سرح استاذن عثمان فی ذالک واستمدہ فاستشار عثمان الصحابۃ فاشارو ابہ فجھز العساکر من المدینہ و فیھم جماعۃ من الصحابۃ منھم ابن عباس وابن عمر وابن عمرو بن العاص و ابن جعفر والحسن والحسین و ابن الزبیر و سارو مع عبداللہ بن ابی سرح سنۃ ست وعشرین و لقیھم عقبۃ بن نافع فیمن معہ من المسلمین ببرقۃ ثم ساروالی طرابلس فتھیوا الروم عندھا ثم سارو الی افریقیۃ وبثوا السرایا فی کل ناحیۃ۔[1]

نوٹ

واقعہ ہذا کو بعض مورخین نے ۲۷ھ کے تحت درج کیا ہے۔

غزوہ خراسان و طبرستان و جرجان وغیرہ (۳۰ھ)

سابقہ غزوہ کے چند برس بعد ایک دوسری جنگی مہم پیش آئی اس میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما مجاہدانہ طور پر شریک ہوئے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ سعید بن العاص الاموی کی قیادت میں اسلامی لشکر کوفہ سے ۳۰ھ میں خراسان وغیرہ ممالک کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت سعید بن العاص الاموی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ثالث کی جانب سے کوفہ کے والی و حاکم تھے۔

اس لشکر میں بہت سے اکابر حضرات شریک ہوئے۔ ان میں حضرت حسن بن علی

---

[1] (۱) تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۰۰۳ تحت عنوان ولایۃ عبداللہ بن سرح علی مصر و فتح افریقیہ۔

(۲) تاریخ خلیفہ ابن خیاط ج ۱ ص ۱۳۴ تحت سنۃ ۲۷ھ۔

(۳) رحماء بینھم حصہ عثمانی از مولف کتاب ہذا ص ۱۴۵-۱۴۶ تحت غزوہ طرابلس ۲۶ھ

المرتضٰی، حضرت حسین بن علی المرتضٰی، حضرت عبداللہ بن العباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن الزبیراور حضرت حذیفہ بن الیمانوغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین حضرات شامل تھے۔

مختلف مواضعات اور شہروں پر ان کا گزر ہوا۔ اموال کثیرہ پر صلح و مصالحت ہوتی گئی حتی کہ جرجان کے علاقہ میں جا پہنچے۔

وہاں جنگ و قتال کی نوبت پیش آئی اور اس موقعہ پر صلوٰۃ الخوف بھی پڑھی گئی۔

اسی سفر کے متعلق ابو نعیم اصفہانی "اخبار اصبہان" میں سیدنا حسن مجتبیٰ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے کہ جرجان کے علاقہ کی طرف غزا کے لیے جاتے ہوئے شہر اصبہان میں داخل ہوئے تھے۔

دخل اصبهان غازيا مجتازا الى غزاة جرجان الخ۔

(اخبار اصفہان لابی نعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی ص ۴۴ جلد اول۔ تحت الحسن رضی اللہ عنہ طبع لیڈن۔)

المدائنی کے حوالہ سے ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:---

ذكر المدائنى ان سعيد بن العاص ركب فى جيش فيه الحسن والحسين والعبادلة الاربعة و حذيفة بن اليمان فى خلق من الصحابة وساربهم فمر على بلدان شتى يصالحونه على اموال جزيلة حتى انتهى الى بلد معاملة جرجان فقاتلوه حتى احتاجوا الى صلواة الخوف۔[1]

واقعہ مذکورہ بالا ابن جریر الطبری نے اپنی تاریخ میں ص ۵۷ ج ۵

---

[1] (۱) البدایہ والنھایۃ لابن کثیرؒ ج ۷ ص ۱۵۴ تحت سنۃ ثلاثین من الھجرۃ۔
(۲) تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۰۱۸ تحت عنوان غزوہ طبرستان۔ طبع بیروت۔
(۳) رحماء بینھم حصہ عثمانی از مولف کتاب ہذا ص ۱۴۸۔۱۴۹ تحت غزوہ خراسان--- الخ ۳۰ھ
(۴) تاریخ ابن جریر الطبری ج ۵ ص ۵۷ تحت سنۃ ثلاثین (۳۰ھ) طبع قدیم مصر۔

تحت سنۃ ثلاثین میں عبارت ذیل نقل کیا ہے:---

عن حنش بن مالک قال غزا سعید بن العاص من الکوفۃ سنۃ (۳۰ ھ) یرید خراسان و معہ حذیفۃ بن الیمان و ناس من اصحاب رسول اللہ و معہ الحسن والحسین و عبداللہ بن العباس و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عمرو بن العاص و عبداللہ بن الزبیر--- الخ

مندرجات بالا کی روشنی میں یہ چیز واضح ہوئی کہ:---

عہد عثمانی میں حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما نے اسلامی جہاد میں پوری طرح حصہ لیا اور جنگی مہمات میں شامل و شریک ہوئے اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ملی خدمات میں یہ حضرات پیش پیش رہے اور غنائم وغیرہ حاصل کیے۔

مقصد یہ ہے کہ یہ صرف نازنین صاجزادگان ہی نہیں تھے بلکہ دیگر اکابر کی طرح دینی خدمات میں یہ حضرات رضی اللہ عنہما حصہ لیتے تھے اور جہاد فی سبیل اللہ میں بھی پوری طرح شمولیت فرماتے اور ملی فرائض ادا کرتے تھے۔

خصوصی عطیہ

گزشتہ اوراق میں خلافت عثمانی کے دوران حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا جنگی مہمات میں شریک ہونا اور اسلامی افواج میں شامل ہونا ذکر کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں ملکی فتوحات کی بنا پر کثیر اموال از قسم غنائم دستیاب ہوتے تھے اور کئی قسم کے ھدایا اور عطیات حاصل ہوتے تھے اور یہ چیز مسلمات میں سے ہے ان کی تفصیلات اپنی جگہ پائی جاتی ہیں۔

حسنین حضرات رضی اللہ عنہما کو ایک خصوصی عطیہ خلیفہ اسلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے دیا گیا۔ اس کا ذکر کرنا ہم اس مقام میں مناسب خیال کرتے ہیں۔

واقعہ پیش کرنے سے قبل اتنی بات ذکر کر دینا ضروری ہے کہ یہ واقعہ ہم بطور الزام کے شیعہ صاحبان کی معتبر کتابوں سے نقل کر کے پیش کر رہے ہیں اس واقعہ کی

صحت کے ذمہ داران کے مولفین و مصنفین ہیں۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد برادر عبداللہ بن عامر بن کریز خراسان فتح کرنے کی مہم پر گئے تھے خراسان کو فتح کیا غنائم حاصل ہوئے۔ اس علاقہ کے بادشاہ یزدجرد بن شہریار کی دو لڑکیاں مال غنیمت میں محبوس ہو کر مسلمانوں کے زیر تحویل آئیں پھر خلیفہ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

یہ تمام واقعہ شیعہ حضرات نے امام علی رضاؒ کی زبانی درج کیا ہے۔

چنانچہ عبداللہ مامقانی نے اسے اپنی تصنیف تنقیح المقال میں عبارت ذیل نقل کیا ہے:---

عن سهل بن القاسم البوشنجانی قال قال لی الرضاؒ بخراسان ان بیننا و بینکم نسبا قلت ما هو؟ ایها الامیر! قال ان عبدالله بن عامر بن کریز لما افتتح خراسان اصاب ابنتین لیزدجرد ابن شهریار ملک الاعاجم فبعث بهما الی عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان فوهب احداهما للحسن و الاخری للحسین فماتتا عندهما نفساوین وکانت صاحبة الحسین نفست بعلی بن الحسین علیهما السلام---الخ[1]

یعنی سہل بن قاسم بوشنجانی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ نے مجھے خراسان کے علاقہ میں فرمایا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان نسبی رشتہ ہے میں نے عرض کیا کہ وہ کیسے؟ تو علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب عبداللہ بن عامر نے (جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے افواج کے امیر تھے) خراسان فتح کیا تو عجمیوں کے بادشاہ یزدجرد بن شہریار کی دو لڑکیاں اس کو ہاتھ لگیں۔ اس نے دونوں لڑکیوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت

---

[1] تنقیح المقال لعبداللہ مامقانی ص ۸۰ ج ۳ من فصل النساء باب السین والشین تحت شہربانو۔ طبع تہران (آخر جلد ثالث)

میں روانہ کر دیا۔

پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک لڑکی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بخش دی اور دوسری حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ یہ دونوں لڑکیاں حضرات حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں صاحب اولاد ہو کر فوت ہوئیں اور جو لڑکی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں ان سے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ (زین العابدین رضی اللہ عنہ) متولد ہوئے۔

تنبیہ

اس مقام میں ایک گزارش ذکر کر دینا ضروری ہے کہ:---

دختران یزد جرد کے مسئلہ کو شیعہ علماء اور شیعہ مصنفین نے اپنی معتبر کتابوں میں ذکر کیا ہے لیکن اس واقعہ میں جو اشکالات اور تضادات پائے جاتے ہیں ان کو رفع کرنا اور صحیح تطبیق پیدا کرنا یہ سب چیزیں شیعہ اکابرین کے ذمہ ہیں۔

ہم نے بطور الزام اس واقعہ کو نقل کر دیا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ ہوں یا خلیفہ سوم رضی اللہ عنہ ان حضرات نے ہاشمی اکابر کے مالی حقوق (غنائم وغیرہ سے) پوری طرح ادا کیے اور ان کو ضائع نہیں کیا حتیٰ کہ یزد جرد کی لڑکیاں حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کو خصوصی طور پر بطور ہدیہ کے عنایت کی گئیں۔ یہ واقعات مالی حقوق کی ادائیگی پر بین دلیل ہیں۔

دیگر یہ چیز بھی ثابت ہوتی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد شریف کے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تعلقات اور روابط صحیح طور پر قائم تھے اور ان کی قدر شناسی ملحوظ رکھی جاتی تھی--- اور یہ حضرات بھی خلیفہ اسلام کے تصرفات کو صحیح سمجھتے تھے۔

نیز یہ بات بھی ذکر کر دینا مناسب ہے کہ:---

اس رشتہ داری کے واقعہ (دختران یزد جرد) کو ہم نے قبل ازیں اپنی تصنیف رحماء بینھم (۱) حصہ صدیقی کے فصل (۶) نمبر چہارم کے تحت ص ۴۷۷ تا ۴۷۹ پر اور رحماء بینھم (۲) حصہ فاروقی کے فصل سوم باب سوم کے نمبر ۶ کے تحت ص ۲۶۶ تا ۲۶۸ پر اور رحماء بینھم (۳) حصہ عثمانی کے عنوان مالی حقوق کی ادائیگی کا مسئلہ کے تحت ص

۱۵۲ تا ۱۵۸ پر درج کیا ہے اور ساتھ ہی رفع تضاد کی معذرت بھی کر دی ہے۔ ناظرین کرام امید ہے اسے ملحوظ خاطر رکھیں گے۔

محاصرہ عثمانی میں جناب حسنین رضی اللہ عنہما کی خدمات

گذشتہ صفحات میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے عہد عثمانی سے متعلق چیدہ چیدہ احوال ذکر کیے گئے ہیں۔

اب اس مقام میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر باغیوں کے محاصرہ کے دوران حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا کردار ذکر کیا جاتا ہے۔

باغیوں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنہ کھڑا کیا اور شورش برپا کر دی اور قصر خلافت کا محاصرہ کر لیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے متعدد بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مدافعت کی اجازت طلب کی مگر ہر بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قسم دے کر انہیں واپس کر دیا اور مدافعت سے منع کر دیا۔

اس سلسلہ میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دفاع کی پوری سعی کی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے صبر واتقاء کی بنا پر انہیں بھی کسی شخص پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی اور ایسے صبر واستقامت کا مظاہرہ فرمایا جس کی نظیر نہیں ملتی۔

تاہم حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کی خاطر اپنے ہر دو فرزندوں حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کو دار عثمان رضی اللہ عنہ پر متعین کر دیا اور انہوں نے اس معاملہ میں پورا کردار ادا کیا۔

چنانچہ ذیل میں اس موقعہ سے متعلق چند ایک روایات پیش خدمت ہیں۔

مشہور محدث عبدالرزاق نے اپنے المصنف میں عبداللہ بن رباح سے درج ذیل واقعہ نقل کیا ہے کہ:۔۔۔

ابن رباح کہتے ہیں کہ میری حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ محاصرہ کے دوران وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ ہم لوگ بھی دونوں حضرات کی گفتگو سننے کے لیے ان کے ساتھ واپس آ گئے۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

سے کہا اے امیرالمومنین! آپ جو حکم مجھے فرمادیں بجالاؤں گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بھتیجے اپنی جگہ تشریف رکھیے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم تقدیر پورا فرمادیں۔

مجھے دنیا کی کوئی حاجت نہیں یا فرمایا مجھے جنگ و جدال کی کوئی حاجت نہیں۔

فلقيت الحسن بن علی رضی اللہ عنہ داخلا عليه فرجعنا معه- نسمع ما يقول قال انا هذا يا امير المومنين فامرنی بامرک- قال اجلس يا ابن اخی حتی ياتی الله بامره فانه لا حاجة لی فی الدنيا او قال فی القتال-[1]

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اور شاگرد نافع نے اس موقع کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ:---

جس روز عثمان بن عفانؓ شہید کردیے گئے اس روز حضرت حسن رضی اللہ عنہ و عبداللہ بن عمرؓ دونوں نے کہا کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیتے تو ہم قتال اور جنگ کرتے لیکن انہوں نے حکم دیا کہ سب (اپنے ہاتھ) روک لیں (اور کوئی میری خاطر جنگ نہ کرے)

عن عبيد الله بن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال اقبل هو والحسن بن علی رضی اللہ عنہ يوم قتل عثمان رضی اللہ عنہ فقالا لو امرنا لقاتلنا ولكنه قال كفوا-[2]

نیز حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی دفاعی کوششوں کو جناب شیخ علی الجویریؒ نے بھی اپنی مشہور تصنیف کشف المحجوب میں ذکر کیا ہے۔

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اندر داخل ہو کر سلام کہا اور مصیبت پیش آمدہ پر ان کی تعزیت کی اور کہا کہ اے امیرالمومنین! میں آپ کے حکم کے بغیر تلوار بے نیام نہیں

---

[1] المصنف لعبد الرزاق ج ۱۱ ص ۴۴۷ طبع مجلس علمی۔
[2] کتاب اخبار اصفہان لابی نعیم الاصفہانی ج ۲ ص ۱۳۹ طبع لیدن۔

کرنا چاہتا۔ آپ امام و خلیفہ برحق ہیں۔ اجازت فرمایئے تاکہ ہم آپ سے یہ مصیبت دفع کریں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے برادرزادے آپ واپس تشریف لے جائیں اور اپنے مکان پر تشریف رکھیں حتیٰ کہ خداوند کریم کا حکم تقدیر پورا ہو جائے۔ مسلمانوں کی خوں ریزی کی ہم کو ضرورت نہیں۔

چوں حسن رضی اللہ عنہ اندر آمد و سلام گفت و ویرا بداں بلیت تعزیت کرد و گفت یا امیر المومنین من بے فرمان تو شمشیر بر مسلمانان نتوانم کشید۔ و تو امام برحقی۔۔۔ مرا فرمان دہ تا بلائے ایں قوم از تو دفع کنم۔ عثمان رضی اللہ عنہ ویرا گفت یا ابن اخی ارجع واجلس فی بیتک حتی یاتی اللہ بامرہ۔ فلا حاجۃ لنا فی اہراق الدماء ای برادر زادہ من باز گرد و اندر خانہ خود بنیش تا فرمان خداوند تعالی و تقدیر وی چہ باشد کہ مارا بخون ریختن مسلمانان حاجت نیست۔[1]

مشہور مورخ خلیفہ ابن خیاط (المتوفی ۲۴۰ھ) نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ محاصرہ عثمانی کے موقعہ پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین بھی مدافعت میں شریک تھے لکھتے ہیں کہ:۔۔۔

عن یحیی بن عتیق عن محمد بن سیرین قال انطلق الحسن والحسین وابن عمر وابن الزبیر و مروان کلھم شاک فی السلاح حتی دخلوا الدار فقال

---

[1] کشف المحجوب از شیخ سید علی بن عثمان بن علی الغزنوی الجویری ثم لاہوری باب السابع فی ذکر ائمتہم من الصحابۃ۔ طبع سمرقند ص ۸۶ طبع لاہور ص ۵۳۔

عثمان رضی اللہ عنہ اعزم علیکم لما رجعتم فوضعتم اسلحتکم ولزمتم بیوتکم[1]

مطلب یہ ہے کہ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ و عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ و مروان یہ تمام حضرات ہتھیار بند ہو کر (مدافعت کے لیے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں پہنچے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو فرمایا کہ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ واپس چلے جائیں اور اسلحہ رکھ دیں اور اپنے اپنے گھروں میں جا کر بیٹھ جائیں (یعنی مدافعانہ کارروائی ترک کردیں)

حافظ ابن کثیرؒ نے اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ۔

اواخر ذوالعقدہ سے لے کر جمعہ کے روز ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ تک مسلسل محاصرہ جاری رہا۔ مہاجرین وانصار ان کے مکان پر (حفاظت و خیر خواہی کے طور پر) موجود تھے۔

ان حضرات میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ مروان ابو ہریرہؓ اور ان کے خدام و غلام وغیرہ تھے۔

اگر حضرت عثمان ان لوگوں کو نہ روکتے تو باغیوں کو منع کر سکتے تھے (لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے) ان لوگوں کو قسم دے کر کہا کہ جس شخص پر میرا حق ہے وہ (باغیوں کے مقابلہ سے) اپنے ہاتھ روک لے اور اپنے گھر روانہ ہو جائے حالانکہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد کا ایک جم غفیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں موجود تھا اور حضرت عثمان نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ جس نے اپنی تلوار نیام میں کرلی وہ آزاد ہے (سبحان اللہ)

کان الحصار مستمرا من اواخر ذی العقدہ الی یوم الجمعة الثامن عشر ذی الحجة (۳۵ھ) للذین عنده فی الدار من المهاجرین والانصار --- فیهم عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہ و عبدالله بن الزبیر رضی اللہ عنہ والحسن رضی اللہ عنہ

---

[1] (۱) تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۵۱-۱۵۲ ج اول طبع عراق

(۲) تاریخ الاسلام لذھبیؒ ص ۱۳۴ ج ۲ تحت حالات محاصرہ عثمانی ۳۵ھ

والحسين رضي الله عنه ومروان وابوهريرة رضي الله عنه وخلق من مواليه ولو تركهم لمنعوه فقال لهم اقسم على من لى عليه حق ان يكف يده وان ينطلق الى منزله و عنده من اعيان الصحابة وابناء هم جم غفير وقال لرقيقه من اغمار سيفه فهو حر۔[1]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مجروح ہونا

گزشتہ سطور میں محاصرہ عثمانی کے دوران حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی دفاعی خدمات مختصراً پیش کی گئی ہیں۔

اسی سلسلہ میں یہ حضرات ان دفاعی کوششوں میں باغیوں کے ہاتھوں مجروح بھی ہوئے تھے اس کے باوجود ان حضرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

چنانچہ مورخین لکھتے ہیں کہ:۔۔۔

وجرح عبدالله بن الزبير جراحات كثيرة وكذالك جرح حسن بن على رضي الله عنه ومروان بن الحكم[2]

محاصرہ عثمانی میں حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی دفاعی کوششوں کو البلاذری نے اپنی تصنیف انساب الاشراف جلد خامس تحت باب مسیر اہل الامصار الی عثمانؓ میں۔

اور علامہ الذھبی نے تاریخ الاسلام جلد ثانی تحت محاصرہ عثمانی (۳۵ھ) میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

مزید اس سلسلہ میں درج ذیل مقامات ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] (۱) البدایہ والنھایہ لابن کثیرؒ (ج ۷) ص ۱۸۱ سنۃ خمس و ثلاثین (۳۵ھ) طبع مصر

(۲) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۳۶-۳۷ (ج ۸) تحت تذکرہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ (۴۹ھ) طبع اول مصر۔

[2] (۱) البدایہ لابن کثیرؒ ج ۷ ص ۱۸۸ باب صفۃ قتلہ (عثمان رضی اللہ عنہ) طبع مصر۔

(۲) انساب الاشراف للبلاذری ج ۵ ص ۶۸-۶۹ طبع جدید۔

۱۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی بحوالہ ابن عساکر ص ۱۱۳ فصل فی خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ
۲۔ عقیدۃ السفارینی للشیخ محمد بن احمد السفارینی ج ۲ ص ۳۲۶ طبع مصر قدیم طبع۔

جنازہ و دفن عثمان رضی اللہ عنہ میں حضرت علی و حسن رضی اللہ عنہما کی شمولیت

محاصرہ عثمانی کی مدت کافی طویل تھی۔ اس سلسلہ میں ان حضرات نے جو دفاعی مساعی کی ہیں ان کا قلیل سا تذکرہ کیا گیا ہے۔

آخر کار ان شریر باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بڑی بے دردی سے شہید کر دیا اور اس کے بعد وہ لوگ آنموصوف رضی اللہ عنہ کے جنازہ اور دفن میں بھی معارض ہوئے۔ لیکن کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور کبار تابعین نے اس سلسلہ میں کوشش کر کے جنازہ و کفن دفن کا انتظام کیا۔

اس چیز پر ذیل میں صرف ایک حوالہ ذکر کر دینا مناسب خیال کیا ہے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ:----

وخرج به ناس يسير من اهله والزبير رضی اللہ عنہ و الحسن بن علی رضی اللہ عنہما وابو جهم ومروان بن الحكم بين العشائين فاتوا به حائطا من حيطان المدينة يقال له حش كوكب خارج البقيع فصلى عليه جبير بن مطعم وقيل حكيم بن حزام وقيل مروان و قيل صلى عليه الزبير كذا ذكره الامام احمد فی المسند۔[1]

---

[1] (۱) کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان رضی اللہ عنہ ص ۱۴۲ (بحوالہ امام احمدؒ)
(۲) مسند امام احمد ص ۷۴ ج اول تحت من اخبار عثمانؓ رضی اللہ عنہ طبع قدیم مصر
(۳) الفتنۃ ووقعۃ الجمل ص ۸۴ تحت دفن عثمان رضی اللہ عنہ
(۴) تاریخ ابن جریر الطبری ج ۵ ص ۱۴۴ تحت ذکر الخبر عن الموضع الذی دفن فیہ عثمان رضی اللہ عنہ طبع قدیم۔

مذکورہ بالا روایت کا ماحصل یہ ہے کہ:---

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے کچھ لوگ اور چند مزید آدمی حضرت زبیر بن عوامؓ۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت ابو جہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ اور مروان بن الحکم وغیرھم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مغرب وعشاء کے درمیان گھر سے جنازہ کے لیے باہر لائے اور حش کوکب نامی جگہ جو باغوں میں سے ایک باغ تھا اور جنۃ البقیع سے خارج تھا اس کے پاس لے آئے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی یا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے یا مروان نے یا زبیر بن العوم رضی اللہ عنہ نے علی اختلاف الاقوال نماز جنازہ پڑھائی (اور وہاں دفن کیے گئے)

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نعش تین روز بے گور وکفن پڑی رہی اور کسی نے جنازہ تک نہیں پڑھا۔

یہ روایات بے اصل وبے سروپا ہیں بلکہ مخالفین عثمان کی طرف سے خود تراشیدہ ہیں۔

قرینہ یہ ہے کہ حوالہ جات مندرجہ بالا ان چیزوں کی تردید کرتے ہیں اور اصل صورت حال سے آگاہ کرتے ہیں--- فلہذا انہیں قابل اعتماد سمجھا جائے گا۔ اور مخالفین کی روایات کو متروک قرار دیا جائے گا۔

حاصل مرام

یہ ہے کہ:---

حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ پوری طرح تعاون کیا۔

جس کا اجمالاً ذکر گذشتہ سطور میں کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیلات ہماری تالیف رحماء بینھم حصہ عثمانی باب پنجم میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں اور شیعہ حضرات کی معتبر کتب سے تائیدی حوالہ جات بھی وہاں مذکور ہیں۔

یہاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت عثمانی کے احوال کو مختصراً ایک ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ ان پر نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ

ان حضرات نے خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کے دور میں دینی اور ملی خدمات بجالانے میں پورا پورا حصہ لیا اور اسلام کی ترقی اور فروغ میں انہوں نے مقدور بھر سعی فرمائی۔

عہد خلافت عثمانی رضی اللہ عنہ میں جہاں دیگر صحابہ کرام اور تابعین اسلام کی ترقی کے معاملات میں شریک ہوئے اور دینی امور سرانجام دیئے۔

وہاں اولاد علی رضی اللہ عنہ خصوصاً حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی اس معاملہ میں پیش پیش رہے اور نصرت دین کا حق ادا کیا۔

اس چیز پر ہم نے گزشتہ صفحات میں شواہد ذکر کر دیئے ہیں۔

الفصل الثالث

عہد خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

فصل ثانی کے بعد فصل ثالث تحریر کی جاتی ہے۔

اس میں چند وہ واقعات درج کیے جاتے ہیں جن کا تعلق جناب علی المرتضیٰؓ کے عہد خلافت کے ساتھ ہے۔

اس عہد میں حضرات حسن و حسینؓ اپنے والد مکرم حضرت علی المرتضیٰ کے پاس قیام پذیر رہتے تھے اور ان کے فرمودات کے تحت ان کے معمولات جاری رہتے تھے۔

اس دور کے تمام واقعات کو فراہم کرکے زیر قلم کرلینا مشکلات عادیہ میں سے ہے تاہم اپنی تلاش کی حد تک ان حضرات کے متعلقہ کچھ احوال مرتب کرکے تحریر کیے جاتے ہیں۔

یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ سے بیعت خلافت کرنے کا تقاضا کیا اور حضرت موصوف نے پہلے تو اس سے انکار فرمایا لیکن بعد میں اسے قبول کرلیا۔ (جیسا کہ یہ مسئلہ اپنے مقام پر مذکور ہے)

اس وقت حضرت عثمانؓ کی شہادت کی وجہ سے پریشان کن حالات تھے اور لوگوں میں مختلف قسم کے نظریات رونما ہو چکے تھے بعض حضرات کا تقاضا تھا کہ پہلے عثمانؓ کے قاتلین سے بدلہ لیا جائے اس کے بعد بیعت خلافت کریں گے۔ تاہم بیشتر لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیکن اس وقت بھی قصاص عثمان کا تقاضا

ساتھ تھا اور بے اطمینانی کی حالت یہ تھی کہ بیعت کے بعد کچھ لوگ تو مدینہ منورہ سے ملک شام کی طرف چلے گئے اور بعض اکابر حضرات (حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ وغیرھم) مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔

ان ہنگامی حالات کے پیدا ہو جانے سے حضرت علی المرتضیٰ نے بھی کوفہ کے علاقہ میں تشریف لے جانا ضروری سمجھا۔ اس بنا پر کہ اس علاقہ کے لوگوں سے پیدا شدہ حالات میں تعاون اور ہم نوائی کی زیادہ امید تھی۔ بقول بعض مورخین کے مدینہ طیبہ پر اپنے چچا کے فرزند قثم بن عباس کو اپنی طرف سے والی اور حاکم قرار دیا اس وقت حضرت علی المرتضیٰؓ کے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ جن لوگوں نے ہماری بیعت نہیں کی اور اطاعت خلیفہ پر آمادہ نہیں ہوئے ان لوگوں سے قتال کرنا لازم ہے۔

حضرت حسنؓ کا مشورہ

ان حالات میں جناب حسن بن علی المرتضیٰؓ اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جناب انی الحال بیعت میں شامل نہ ہونے والوں سے قتال کو ملتوی فرما دیجئے کیونکہ اس میں مسلمانوں کی خونریزی کا سخت خطرہ ہے اور اہل اسلام کے درمیان شدید اختلاف رونما ہونے کا اندیشہ ہے تو حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی صوابدید کے مطابق جناب حسنؓ کی اس تجویز کو قبول نہیں فرمایا بلکہ بیعت میں شامل نہ ہونے والوں کے خلاف قتال کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اور ایک جیش کو ترتیب دیا اور اس کا جھنڈا اپنے فرزند محمد بن الحنیفہ کے سپرد کیا۔

البدایہ میں ہے کہ:---

واستخلف علیها قثم بن عباس و هو عازم ان یقاتل بمن اطاعه من عصاه و خرج عن امره ولم یبایعه مع الناس - وجاء الیه ابنه الحسن بن علیؓ فقال یا ابتی دع هذا فان فیه سفک دماء المسلمین ووقوع الاختلاف بینهم - فلم یقبل منه ذالک بل صمم علی القتال ورتب الجیش فدفع لواء الی

محمد بن الحنیفۃ ...الخ[1]

تنبیہ

"مدینہ طیبہ" پر قثم بن عباس کو والی بنانا یہ ایک روایت کے مطابق ہے لیکن بعض دیگر روایات کے اعتبار سے اس طرح منقول ہے کہ حضرت علیؓ نے اس موقعہ پر تمام بن عباس کو مدینہ منورہ پر قثم بن عباس کو مکہ مکرمہ پر والی اور حاکم مقرر فرمایا۔[2] اس مقام میں مسئلہ ہذا میں مزید اقوال بھی پائے جاتے ہیں۔

عبداللہ بن سلام کا مشورہ

اس موقعہ پر مورخین نے ایک مشہور صحابی عبداللہ بن سلام کا مشورہ ذکر کیا ہے۔

عبداللہ بن سلامؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں ذکر کیا کہ مدینہ منورہ سے آپ باہر تشریف نہ لے جائیں۔ آپ خلیفہ المسلمین ہیں اگر آپ تشریف لے گئے تو بعدہ اہل اسلام کا کوئی خلیفہ یہاں مدینہ منورہ میں عود نہیں کر سکے گا۔ بعض لوگ عبداللہ بن سلام کے حق میں اس پر بدگوئی کرنے لگے لیکن حضرت علیؓ نے انہیں ایسا کرنے سے روکا اور فرمایا کہ یہ تو بہترین صحابہ میں سے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ازراہ خیرخواہی انہوں نے یہ کلام کیا ہے۔

فواللہ لئن خرجت منہا (مدینہ طیبہ) لا یعود الیہا سلطان المسلمین ابدا۔ فسبہ بعض الناس فقال علیؓ دعوہ فنعم الرجل من اصحاب النبی ﷺ[3]

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی رائے

جناب عبداللہ بن سلام کے ساتھ گفتگو کے بعد جناب علی المرتضیٰ نے بصرہ کی

---

[1] البدایہ لابن کثیرؒ ج ۷ ص ۲۲۹ تحت سنۃ ست و ثلاثین من الہجرۃ (طبع اول مصر)

[2] البدایہ لابن کثیر ص ۷ - ۲۳۳ (۳۶ھ) طبع اول مصر۔

[3] البدایہ لابن کثیرؒ ج ۷ ص ۲۳۳ تحت احوال ابتدا خلافت مرتضویؓ (۳۶ھ)

طرف اپنے ساتھیوں سمیت سفر اختیار فرمایا۔

اس دوران اہل تاریخ ذکر کرتے ہیں کہ جناب حسن بن علی المرتضیٰؓ اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاملہ ہذا میں اپنی رائے پیش کی۔

عرض کیا کہ میں نے قبل ازیں بھی آپ کو اس چیز سے منع کیا تھا ایسا نہ ہو کہ کہیں آپ کو (خدانخواستہ) کوئی گزند پہنچے اس حال میں کہ لوگ آپ کی حمایت میں نہ ہوں تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ تم کمزور رائے پیش کرتے ہو۔

جناب علی المرتضیٰؓ نے ان کے مشورہ سے اعراض فرماتے ہوئے سفر ہذا کو ملتوی نہیں فرمایا۔ چنانچہ یہ سفر کوفہ کی طرف جاری رہا۔ حتیٰ کہ مقام ذی قار میں تشریف لائے پھر اس کے بعد وہاں سے حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے فرزند سیدنا حسنؓ اور عمار بن یاسرؓ کو کوفہ کی طرف روانہ کیا تاکہ لوگوں کو اپنا مقصد سفر بیان کریں اور انہیں اپنا ہم نوا بنائیں۔

کوفہ میں حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ اس وقت والی تھے لیکن وہ مسلمانوں کے اس باہمی قتال کے خلاف تھے اور وہ لوگوں کو اس ابتلاء میں پڑنے سے روکتے تھے۔

جب حضرت حسنؓ اور عمار بن یاسرؓ کوفہ پہنچے تو انہوں نے اپنے مقاصد سفر سے لوگوں کو آگاہ کیا اور لوگوں کو حضرت علیؓ کی حمایت کرنے کی دعوت دی اور بتایا کہ امیر المومنین حضرت علیؓ کا مقصد لوگوں کے درمیان اصلاح ہے۔

ثم قام عمارؓ والحسنؓ بن علیؓ فی الناس علی المنبر یدعوان الناس الی النفیر الی امیر المومنین رضی اللہ عنہ فانہ انما یرید الاصلاح بین الناس[1]

حضرت حسنؓ و عمارؓ کے دعوت دینے پر بہت لوگ حضرت علیؓ کی حمایت میں کوفہ سے تیار ہو کر ان کے ساتھ ہو گئے اور ذی قار کے مقام پر پہنچ کر سابقہ افواج کے ساتھ شامل ہوئے۔

---

[1] البدایہ لابن کثیرؒ ج ۷ ص ۲۳۶ تحت حالات جمل ۳۶ھ طبع اول مصری۔

اب اس مقام میں حضرت حسنؓ کا ایک دیگر کلام جو اس موقعہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ ہوا تھا اسے بعض مورخین نے نقل کیا ہے ناظرین کے فائدہ کے لیے اسے مختصراً پیش کیا جاتا ہے۔

اس کلام میں حضرت حسنؓ کی معاملات میں بصیرت اور معاملہ فہمی واضح ہوتی ہے اور ان کی غایت درجہ کی عاقبت اندیشی کا ثبوت ملتا ہے۔

جس وقت حضرت حسنؓ اور حضرت عمارؓ کوفہ سے لوگوں کو حضرت علیؓ کی حمایت میں آمادہ کر کے مقام ذی قار پہنچے اور حضرت علی المرتضیٰ سے ان کی ملاقات ہوئی تو اس موقعہ پر حضرت حسنؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے گفتگو کی جسے مورخین نے اپنے اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ اس باہمی گفتگو کا ماحصل ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے۔

حضرت حسنؓ نے جناب علی المرتضیٰ کی خدمت میں عرض کی کہ جس وقت حضرت عثمانؓ کا باغیوں نے محاصرہ کر لیا تھا اور وہ اپنے مقام میں محصور ہو گئے تھے تو میں نے اس وقت جناب کو مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جانے کا مشورہ دیا تھا تاکہ اگر (خدانخواستہ) حضرت عثمانؓ کو باغی شہید کر دیں تو اس وقت آپ مدینہ منورہ سے غائب اور غیر موجود ہوں۔ لیکن آپ نے میری اس رائے کو قبول نہیں فرمایا۔

بعدہ جب حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں نے آپ کی طرف بیعت خلافت کے لیے رجوع کیا تو اس وقت میں نے جناب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ جب تک کہ تمام ممالک اسلامیہ کے لوگ آپ کی اطاعت پر رضامند نہ ہو جائیں اس وقت تک بیعت خلافت کو ملتوی کر دیں۔

اور اس کے بعد جب حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بصرہ کی طرف خروج کیا تھا تو میں نے عرض کی تھی کہ آپ مدینہ منورہ واپس لوٹ جائیں اور وہیں قیام پذیر رہیں (یہاں تک کہ یہ اضطرابی کیفیت ختم ہو جائے) لیکن آپ نے میری رائے کو قبول نہیں فرمایا۔

حضرت حسنؓ کی اس کلام کے جواب میں جناب علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ:---

حضرت عثمانؓ پر محاصرہ کے دوران میرا مدینہ منورہ سے خروج ممکن نہیں تھا کیونکہ لوگ اس وقت حضرت عثمانؓ کی طرح میرا بھی محاصرہ کیے ہوئے تھے اور نقل و

حرکت پر شدید پابندی تھی۔

بیعت کے معاملہ میں تمام آفاق کے لوگوں کا اطاعت پر متفق ہونے کا انتظار کرنا ضروری نہیں تھا کیونکہ بیعت خلافت کے انعقاد کا حق حرمین شریفین میں موجود مہاجرین و انصار کو حاصل ہے یہ لوگ جس شخص کی بیعت پر رضامند ہو جائیں اور اس کی اطاعت قبول کرلیں تو باقی ممالک اسلامیہ کے لوگوں پر اس خلیفہ کی رضامندی اور اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بعد تمہاری یہ رائے کہ میں اس وقت مدینہ منورہ واپس چلا جاؤں اور خانہ نشین ہو جاؤں ایسا کرنا امت مسلمہ کے ساتھ بدعہدی ہوتی اور امت مسلمہ میں مزید افتراق و انتشار پیدا ہونے کا باعث ہوتا۔

پھر حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت حسنؓ سے فرمایا کہ آپ ان معاملات کو نظرانداز کیجئے۔ میں ان امور کو آپ کی نسبت بہتر سمجھتا ہوں اور زیادہ واقف ہوں۔[1]

مضمون ہذا "البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد سابع ص ۲۳۳۔۲۳۴ تحت ۳۶ھ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

جنگ جمل کے متعلقات

جنگ جمل کے حالات بقدر ضرورت ہم اپنی تالیف "سیرت سیدنا علی المرتضیٰؓ) کے دور چہارم (عہد علوی) میں ان مباحث کے تحت ذکر کر چکے ہیں یہاں صرف حضرات حسنین شریفینؓ کی متعلقہ چیزیں پیش نظر ہیں۔

جنگ جمل ۳۶ھ جمادی الاخری میں واقع ہوئی اور یہ واقعہ حالات و واقعات کے لحاظ سے بہت شدید تھا۔ اس میں بہت سے لوگ مقتول ہوئے۔ اس جنگ میں جناب حسینؓ کا یہ منصب تھا کہ وہ اس جیش کے میسرہ کے امراء میں سے تھے اور ان کی نگرانی اور ہدایات کے تحت جنگی امور سرانجام دیئے گئے وکان الحسین من امراء المیسرۃ یوم الجمل[2]

---

[1] الاخبار الطوال لابی حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری (المتوفی ۲۸۲ھ) ص ۱۴۵۔۱۴۶ طبع مصر (تحت وقعۃ الجمل)

[2] تہذیب ابن عساکر ص ۳۲۵ تحت تذکرہ حسینؓ جلد رابع۔

اس وقت حضرت علی المرتضیٰؓ پر سخت پریشانی اور اضطراب کی حالت طاری تھی اور اپنے فرزند حضرت حسنؓ سے فرماتے تھے کہ اے بیٹے! کاش کہ تیرے باپ کا آج سے بیس سال قبل انتقال ہو چکا ہوتا۔ تو حضرت حسنؓ نے جواباً عرض کیا کہ میں آپ کو اس معاملہ سے منع کرتا تھا اس پر حضرت علی فرماتے تھے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ (قتال کا) یہ معاملہ اپنی شدت کے ساتھ یہاں تک پہنچے گا۔[1]

مروان کے حق میں امان کی سفارش

اس موقعہ پر ایک یہ چیز بھی پیش آئی کہ جنگ جمل جب ختم ہوئی تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے اعلان کروایا کہ جس شخص نے اپنے مکان کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے جس شخص نے ہتھیار ڈال دیئے اس کو بھی امان ہے۔ مروان کہتے ہیں کہ میں فلاں شخص کے گھر میں داخل تھا میں نے حضرات حسنین شریفینؓ عبداللہ بن عباس عبیداللہ بن عباس، عبداللہ بن جعفرؓ کو حضرت علیؓ کی خدمت میں روانہ کیا کہ آپ لوگ حضرت علیؓ کی خدمت میں میرے امن وامان کے متعلق کلام کریں اور انہوں نے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو جناب علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ اسے بھی امان حاصل ہے۔

من اغلق علیہ باب دارہ فھو آمن و من طرح انسلاح آمن قال مروان وقد کنت دخلت دار فلان ثم ارسلت الی حسنین ابنی علیؓ و عبداللہ بن عباس وعبیداللہ بن عباس و عبداللہ بن جعفرؓ کلموہ قال ھو آمن الخ[2]

اور شیعہ مورخین نے بھی یہ واقعہ درج ذیل مقامات میں تحریر کیا ہے۔[3]

---

[1] البدایہ لابن کثیرؒ ص ۲۴۰ ج ۷ تحت وقعۃ الجمل ۳۶ھ طبع اول مصر۔
[2] السنن لسعید بن منصور ص ۳۶۶ باب جامع الشھادۃ روایت ۲۹۴۷ طبع مجلس علمی۔
[3] (۱) نہج البلاغۃ ص ۱۲۳ فی خطبۃ لہ علیہ السلام علم فیما الناس الصلوۃ علی النبی طبع مصر
(۲) مروج الذھب للمسعودی ص ۷۸ ج ۳ ج ثانی تحت و قعۃ الجمل کلام بین ابن عباس وعائشہؓ

اور یہ مضمون قبل ازیں ہم اپنی تالیف مسئلہ اقربا نوازی میں عنوان "مروان بن الحکم کے متعلقات" کے تحت درج کر چکے ہیں۔ تفصیلات کے لیے وہاں رجوع فرمائیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حجاز کی طرف روانگی کا اہتمام

جنگ جمل کا جب اختتام ہوا تو اس کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حجاز کی طرف سفر کا قصد فرمایا۔

اس وقت حضرت علی المرتضیٰ انہیں رخصت کرنے کے لیے خود تشریف لائے اور کئی میل تک (ان کی مشایعت کی) اور پھر اپنے فرزندوں کو ان کی ہمراہی میں روانہ کیا۔

یہ سفر ہفتہ کے روز یکم رجب المرجب ۳۶ھ کو پیش آیا تھا۔

حضرات حسنینؓ نے اپنے والد گرامی کے حکم کے تحت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بڑی توقیر و احترام کے ساتھ رخصت کیا اور کئی میل تک پاپیادہ ساتھ ساتھ چلتے رہے۔

وانها لزوجة نبيكم ﷺ فی الدنيا والاخرة و سار علیؓ معها مودعا و مشيعا اميالا و سرح بنيه معها بقية ذالک اليوم وكان يوم السبت مستهل رجب سنة ست و ثلاثين (۳۶ھ)[1]

مختصر یہ ہے کہ گزشتہ اوراق میں ہم نے ان چیزوں کا ذکر کیا ہے جن میں جناب امام حسنؓ کا براہ راست تعلق ہے۔

---

[1] (۱) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۲۴۵ ج ۷ تحت واقعات بعد از جمل (۳۶ھ)

(۲) التاریخ لابن جریر الطبری ص ۲۲۵ ج ۵ تحت واقعات (۳۶ھ)۔

(۳) الفتنة و وقعة الجمل ص ۱۸۳ تحت تجهيز علی عائشة رضی اللہ عنہا

(۴) المسعودی ص ۳۷۷ ج ۲ تحت موقعہ الجمل۔

(۵) سیرت سیدنا علی المرتضیٰ از مؤلف کتاب ہذا ص ۲۶۹ تحت عنوان بصرہ سے روانگی

مقصد یہ ہے کہ جمل کے تمام مراحل میں جناب حسنؓ اپنے والد گرامی کے ساتھ تھے اور اپنی خداداد فہم و فراست کی بنا پر موقعہ بموقعہ اپنی رائے کا برملا اظہار فرماتے تھے۔

قتال صفین پر مرتضویؓ اظہار تاسف

جنگ صفین میں قتال کے بہت سے مواقع پیش آئے اور بے حد اضطراب کی حالت پیدا ہوئی۔

اس وقت حضرت علی المرتضیٰؓ سخت پریشانی میں تھے اور قتال کے معاملہ میں نہایت محزون اور مغموم تھے۔

اس وقت ایک موقعہ پر آنجنابؓ نے اپنے فرزند حسنؓ کے ساتھ کلام فرمایا اور کہنے لگے:۔۔۔

یا لیت امی لم تلدنی ولیت انی مت قبل الیوم[1]

یعنی صفین کے موقعہ پر جناب امام حسنؓ نے حضرت علیؓ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے۔ کاش کہ مجھے میری ماں نے نہ جنا ہوتا اور کاش کہ میں آج دن سے قبل فوت ہو گیا ہوتا حاصل یہ ہے کہ اضطرابی کیفیت طاری ہو جانے پر اس نوع کا کلام حضرت علیؓ سے صادر ہوا اور جناب کے فرزندوں نے اسے نقل کیا۔ ان چیزوں کو مافوق الاختیار شمار کیا جاتا ہے اور پھر اس پر تبصرے نہیں کیے جاتے۔

حضرت حسنؓ کی خطیبانہ صلاحیت

کبار علماء فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اپنے فرزند جناب حسنؓ کا بہت اکرام و احترام فرماتے تھے اور ان کی عظمت و توقیر کو ملحوظ رکھتے تھے۔

---

[1] (۱) التاریخ الکبیر للبخاری ص ۳۸۴ ج ۳ قسم ثانی۔ طبع دکن

(۲) کتاب السنۃ لامام احمدؒ ص ۱۹۶۔ طبع اول مکہ مکرمہ۔

(۳) کتاب سیرت سیدنا علی المرتضیٰ ؓ از مولف کتاب ہذا ص ۳۴۶ تحت عنوان "اظہار تاسف"

چنانچہ ایک روز حضرت علی المرتضیٰؓ نے جناب حسنؓ کو ارشاد فرمایا کہ آپ خطبہ دیں ہم سننا چاہتے ہیں۔

تو حضرت حسنؓ نے عرض کیا کہ آپ کی موجودگی میں خطبہ دینے سے مجھے حیا آتی ہے تو حضرت علی المرتضیٰؓ اس مقام سے الگ ہو کر ایسی جگہ تشریف فرما ہوئے جہاں انہیں حضرت حسنؓ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

تو جناب حسنؓ نے لوگوں میں خطبہ دیا حضرت علی المرتضیٰؓ نے سنا وہ بہت فصیح و بلیغ خطبہ تھا...الخ

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:---

وکان علیؓ یکرم الحسن اکراما زائدا ویعظمه ویبجله و قد قال له یوما یا بنی الاتخطب حتی اسمعک؟ فقال انی استحی ان اخطب و انا اراک۔ فذهب علیؓ فجلس حیث لا یراه الحسنؓ ثم قام الحسنؓ فی الناس خطیبا و علیؓ یسمع۔ فادی خطبته بلیغة فصیحة فلما انصرف جعل علیؓ یقول ذریة بعضها من بعض والله سمیع علیم۔[1]

مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت حسنؓ صاحب بلاغت و فصاحت تھے اور ان میں اس کی کمال صلاحیت تھی اور حسب موقعہ خطاب فرمایا کرتے تھے۔

حضرت حسنؓ کا فقراء میں مال تقسیم کرنا

ایک بار کوفہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ نے خطبہ دیا اور اس میں دیگر امور ذکر کرنے کے علاوہ یہ بات ذکر کی کہ:---

تمہارے بھائی حسنؓ نے مال جمع کیا ہے اور وہ اس بات کا ارادہ رکھتے ہیں کہ وہ مال تمہارے درمیان تقسیم کریں لوگ یہ سمجھے ہوئے مجتمع ہوئے کہ یہ اعلان عام ہے تو حضرت حسنؓ ان میں کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں نے تم میں سے فقراء کے

---

[1] البدایہ والنہایۃ لابن کثیرؒ ج ۸ ص ۳۷ تحت سنۃ ۴۹ھ

لیے مال جمع کیا ہے تو مال حاصل کرنے کے لیے تقریباً نصف آدمی کھڑے ہوئے اور اس مال کے وصول کرنے والوں میں پہلا شخص اشعث بن قیس تھا۔

عن علی ؓ انہ خطب ثم قال ان ابن اخیکم الحسن بن علی ؓ قد جمع مالا وھو یرید ان یقسمہ بینکم فحضر الناس فقام الحسن ؓ فقال انما جمعتہ لفقرائکم فقام نصف الناس فکان اول من اخذ منہ الاشعث بن قیس ۔[1]

اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت حسنؓ جود و سخا کی صفت کے ساتھ متصف تھے اور غرباء و مساکین کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے اور ان کی معاشی ضروریات کا کامل احساس رکھتے تھے اور حاجت مندوں کی حاجت روائی ان کا شیوہ تھا۔

عیادت کا اجر و ثواب

محدثین نے ایک واقعہ حضرت حسنؓ کی بیماری کے متعلق اس طرح ذکر کیا ہے کہ:۔۔۔

ایک دفعہ جناب حسنؓ بیمار ہوگئے تو اس وقت ان کی عیادت (بیمار پرسی) کے لیے مشہور صحابی جناب ابو موسیٰ الاشعریؓ تشریف لائے اور مزاج پرسی کی۔

اس وقت جناب علی المرتضیٰؓ مجلس میں موجود تھے تو انہوں نے حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ملاقات کے لیے تشریف لائے ہیں یا حسن کی عیادت کے لیے تو ابو موسیٰ الاشعریؓ نے جواب دیا کہ میں ان کی بیمار پرسی اور عیادت کے لیے آیا ہوں۔

تو اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ نے عیادت کی فضیلت میں فرمان نبوت ذکر کیا اور فرمایا کہ:۔۔۔

جناب نبی اقدس ﷺ نے (عیادت کے مسئلہ میں) ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی

---

[1] (۱) المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۹۴ ج ۱۱۔ تحت کتاب الامراء۔ طبع کراچی

(۲) تہذیب ابن عساکر لابن بدران ص ۲۱۴ ج ۴ تحت ترجمہ حسن بن علیؓ

مریض کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو بے شمار فرشتے اس کے حق میں شام تک مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں اور اس کو حصول جنت کا مژدہ دیتے ہیں۔

عن عبدالله بن نافع قال عاد ابوموسى الاشعری الحسن بن علی فقال له علیؓ اعائدا جئت ام زائرا فقال ابوموسى بل جئت عائدا- فقال علیؓ سمعت رسول الله ﷺ يقول من عاد مريضا بكرا شيعه سبعون الف ملك كلهم يستغفر له حتى يمسى وكان له خريف فى الجنة و ان عاد مساء شيعه سبعون الف ملك كلهم يستغفر له حتى يصبح وكان له خريف فى الجنة -[1]

زہد و تقویٰ کی تلقین

کبار علماء لکھتے ہیں کہ:...

ایک بار حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے فرزند حضرت حسنؓ کو ترک دنیا کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا تمہارا بدن تو اس دنیا میں ہو مگر تمہارا دل آخرت میں لگا ہوا ہونا چاہیے۔

سمعت ابان بن الطفيل يقول سمعت عليا يقول للحسنؓ كن فى الدنيا ببدنك وفى الاخرة بقلبك -[2]

اس نصیحت کے الفاظ تو مختصر ہیں مگر اس کے معنی بڑی تفصیل کے حامل ہیں۔

یعنی آخرت کی زندگی کو دنیاوی حیات پر ترجیح دینے کی یہ تعلیم ہے اور خاصان خدا لوگ اس طرح نصیحت فرمایا کرتے ہیں کہ مومن کے قلب پر فکر آخرت غالب ہونا چاہیے۔

---

[1] مسند لامام احمدؒ ص ۱۲۱ ج اول تحت مسندات علویؓ (مع منتخب کنز العمال) طبع مصر۔

[2] حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی ص ۳۷ ج ۲۔ تحت تذکرہ الحسن بن علیؓ۔

استخلاف کے لیے ہدایت

حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰؓ پر آخری ایام میں قاتلانہ حملہ ہوا تھا اور وہ شدید قسم کا تھا اس میں آنجناب کے جان بر ہونے کی امید نہ رہی تو بعض حضرات (جندب بن عبداللہؓ) نے آپ کی خدمت میں عرضداشت کی کہ اے امیرالمومنین! اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو ہم آپ کے فرزند جناب حسنؓ کے ساتھ بیعت خلافت کر لیں؟

تو آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ میں نہ تم کو اس بات کا حکم کرتا ہوں اور نہ ہی اس بات سے منع کرتا ہوں تم خود اس بات کو جس طرح بہتر سمجھو اس پر عمل کرو۔

یا امیر المومنین ان مت نبایع الحسن فقال لا امرکم ولا انہاکم انتم البصر۔[1]

وصایا

جناب علی المرتضیٰؓ کے جب آخری اوقات قریب ہو گئے تو آنجناب ؓ نے جناب حسن و حسینؓ کو خصوصی وصایا فرمائے ان میں سے مندرجہ ذیل وصیت نقل کی جاتی ہے:---

وقد اوصی ولدیہ الحسن والحسین بتقوی اللہ والصلوۃ والزکوۃ وکظم الغیظ وصلۃ الرحم والحلم عن الجاھل و التفقہ فی الدین والتثبت فی الامر والتعاھد للقران وحسن الجوار والامر بالمعروف والنھی عن المنکر واجتناب الفواحش ووصاھما باخیھما محمد بن الحنفیہ ووصاہ بما وصاھما بہ۔ وان یعظمھما ولا یقطع امرا دونھما وکتب ذالک کلہ فی کتاب وصیتہؓ وارضاہ۔[2]

---

[1] البدایہ لابن کثیرؒ ص ۳۲۷ ج ۷ تحت صفۃ مقتل علیؓ

[2] البدایہ لابن کثیرؒ ص ۳۲۷ ج ۷ تحت صفۃ مقتلہؓ سنۃ اربعین

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے دونوں فرزندوں حضرات حسن و حسینؓ کو حضرت علی المرتضیٰؓ نے تاکیدی وصیت فرمائی اللہ سے خوف کرنا نماز قائم کرنا زکوٰۃ ادا کرنا غیظ و غضب کو برداشت کرنا۔ رشتہ داروں کے ساتھ بہتر سلوک کرنا ناواقف اور جاہل کے مقابلہ میں حوصلہ مندی سے کام لینا۔ دینی مسائل میں سمجھ پیدا کرنا ہر معاملہ میں ثابت قدمی اختیار کرنا اور قرآن مجید کو محفوظ رکھنا ہمسائے کے ساتھ بہتر سلوک کرنا۔ اچھائی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرنا۔

جناب علی المرتضیٰ نے حسنین شریفینؓ کو اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے حق میں بہتر سلوک کی وصیت فرمائی اور محمد بن حنفیہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے بھائیوں سے بہتر سلوک کرے اور ان کی تعظیم قائم رکھے اور ان دونوں کے بغیر کسی معاملہ میں فیصلہ نہ کرے۔۔۔الخ۔

غسل کفن' جنازہ دفن

حضرت علی المرتضیٰؓ پر عبدالرحمان بن ملجم مرادی خارجی نے سترہ رمضان شریف ۴۰ھ کو حملہ کیا پھر تین روز کے بعد آپؓ کی شہادت واقع ہو گئی۔

اس کے بعد آنجناب کے فرزندوں جناب حسن و حسینؓ اور جناب کے برادر زادہ عبداللہ بن جعفر طیار و غیرھم نے آپ کو غسل دیا کفن پوشی کی۔ آنجناب کا کفن تین کپڑوں پر مشتمل تھا جس میں قمیص نہیں تھا۔

و غسله الحسن و الحسين و عبد الله بن جعفر و كفن في ثلاثة اثواب ليس فيها قميص ۔[1]

اس کے بعد آنجناب پر نماز جنازہ کی تیاری ہوئی اور آنجناب پر آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی۔

ان الحسن بن علي بن ابى طالب صلى على علي

---

[1] (۱) طبقات لابن سعد ص ۲۵ ج ۳ قسم اول تحت علی بن ابی طالب۔

(۲) سیرت سیدنا علی المرتضیٰؓ از مؤلف کتاب ہذا ص ۵۲۵ تحت عنوان غسل و کفن۔ الخ

بن ابی طالب فکبر علیہ اربع تکبیرات ---الخ[1]

حضرت علی المرتضیٰؓ کے جنازہ پر حضرت حسنؓ کے عمل سے ثابت ہو گیا کہ نماز جنازہ کو چار تکبیرات کے ساتھ ادا کرنا صحیح ہے اور سنت طریقہ کے موافق ہے۔

باذوق حضرات کے لیے ذکر کیا جاتا ہے کہ چہار تکبیرات کا مسئلہ

۱۔ قبل ازیں کتاب رحماء بینھم حصہ اول صدیقی میں ۱۸۴ سے لے کر ۱۹۰ تک تحت فاطمہ کے جنازہ کا مسئلہ۔

۲۔ "سیرت علوی" میں ص ۵۰۳-۵۰۴ اور ۵۲۶-۵۲۵ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ (تالیف از مولف کتاب ہذا)

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:---

و دفن کما ذکرنا بدار الامارۃ علی الصحیح من اقوال الناس یعنی حضرت علیؓ کو دارالامارۃ (کوفہ) میں دفن کیا گیا یہ قول دیگر اقوال سے زیادہ صحیح ہے۔

حضرت حسنؓ کی جانب سے ایک زعم کا جواب

حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت واقع ہو جانے کے بعد شیعان علی میں سے بعض لوگوں کی طرف سے اس وقت یہ نظریہ تجویز کیا گیا کہ:---

جناب علی المرتضیٰ قیامت سے قبل پھر اس عالم دنیا میں واپس تشریف لائیں گے۔

گویا کہ وہ ہماری آنکھوں سے غائب ہیں اور فوت نہیں ہوئے۔

---

[1] (۱) طبقات لابن سعد ص ۲۵ ج ۳ قسم اول تحت ذکر عبدالرحمان بن ملجم المرادی و بیعۃ علی الخ طبع لیدن۔

(۲) سیرت سیدنا علی المرتضیٰؓ از مولف کتاب ہذا ص ۵۲۵-۵۲۶ تحت عنوان غسل و کفن---الخ

(۳) سیرت سیدنا علی المرتضیٰؓ از مولف کتاب ہذا ص ۵۰۳-۵۰۴ تحت عنوان جنازہ میں چار تکبیریں۔

(۴) المستدرک للحاکم ص ۱۴۳ ج ۳ تحت مقتل امیرالمومنینؓ۔

(۵) فضائل الصحابہ لامام احمدؒ ص ۵۵۸ ج ۲ روایت ۹۴۱ (طبع بیروت)

یہ نظریہ بالکل غلط اور کتاب و سنت کے شرعی قواعد کے برخلاف تھا اس زعم کی تردید کے لیے یہاں امام حسنؓ کا فیصلہ درج کیا جاتا ہے جو انہوں نے اس وقت صادر فرمایا تھا۔

چنانچہ ایک شخص عمرو بن الاصم ذکر کرتا ہے کہ میں ایک بار جناب حسنؓ کی خدمت میں حاضر ہوا آنجناب رضی اللہ عنہ اس وقت عمرو بن الحریث کے مکان پر فروکش تھے۔ میں نے امام موصوفؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ:---

جناب! بعض لوگ یہ گمان کیے ہوئے ہیں کہ جناب علی المرتضیٰؓ قیامت سے قبل اس دنیا میں واپس تشریف لائیں گے تو جناب امام حسنؓ نے تبسم فرماتے ہوئے کہا کہ سبحان اللہ! اگر ہم اس بات کا یقین رکھتے تو حضرت علی المرتضیٰؓ کی بیوگان کا نکاح دوسری جگہ نہ کر دیتے اور آنجنابؓ کی میراث کو باہم تقسیم نہ کرتے۔

عن عمرو بن الاصم قال دخلت علی الحسن بن علیؓ و ھو فی دار عمرو بن حریث فقلت لہ ان ناسا یزعمون ان علیا یرجع قبل یوم القیامۃ فضحک و قال سبحان اللہ لو علمنا ذالک ما زوجنا نسائہ ولا ساھمنا میراثہ'۔[1]

تنبیہ

شیعہ صاحبان اس عقیدہ کو عقیدہ رجعت سے تعبیر کرتے ہیں کئی لوگ اس نظریہ

[1] (۱) طبقات لابن سعد ص ۲۶ ج ۳ القسم الاول تحت تذکرہ علی بن ابی طالبؓ۔ طبع لیدن۔
(۲) مسند لامام احمدؒ ص ۱۴۸ ج اول تحت مسندات علیؓ --- معہ منتخب کنز العمال۔
(۳) المستدرک للحاکم ص ۱۴۵ ج ۳ تحت کتاب معرفۃ الصحابۃؓ۔ طبع اول دکن۔
(۴) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۷۵ ج ۳ تحت الحسن بن علیؓ
(۵) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۱۳ ج ۸ تحت سنۃ ۴۹ھ طبع اول مصر۔
(۶) فضائل الصحابہ لامام احمدؒ ص ۶۶۲' ۷۱۵ ج ۲ روایت ۱۱۲۸' ۱۲۲۶ طبع بیروت۔

پر قائم چلے آئے ہیں حالانکہ اس کی تردید اس دور میں خود آئمہ کرام کی طرف سے کر دی گئی تھی۔

بیعت خلافت

سیدنا علی المرتضیٰؓ کے جنازہ اور دفن کے بعد جس مسئلہ پر جلدی کے ساتھ عمل کیا گیا وہ حضرت حسنؓ کی بیعت تھی۔

سیدنا حسنؓ نے دارالامارۃ کوفہ میں لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی تو لوگوں نے آنجناب کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے بیعت خلافت کر لی۔

ثم انصرف الحسن بن علی من دفنه فدعا الناس الی بیعته فبایعوه[1]

اور بیعت خلافت کے چند ماہ بعد تک حالات حسب معمول پرسکون رہے۔

حضرت حسنؓ کا ایک اہم بیان

گذشتہ اوراق میں عہد علوی کے چند ایک وہ حالات ذکر کیے ہیں جن میں جناب امام حسنؓ کا کسی وجہ سے تعلق پایا جاتا ہے اور آنموصوف کے کردار و اخلاق اور ملی خدمات کا ذکر بھی ساتھ ساتھ قلیل مقدار میں کر دیا گیا ہے اور مزید تفصیلات آئندہ سطور میں ان کے اپنے عہد میں پیش کی جا رہی ہیں۔

عہد مرتضوی کے آخر میں ہم ایک شہادت پیش کرنا چاہتے ہیں جس میں حضرت حسنؓ کی طرف سے اس چیز کو واضح کیا گیا ہے کہ جناب علی المرتضیٰؓ جب سے کوفہ میں تشریف لائے تو انہوں نے اپنے عہد خلافت میں کسی معاملہ میں بھی حضرت عمرؓ کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی ان کے کسی کام میں تغیر و تبدل کیا گویا کہ دونوں عہدوں میں معاملات خلافت میں پورا پورا اتفاق و اتحاد قائم تھا۔

چنانچہ ابن السمان نے اپنی کتاب "الموافقة بین اهل البیت

---

[1] (۱) طبقات لابن سعد ص ۲۵ ج ۳ قسم اول تحت تذکرہ علی المرتضیٰؓ۔
(۲) سیرت سیدنا علی المرتضیٰؓ از مولف کتاب ہذا ص ۵۲۷ تحت عنوان بیعت حسنیؓ

والصحابۃ" میں حضرت حسنؓ کا فرمان نقل کیا ہے کہ:---

انہ اخرج فی کتابہ عن الحسن بن علیؓ قال لااعلم علیا خالف عمرؓ ولاغیر شیئا مما صنع حین قدم الکوفۃ۔[1]

حضرت حسنؓ کا یہ بیان دونوں حضرات (حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ) کی باہم عدم مخالفت پر و عدم معاندت پر بہت بڑی شہادت اور وزنی گواہی ہے۔

حضرتُ حسنؓ کی اس شہادت کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان اختلافات و تنازعات نشر کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

---

[1] (۱) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ لمحب الطبری ج ۲ ص ۸۵ (طبع مصر) تحت فصل فی ما رواہ علیؓ فی فضل عمرؓ---الخ

(۲) ازالۃ الخفاء فی خلافۃ الخلفاء لمولانا شاہ ولی اللہ دہلوی ج اول ص ۱۰۷ (طبع قدیم) تحت بحث آخر مسانید صحابہ و تابعین

(۳) کتاب رحماء بینھم حصہ فاروقی از مولف کتاب ہذا ص ۳۲۰ تحت فصل اول باب پنجم۔ طبع لاہور

الفصل الرابع

عہد خلافت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ

سابقہ اوراق میں عہد خلافت مرتضوی کے متعلق مختصراً اشیاء ذکر کی ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے بعد (رمضان المبارک ۴۰ھ) سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور شروع ہوا۔ عنقریب ہی ذکر کیا ہے کہ دار الخلافہ کوفہ میں جناب حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت خلافت کی اور ان کو خلیفہ تسلیم کرلیا۔۔۔ الخ۔

مبارک بادی پر وقوع طلاق

ان ابتدائی ایام میں ایک واقعہ پیش آیا۔ وہ اس طرح ہے کہ جناب حسن رضی اللہ عنہ کے متعدد ازواج تھے اور ان میں سے ایک زوجہ خثعمیہ قبیلہ کی خاتون تھی۔ اس کا نام عائشہ بنت خلیفہ تھا۔

جب جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت خلافت کر کے آنجناب کو خلیفہ وقت تسلیم کرلیا تو اس خاتون نے ازراہ مبارک بادی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ "آپ کو منصب خلافت مبارک ہو۔" اس پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے حضرت علی کے قتل پر خوشی کا اظہار کیا ہے اور ناراض ہو کر اسے طلاق ثلاثہ دے دی۔

اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مذکورہ زوجہ نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے یہ ارادہ ہرگز نہیں کیا تھا۔

لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف بیس ہزار درہم ارسال کر دیئے اور فارغ

کر دیا۔

اس پر خاتون نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا کہ:۔۔۔

(متاع قلیل من حبیب مفارق) یعنی جدا ہونے والے حبیب کی طرف سے یہ قلیل سا مال ملا ہے۔

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ:۔۔۔

عن سوید بن غفلة قال کانت الخثعمیة تحت الحسن فلما قتل علی و بویع الحسن دخل علیها فقالت لتهنئک الخلافة۔ فقال اظهرت الشماتة بقتل علی انت طالق ثلاثا فقالت ما اردت هذا۔ ثم بعث الیها بعشرین الفا۔ فقالت متاع قلیل من حبیب مفارق۔[1]

مضمون ہذا الاصابة لابن حجر معه الاستیعاب جلد اول کے صفحہ ۴۵۶ پر خلیفہ بن عبداللہ کے تحت بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اور متعدد مؤلفین نے اس واقعہ کو اپنی تالیفات میں درج کیا ہے۔

ناظرین کرام کے افادہ کے لیے مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور سے اسے بلفظ نقل کیا جاتا ہے اس مقام میں مزید تفصیل پائی جاتی ہے جو نہایت مفید ہے۔

قال سوید بن غفلة کانت عائشة الخثعمیة عندالحسن بن علی فلما قتل علی قالت لتهنئک الخلافة قال بقتل علی تظهرین الشماتة اذهبی فانت طالق ثلاثا قال فتلعفت بثیابها وقالت والله ما اردت هذا۔ وقعدت حتی انقضت عدتها۔ فبعث الیها ببقیة من صداقها و بمتعه عشرین الف درهم فلما جاءها الرسول ورأت المال قالت متاع قلیل من

---

[1] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۲۶۷ ج ۳ تحت الحسن بن علی

حبیب مفارق- فاخبر الرسول الحسن بن علیؓ فبکی و قال لولا انی سمعت ابی یحدث عن جدی النبی ﷺ انہ قال-
من طلق امراتہ ثلاثا لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ لراجعتہا[1]

یعنی حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ میں نے تین طلاق دے دی ہیں اب رجوع کی کوئی صورت نہیں رہی اگر ایسا نہ ہوتا تو میں رجوع کر لیتا۔

تنبیہ

حوالہ مندرجہ بالا کے ذریعے ایک فقہی مسئلہ بھی واضح ہوا کہ جس خاتون کو اس کا خاوند "بیک کلمہ" و بیک بارگی تین طلاق صریح دیدے تو وہ تین طلاق ہی شمار ہوتی تھیں۔ ان کو ایک طلاق تصور نہیں کیا جاتا تھا اور اس طریقہ سے مطلقہ خاتون کسی دوسرے زوج کے ساتھ نکاح و شادی کرنے کے بغیر پہلے زوج کے لیے حلال نہیں ہو سکتی تھی۔ اس پر اہل سنت کے اکابر علماء متفق ہیں۔

اس مسئلہ میں شیعہ علماء اختلاف کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں اس طرح سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ ان لوگوں کے لیے واقعہ ہذا میں صحیح راہنمائی پائی جاتی ہے کیونکہ جناب نبی کریم ﷺ کا شرعی فرمان آنجناب ﷺ کی اولاد شریف کے ذریعے یہاں ثابت ہو رہا ہے اور یہ واجب العمل ہے۔

نوٹ: فوائد نافعہ حصہ اول فصل دوم میں طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کی وضاحت ہم نے ذکر کر دی ہے۔ مزید تفصیلات وہاں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

اہل عراق سے ناراضگی کا اظہار

جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے کہ کوفہ میں حضرت حسنؓ سے بیعت خلافت کے

[1] مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۲۸ ج ۷ تحت الحسن بن علیؓ طبع دمشق۔

بعد حالات صرف چند ماہ تک پر سکون رہے۔

اس کے بعد حضرت حسنؓ کو معلوم ہوا کہ اہل شام کی طرف سے عسکری پیش قدمی کی جا رہی ہے اور عبداللہ بن عامر کو اس سلسلہ میں مدائن کی طرف روانہ کیا گیا ہے۔

اس پر آنجنابؓ کے امراء اور اہل جیش نے آپؓ کو اہل شام کے ساتھ قتال پر آمادہ کیا۔ لیکن حضرت حسنؓ ذاتی طور پر قتال بین المسلمین کو ناپسند فرماتے تھے۔

بہرکیف وقتی حالات کے تقاضوں سے مجبور ہو کر حضرت حسنؓ اہل الشام سے قتال پر آمادہ ہو گئے اور اپنے عسکری مستقر مدائن میں جا کر قیام فرمایا۔

اس مقام میں مورخین کی طرف سے مختلف تاریخی روایات پائی جاتی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ:---

آپ کی جماعت کے بعض برگشتہ افراد نے آپ کے لیے ایذا رسانی کی اور برا سلوک کیا جس کی بنا پر آپ بہت ملول ہوئے اور اپنے سیاسی مقابلین کے ساتھ صلح کرنے کا ارادہ کر لیا۔

چنانچہ اس مقام کی ایک روایت عمار دھنی سے منقول ہے کہ۔

عن عمار الدھنی قال نزل الحسن بن علیؓ المدائن و کان قیس بن سعد علی مقدمتہ ونزل الانبار فطعنوا حسنا وانتھبوا سرادقہ۔[1]

یعنی عمار الدھنی کہتے ہیں کہ (حسب پروگرام) علاقہ مدائن میں سیدنا حسنؓ تشریف لے گئے۔ آپ کے جیش کے مقدمہ پر قیس بن سعد حاکم تھا پھر اس کے بعد انبار کے مقام پر پہنچے تو وہاں ان کے اپنے لشکریوں نے آنجنابؓ کو نیزوں سے زخمی کر ڈالا اور آپ کے خانگی اموال لوٹ لیے۔[2]

اور اس مقام کی ایک دوسری روایت مورخین نے درج کی ہے جس میں مذکور

---

[1] (۱) کتاب المعرفۃ والتاریخ ص ۷۵۵-۷۵۶ ثانی تحت ما جاء فی الکوفۃ وابی حنیفۃ--- الخ۔

[2] (۱) تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ص ۱۷۸ ج اول تحت قیس سعد بن عبادہ۔
(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۹۶ ج ۳ تحت معاویہ بن ابی سفیان۔

ہے کہ:---

مدائن کے محل میں حضرت حسنؓ نے اپنے اکابر ساتھیوں کو جمع کیا اور کبیدہ خاطر ہو کر فرمایا کہ اے اہل عراق! میں تمہیں بھلا دیتا اور غافل ہو جاتا مگر تین چیزوں کی وجہ سے میں تمہیں نہیں بھلا سکتا۔

۱۔ ایک تو تم نے ہمارے والد گرامی کو قتل کر دیا۔

۲۔ دوسرا تم نے ہماری سواری کو نیزوں سے زخمی کر دیا۔

۳۔ تیسرا یہ کہ تم نے میرا اسباب لوٹ لیا اور میری چادر کو میرے دوش سے کھینچ ڈالا۔

حالانکہ تم نے میرے ساتھ ان شرائط پر بیعت کی تھی کہ میں جس کے ساتھ صلح سلامتی رکھوں گا تم اس کے ساتھ صلح اور سلامتی سے پیش آؤ گے اور جس کے ساتھ میں جنگ کروں گا تم اس کے ساتھ جنگ کرو گے اور میں نے معاویہؓ سے بیعت کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تم اس کی بات کو قبول کرنا اور اس کی اطاعت کرنا---الخ

عون بن موسی قال سمعت هلال بن خباب (حبان) يقول جمع الحسن بن علیؓ رؤس اصحابه فی قصر مدائن فقال يا اهل العراق! لولم تذهل نفسی عنكم الالثلاث خصال لذهلت بقتلكم ابی و مطعنكم بغلتی- وانتهابكم ثقلی او قال ردائی عن عاتقی وانكم قد بايعتمونی علی ان تسالموا من سالمت و تحاربوا من حاربت وانی قد بايعت معاويه فاسمعوا له واطيعوا قال ثم نزل فدخل القصر۔[1]

[1] (۱) تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ص ۱۳۹ ج اول تحت حضرت حسن بن علیؓ

(۲) کتاب المعرفۃ والتاریخ للبسوی ص ۳۱۷ ج ۳ تحت بیعت الحسن لمعاویۃ۔

(۳) الاصابۃ لابن حجر ص ۳۳۰ ج اول تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ (معہ الاستیعاب لابن عبد البر)

روایت ہذا سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت حسنؓ نے مدائن کے موقعہ میں اپنے ساتھیوں سے دل برداشتہ ہو کر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور حضرت معاویہؓ کے ساتھ بیعت اور مصالحت کرنے کا ارادہ کرلیا اور اپنے ساتھیوں کو ان کی اطاعت کی تلقین فرمائی۔

حضرت امیر معاویہؓ سے مصالحت

اس کے بعد ان پریشان کن حالات کی بنا پر حضرت حسنؓ اپنے سیاسی مقابلین حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت کے ساتھ مصالحت پر آمادہ ہوگئے۔ (جیسا کہ سابقہ سطور میں ذکر کیا گیا ہے)

اس مقام میں مورخین کی روایات بہت کچھ متفاوت ہیں لیکن یہاں محدثین کی روایت پیش کی جاتی ہیں تاکہ اصل حقیقت حال سامنے آسکے۔

چنانچہ بخاری شریف میں کتاب الصلح کے تحت حسن بصری کی روایت درج ہے وہ پیش کی جاتی ہے۔

اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ:--- حضرت امام حسنؓ اور امیر معاویہؓ کے لشکر اور جیوش باہم متقابل ہوئے جو پہاڑوں کی مانند تھے۔ عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ یہ لشکر اور عساکر ایک دوسرے کو قتل کیے بغیر پسپا ہونے والے نہیں۔

حسن بصری کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ اللہ کی قسم خیر الرجلین تھے یعنی عمرو بن العاصؓ سے بہتر تھے۔ انہوں نے عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ اگر ایک فریق دوسرے کو قتل کر ڈالے اور دوسرا فریق پہلے کو قتل کردے تو لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ عورتوں بچوں اور کمزور لوگوں کی نگہداشت کون کرے گا؟ یعنی اس صورت میں تو یہ لوگ ضائع اور برباد ہو جائیں گے۔

ان حالات کے پیش نظر حضرت معاویہؓ نے بنی عبد شمس کے دو افراد عبدالرحمان بن سمرۃ اور عبداللہ بن عامر کو حضرت حسنؓ کی طرف روانہ کیا اور فرمایا کہ حضرت حسنؓ کے پاس جا کر صلح نامہ پیش کیجئے اور انہیں صلح پر آمادہ کیجئے۔

ان دونوں حضرات نے حضرت حسنؓ کے پاس پہنچ کر صلح کے مسئلے پر گفتگو کی اور

صلح کی دعوت دی۔

اس پر سیدنا حسنؓ نے ان دونوں کو فرمایا کہ ہم بنو عبدالمطلب ہیں (اپنے اہل و عیال اقرباء اور خدام پر بخشش اور کرم کرنا ہماری جبلت میں ہے اور اس مال سے ہم ان سب کے حقوق ادا کرتے ہیں)

ان حالات میں امت میں بہت انتشار اور فساد واقع ہو گیا ہے۔

اس پر ان دونوں بزرگوں نے کہا کہ آپؓ کی ضروریات اور تقاضے پورے کیے جائیں گے اور مطالبات تسلیم کیے جائیں گے۔

تو جناب حسنؓ نے فرمایا کہ ان وعدوں کے ایفاء کا ذمہ دار کون ہو گا۔

توانہوں نے کہا کہ ہم ذمہ دار ہیں۔

اس کے بعد مسئلہ خلافت میں سیدنا حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر لی۔

صلح کی پیش گوئی

حسن بصری کہتے ہیں کہ یہ صلح نبی کریم ﷺ کی اس پیش گوئی کا مصداق ہے جو آنجناب ﷺ نے مدینہ منورہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمائی تھی اس وقت جناب نبی کریم ﷺ کے پہلو میں (ایام طفولیت میں) حضرت حسنؓ منبر پر ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

آنجناب ﷺ خطبہ کے دوران کبھی حضرت حسنؓ کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ہم لوگوں کی طرف التفات فرماتے۔

اس وقت آنجناب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے گا۔

فصالحه قال الحسن (البصری) ولقد سمعت ابابكرة يقول رأيت رسول الله ﷺ على المنبر والحسن بن علی الی جنبه وهو يقبل على الناس مرة و عليه اخری ويقول ان ابنی هذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من

المسلمین۔[1]

نوٹ: اس مضمون کے لیے شیعہ و سنی کتب سے مزید حوالہ جات ہم نے اپنی کتاب "سیرت حضرت معاویہؓ" میں عنوان حضرت سیدنا حسنؓ کی حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کے تحت درج کردیے ہیں تفصیلات وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

شرائط صلح کی وضاحت

سابقہ سطور میں حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کی باہم مصالحت کا بیان جاری ہے۔

اسی سلسلہ میں شارحین حدیث نے جو اس کی وضاحت ذکر کی ہے وہ قارئین کے فائدہ کے لیے درج کی جاتی ہے۔

حافظ ابن حجر شرح بخاری فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ:۔۔۔

قال ابن بطال سلم الحسن لمعاوية الامر وبايعه على اقامة كتاب الله و سنة نبيه و دخل معاوية الكوفة و بايعه الناس فسميت سنة الجماعة لاجتماع الناس وانقطاع الحرب وبايع معاوية كل من كان معتزلا للقتال كابن عمرو سعد بن ابی وقاص و محمد بن مسلمة واجاز معاوية الحسن بثلثمائة الف والف ثوب و ثلاثين عبدا و مائة جمل و انصرف الى المدينة وولى معاوية الكوفة المغيره بن شعبة والبصرة عبدالله بن عامر و رجع الى

---

[1] (۱) بخاری شریف ص ۲۷۲ ج اول تحت کتاب الصلح باب قول النبی ﷺ للحسن بن علی ابنی ہذا سید۔۔۔الخ۔

(۲) سیرت امیر معاویہؓ جلد اول ص ۳۱۳ تحت صلح حضرت حسن با معاویہؓ (از مولف کتاب ہذا)

دمشق [1]

اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ:---

ابن بطال نے کہا حضرت حسنؓ نے خلافت کا معاملہ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سپرد کر دیا اور حضرت معاویہؓ سے اس شرط پر بیعت کر لی کہ اللہ کی کتاب اور جناب نبی کریم ﷺ کی سنت کو قائم کیا جائے گا۔ حضرت معاویہؓ کوفہ میں داخل ہوئے اور لوگوں نے حضرت معاویہؓ کے ساتھ بیعت کی۔ لوگوں کے اجتماع اور انقطاع جنگ کی وجہ سے اس سال کو اتفاق اور جماعت کے سال سے موسوم کیا گیا اور جو حضرات قتال ہذا سے الگ رہے تھے ان لوگوں نے بھی حضرت معاویہؓ کے ساتھ بیعت کر لی مثلاً عبداللہ بن عمرؓ سعد بن ابی وقاصؓ محمد بن مسلمہؓ وغیرھم۔

اور حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ کو تین لاکھ درہم نقد ایک ہزار پوشاک کا کپڑا اور تیس غلام اور ایک سو اونٹ دیئے۔

حضرت حسنؓ مدینہ منورہ کی طرف واپس تشریف لائے۔

حضرت معاویہؓ نے کوفہ پر مغیرہ بن شعبہ اور بصرہ پر عبداللہ بن عامر کو والی مقرر کیا اور خود دمشق کی طرف واپس تشریف لائے۔

اسی مضمون کو حافظ الذھبیؒ نے اپنی مشہور تصنیف "سیر اعلام النبلاء" کے صفحہ ۹۱ جلد ثالث تحت معاویہ بن ابی سفیان میں بھی درج کیا ہے۔

اس سے ضمنی طور پر یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت حسنؓ دونوں ایک قرآن پر یقین رکھتے تھے اور دونوں کے ہاں سنت قائمہ ایک ہی تھی حضرت علیؓ اگر کسی اور قرآن کے قائل ہوتے جو ترتیب نزول پر جمع کیا گیا ہو تو امام حسنؓ اس قرآن پر عمل کرنے کی حضرت معاویہؓ کو دعوت دیتے۔

تاریخ مصالحت

کبار علماء کرام نے صلح ہذا کے متعلق ذکر کیا ہے کہ مشہور قول کے مطابق اواخر

---

[1] فتح الباری شرح بخاری لابن حجر عسقلانی ص ۵۳ ج ۱۳ تحت باب قول النبی ﷺ للحسن بن علی (ان ابنی ہذا السید---الخ کتاب الفتن طبع قدیم مصر)

ربیع الثانی ۴۱ھ میں حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان مصالحت ہو گئی اور ایک امام اور ایک خلیفہ پر اہل اسلام کے مجتمع ہونے کی وجہ سے اس سال کو عام الجماعۃ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

و تسلم معاویة الخلافة فی اخر ربیع الاخر و سمی عام الجماعة لاجتماعهم علی امام و هو عام واحدوار بعین (۴۱ھ)[1]

مقاصد صلح و مصالحت

جناب سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ کا جناب معاویہ بن ابی سفیانؓ کے ساتھ امر خلافت میں صلح و مصالحت کرنا اور بیعت خلافت کر لینا تاریخ اسلام میں ایک غیر معمولی واقعہ ہے جناب موصوف کا یہ اہم کارنامہ ہے جو ملت اسلامیہ کی منفعت کے لیے سرانجام دیا۔

- ☆ اس کی وجہ سے قتال بین المسلمین کا اختتام ہوا ایک عرصہ سے اسلام کی دو عظیم جماعتیں جو باہم برسرپیکار تھیں ان کا اختلاف رفع ہو گیا اور انتشار ختم ہو گیا۔
- ☆ مسلمانوں کی جو اجتماعی قوت منتشر ہو گئی تھی وہ ایک بار پھر مجتمع ہو گئی۔
- ☆ اقتدار کے مسئلہ میں جو مسلمانوں کے درمیان عناد قائم ہو گیا تھا وہ دور ہو گیا۔

یہ اتنا عظیم کام سیدنا حسنؓ کی مصالحانہ طبع کی وجہ سے سرانجام پایا اور جناب نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی کی صداقت کا نشان ٹھہرا اور جنابؐ کے معجزہ کا ظہور ہوا۔

چنانچہ ذیل میں چند تاریخی حوالہ جات درج کیے جاتے ہیں جن میں آنجناب کے موقف کی کامل وضاحت پائی جاتی ہے۔

والمحفوظ ان کلام الحسن الاخیر انما وقع بعد الصلح و الاجتماع کما اخرجه سعید بن منصور

---

[1] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۹۶ ج ۳ تحت معاویۃ بن ابی سفیانؓ۔
(۲) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۱۴۱ ج ۸ تحت سنۃ ۴۹ھ
(۳) تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۸۷ ج اول تحت ۴۱ھ (عام الجماعۃ)

والبیہقی فی الدلائل من طریقه ومن طریق غیره بسندهما الی الشعبی قال لما صالح الحسن بن علیؓ معاویة قال له معاویة قم فتکلم - فقام فحمد الله واثنی علیه ثم قال اما بعد فان اکیس الکیس التقی ان اعجز العجز الفجور الاوان هذا الامر الذی اختلفت فیه انا ومعاویة حق لامری کان احق به منی او حق لی ترکته لارادة اصلاح المسلمین وحقن دمائهم وان ادری لعله فتنة لکم و متاع الی حین ثم استغفر ونزل -[1]

یعنی... شعبی کہتے ہیں کہ جب حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان صلح و مصالحت ہو گئی تو جناب معاویہؓ نے حضرت حسنؓ سے کہا کہ آپؓ لوگوں میں کھڑے ہو کر خلافت سے دستبرداری کا اعلان کیجئے تو حضرت حسنؓ نے کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا جس کا ماحصل یہ ہے کہ:...

- زیادہ دانش مند وہ ہے جو متقی و پرہیزگار ہے۔
- زیادہ عاجز وہ ہے جو فاجر اور نافرمان ہے۔
- اس خلافت کے مسئلہ میں میرے اور معاویہؓ کے درمیان اختلاف واقع ہوا۔ اس معاملہ میں زیادہ حقدار میں ہوں یا وہ بہرحال میں اہل اسلام کی اصلاح کی خاطر اور ان کی خونریزی کی حفاظت کے لیے اپنا حق ترک کرتا ہوں...

---

[1] (۱) فتح الباری شرح بخاری شریف لابن حجر ص ۵۳ ج ۱۳ تحت قول النبی ﷺ للحسن بن علی... الخ۔
(۲) المصنف لابن ابی شیبہ ص ۱۰۰ ج ۱۵ کتاب الفتن طبع کراچی۔
(۳) مختصر تاریخ ابن عساکر ص ۳۶ ج ۷ تحت الحسن بن علیؓ
(۴) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۸۱ ج ۳ تحت الحسن بن علیؓ۔
(۵) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی ص ۳۷ ج ثانی تحت تذکرہ الحسن بن علیؓ
(۶) السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۷۳ ج ۸ جلد ہشتم قتال اہل البغی۔

پھر استغفار فرمایا اور منبر سے نیچے تشریف لائے۔

اسی نوع کی متعدد روایات اس مقام میں پائی جاتی ہیں جن میں مذکور ہے کہ جب جناب حسنؓ کوفہ میں واپس تشریف لائے تو ایک شخص ابو عامر نے آپ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:---

السلام علیک یا مذل المومنین یعنی آپ پر سلام ہو اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے! تو جواب میں جناب حسنؓ نے فرمایا کہ اے ابوعامر ایسا مت کہو میں مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا ہرگز نہیں ہوں۔ میں نے اپنے ملکی اقتدار کی خاطر مومنوں کے قتل کرنے کو مکروہ جانا (اور انہیں خونریزی سے بچالیا)

فلما قدم الحسن بن علیؓ علی الکوفة قال له رجل منا یقال له ابو عامر سفیان بن لیلی - وقال ابن الفضل سفیان بن اللیل السلام علیک یا مذل المومنین قال لاتقل ذاک یا ابا عامر لست بمذل المومنین ولکنی کرهت ان اقتلهم علی الملک۔[1]

شبہ کا ازالہ

حدیث کی بعض روایات میں آئندہ حالات کے متعلق پیش گوئی فرمائی گئی ہے اور اس کو اس طرح تعبیر کیا گیا ہے کہ:--- هدنة علی دخن یعنی وہ ایک صلح ہوگی جو دھوکے پر مبنی ہوگی۔

---

[1] (۱) کتاب المعرفة والتاریخ للبسوی ص ۳۱۷ ج ۳ تحت خلافت معاویہ بن ابی سفیان۔
(۲) المصنف لابن ابی شیبة ص ۹۴۰ ج ۱۰ (مخطوطہ) تحت کتاب الفتن۔
(۳) مختصر تاریخ ابن عساکر ص ۳۵ ج ۷ تحت الحسن بن علیؓ۔
(۴) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۸۲ ج ۳ تحت حسن بن علیؓ
(۵) کتاب سیرت حضرت امیر معاویہؓ از مولف کتاب ہذا ص ۳۲۳ ج اول تحت عنوان صلح ہذا کے فوائد۔

اس روایت سے بعض لوگ حضرت حسنؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان ہونے والی صلح مراد لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس صلح میں دھوکہ دہی اور خیانت مقصود تھی۔

اس کے متعلق مختصراً گزارش کی جاتی ہے کہ مذکورہ بالا روایت میں فریقین میں سے کسی فریق کا نام مذکور نہیں اور نہ ہی کسی عہد یا مقام کی تعیین کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ صلح کس دور میں ہوگی اور اس سے کون لوگ مراد ہیں؟

بہرکیف یہ روایت ان تصریحات کے ذکر سے خاموش ہے۔ سوائے خواہ مخواہ اس صلح پر محمول کرنا جس کی جناب نبی کریم ﷺ نے تعریف فرمائی ہو ہرگز مناسب نہیں۔

دیگر یہ بات قابل توجہ ہے کہ سیدنا حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کی صلح و مصالحت جناب نبی کریم ﷺ کی مشہور پیش گوئی کا مصداق تھی (ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بین فئتین عظیمتین من المسلمین

اور اس میں آنجناب ﷺ نے ایک پسندیدہ صلح کے متعلق امید وابستہ فرمائی جو امر حق تھی۔

اور روایت ھدنۃ علی دخن کا مصداق اس صلح کو ٹھہرانے سے آنجناب ﷺ کی جو بہتر امید وابستہ تھی وہ معاذ اللہ پوری نہیں ہو سکی۔

اس طریقہ سے ان دونوں روایات کے مفہوم میں تعارض و تخالف پایا جاتا ہے۔

فلہذا الھدنہ علی دخن والی روایت کا مصداق کوئی دوسرا واقعہ ہے۔ یہ مصالحت مذکور محمل نہیں۔

نیز یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ:---

اس صلح میں بنی ہاشم کے اکابر حضرات اور دیگر مشاہیر صحابہ کرامؓ شامل ہوئے تھے۔

اگر اس صلح کو کدورت اور غدر پر محمول کیا جائے تو کیا یہ حضرات یہ بات معلوم نہ کر سکے کہ یہ سراسر دھوکا اور فریب کاری کی جا رہی ہے؟

کیا یہ حضرات اتنے سادہ لوح اور غافل اور سطحی فہم و فراست کے حامل تھے کہ

فریق مقابل کی فریب دہی کو نہ سمجھ سکے؟ (یہ بات ہرگز ممکن نہیں)

مزید برآں قابل غور یہ بات ہے کہ ان اکابر ہاشمی حضرات بشمول حضرات حسنین شریفین کے حضرت معاویہ کے ساتھ بہتر تعلقات اور روابط مدت العمر قائم رہے اور باہمی معاملات صحیح رہے۔

یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ ان حضرات کے درمیان مصالحت ہذا میں کسی قسم کی کدورت نہیں تھی اور خدیعت اور غدر ان کے درمیان نہیں تھا۔

فلہذا اس مقام میں شبہ ہذا قائم کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

عراق سے مدینۃ النبی کی طرف مراجعت

سیدنا حسن اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان جب تاریخی صلح ہو گئی اور ایک عظیم انتشار اہل اسلام میں ختم ہو گیا تو دونوں حضرات اپنی اپنی جماعتوں کے ساتھ اپنے اپنے مراکز کی طرف روانہ ہو گئے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایۃ و النہایۃ میں ذکر کیا ہے کہ:---

ترحل الحسن بن علی و معه اخوه الحسین و بقیة اخوتهم و ابن عمهم عبد الله بن جعفر من ارض العراق الی ارض المدینة النبویة علی ساکنها افضل الصلاة و السلام و جعل کلما مر بحی من شیعتهم یبکتونه علی ما صنع من نزوله عن الامر لمعاویة و هو فی ذالک هو البار الراشد الممدوح و لیس یجد فی صدره حرجا و لا تلوما و لا ندما بل هو راض بذالک مستبشر به۔[1]

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت حسن اپنے برادر سیدنا حسین ابن علی کے سمیت

---

[1] (۱) البدایۃ و النہایۃ لابن کثیرؒ ص ۱۹ ج ۸ تحت ۴۱ھ طبع اول مصر۔
(۲) سیرت حضرت امیر معاویہ از مولف کتاب ہذا ص ۳۴۷-۳۴۸ تحت عنوان الحاصل۔

اپنے دیگر بھائیوں اور چچازاد برادر حضرت عبداللہ بن جعفر کی معیت میں ارض عراق (کوفہ) سے مدینۃ النبی کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں جب یہ حضرات اپنے شیعوں (ساتھیوں) اور حامی قبائل کے پاس سے گزرتے تھے تو بعض لوگ سیدنا حسنؓ کو امیر معاویہؓ کے لیے خلافت سپرد کردینے پر عار دلاتے ملامت کرتے اور سخت الفاظ سے یاد کرتے تھے۔

حالانکہ سیدنا حسنؓ درست معاملہ کرنے والے نیک طینت شخص تھے اور وہ ان لوگوں کے برے رویہ سے اپنے اندر کوئی کمزوری محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اپنے اس مصالحت کے فعل پر بشرح صدر خوش اور مطمئن تھے اور انہوں نے وقتی تقاضوں کے تحت درست فیصلہ کرکے یہ صورت اختیار کی تھی۔

احوال معاش

حضرت حسنؓ کی معاش کے احوال ابتداء سے ہی بہت عمدہ تھے۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں جب صحابہ کرامؓ کے وظائف مقرر کیے گئے تھے تو حضرت علی المرتضیٰؓ کا وظیفہ پانچ ہزار درہم سالانہ مقرر ہوا تھا اور اس وقت آپ کے فرزندان سیدنا حسن اور حسینؓ کے وظائف بھی قرابت نبوی ﷺ کا لحاظ کرتے ہوئے پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ مقرر ہوئے تھے۔

اور اسی طرح حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی ان حضرات کے وظائف کامل طور پر ادا کیے جاتے رہے۔ ان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اس مسئلہ کو الفصل الثانی عہد عثمانی کے تمہیدی مسئلہ میں بقدر ضرورت درج کردیا گیا ہے۔

پھر حضرت علی المرتضیٰؓ خود خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے بھی ان حضرات کے ادائے وظائف میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔

مذکورہ بالا وظائف کے حوالہ جات ہم نے اپنی کتب رحماء بینھم حصہ دوم (فاروقی) اور حصہ سوم (عثمانی) میں اپنے اپنے مقام پر درج کردیے ہیں۔

وصایا

علاوہ ازیں مورخین نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اکابر صحابہ کرامؓ میں سے بعض حضرات اپنی وصایا کے ذریعے بھی جناب حسنینؓ کے لیے مالی تعاون فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ میں ایک بزرگ مقداد بن الاسودؓ مشہور صحابی ہیں اور قدیم الاسلام ہیں ان کو سابقین الاولین میں شمار کیا جاتا ہے۔

آپؓ اسلام کے مشاہد اور معرکوں میں آنجناب ﷺ کے ساتھ شامل و شریک رہے ان کی تمام زندگی ملی خدمات میں صرف ہوئی۔

اور ان کا انتقال خلافت عثمانی کے عہد میں ۳۳ھ میں جوار مدینہ مقام الجرف میں ہوا اور وہاں سے انہیں لاکر مدینہ طیبہ میں دفن کیا گیا۔ انہوں نے اپنے انتقال سے پہلے جو وصایا فرمائے تھے حافظ الذھبی نے ان میں سے ایک وصیت بالفاظ ذیل نقل کی ہے۔

وعن کریمة بنت المقداد ان المقداد اوصی للحسنؓ والحسینؓ بستة و ثلاثین الفا و للامهات المومنین لکل واحد بسبعة الاف درہم۔[1]

اس کا مفہوم یہ ہے کہ مقداد بن الاسود نے سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کے حق میں (۳۶۰۰۰) چھتیس ہزار درہم کی وصیت کی کہ ان کو دے دیئے جائیں۔

اور حضرات امہات المومنینؓ کے حق میں بھی وصیت کی کہ ہر ایک ام المومنینؓ کو سات ہزار (۷۰۰۰) درہم دیئے جائیں۔ یہ امہات المومنین اور حضرات حسنینؓ کی بیک وقت خدمت بتلاتی ہے کہ امہات المومنین اور حضرت حسینؓ میں کوئی اعتقادی بعد نہ تھا۔

روایت ہذا کی روشنی میں واضح ہوا کہ صحابہ کرامؓ میں سے بعض حضرات حسنین شریفینؓ کے لیے وصایا کے ذریعے بھی مالی خدمات سرانجام دیتے تھے--- تاکہ وہ حضراتؓ آسودہ حالی سے زندگی بسر کریں۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۲۸۰ ج اول تحت المقداد بن عمرو المعروف المقداد بن الاسود

عطیات و وظائف

حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبرداری ہونے کے بعد جناب حسنؓ مدت العمر مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور حضرت معاویہؓ کی طرف سے ان حضرات کے لیے جو وظائف مقرر تھے وہ انہیں ۴۱ھ سے تا مدت العمر باقاعدگی سے موصول ہوتے رہے اور اس معاملہ میں کوئی ناغہ نہیں ہوا اور کوتاہی نہیں ہوئی مزید تفصیلات کے لیے ہماری تالیف مسئلہ اقربانوازی صفحہ ۲۰۱ تا صفحہ ۲۰۴ تحت عنوان وظائف و عطیات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز اسی طرح بندہ کی تصنیف کتاب سیرۃ حضرت معاویہؓ جلد اول ص ۵۴۸ تا ۵۵۹ میں بھی عطیات و وظائف کی تفصیل قابل ملاحظہ ہے۔

اس مضمون پر ذیل میں صرف دو حوالہ جات ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ابن عساکر نے اپنی مشہور تاریخ بلدہ دمشق (تذکرہ سیدنا حسنؓ) میں عطیات کا واقعہ درج کرتے ہوئے پہلے وقتی عطیہ (چار لاکھ درہم) کا ذکر کیا ہے اس کے بعد مبرد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ ہر سال امیر معاویہؓ کی خدمت میں پہنچتے تھے او امیر معاویہؓ ان کو ایک لاکھ درہم سالانہ عنایت کرتے تھے۔

فاعطاه اربع مائة الف درهم و روى المبرد ان الحسن كان يفد كل سنة على معاوية فيصله بمائة الف درهم۔[1]

یہ مضمون ذیل مقامات میں بھی درج ہے۔

۲۔ كان له جائزة و كان يفد اليه فربما اجازه بار بعمائة الف درهم و راتبه فى سنة مائة الف[2]

مندرجات بالا کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ جناب حسنؓ نے تمام مراحل زندگی

---

[1] تہذیب تاریخ ابن عساکر للشیخ عبدالقادر بن بدران آفندی ج ۴ ص ۲۰۰ تذکرہ حسن بن علیؓ

[2] (۱) الاصابۃ لابن حجر معہ الاستیعاب ج اول ص ۳۲۹۔ تذکرہ حسن بن علیؓ
(۲) البدایہ لابن کثیرؒ ج ۸ ص ۳۷ تذکرہ حسن بن علیؓ
(۳) البدایہ لابن کثیرؒ ج ۸ ص ۴۱۔۴۲، تحت تذکرہ حسن بن علیؓ

بڑی سہولت راحت اور آسودہ حالی سے بسر فرمائے اور کسی قسم کی معاشی پریشانی میں مبتلا نہیں ہوئے۔

اور یہاں سے یہ چیز بھی واضح ہوتی ہے کہ بعض لوگوں کی طرف سے جو یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ حضرات خلفاء ثلاثہ نے ان حضراتؓ کے مالی حقوق ادا نہیں کیے بلکہ غصب کر لیے تھے وہ سراسر بے اصل اور بے سروپا ہے۔

عبادت

خدائے قدوس کی عبادت ان حضرات کی زندگی کا نصب العین تھا اور ان کی حیات کا پسندیدہ عمل تھا۔ یہ حضرات اپنے اوقات کا ایک وافر حصہ اس میں صرف کرتے تھے اور مومن کے لیے مقصد حیات بھی عبادت الٰہی ہے اور ان حضرات کی ہدایات کے ذریعے ہی اہل اسلام کو عبادت کے عادات واطوار حاصل ہوئے۔

- محدثین ذکر کرتے ہیں کہ حضرت حسنؓ نماز ادا کرتے تو بعض دفعہ اپنے اوپر ایک چادر اوڑھ کر نماز ادا کرتے تھے۔

عن ابی العلاء قال رأیت الحسن بن علیؓ یصلی مقنعا راسہ۔[1]

اس کیفیت کے ساتھ نماز ادا کرنا اولیٰ اور بہتر طریقہ ہے۔

- علماکرام نے حضرت حسنؓ کا مسجد نبوی میں عبادت کا ایک معمول لکھا ہے کہ۔

حضرت حسنؓ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد طلوع آفتاب تک اپنی جائے نماز میں ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے پھر آپ کے پاس قوم کے اشراف لوگ آکر مجلس میں بیٹھتے اور آنجناب کی خدمت میں دینی علمی گفتگو کرتے۔ اس طرح یہ مجلس قائم رہتی حتیٰ کہ آفتاب بلند ہو جاتا تو چاشت کے نوافل ادا فرماتے۔

پھر آنجنابؓ وہاں سے فراغت کے بعد امہات المومنینؓ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو جاکر سلام پیش کرتے۔

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۵۶۳ ج ۸ کتاب الادب، طبع کراچی۔

اور بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ امہات المومنینؓ انہیں ہدیہ کے طور پر کوئی چیز عنایت فرماتیں اور یہ بخوشی منظور کرلیتے اس طرح ان حضرات کے مابین محبت آمیز روابط قائم تھے۔ پھر اس کے بعد جناب حسنؓ اپنے گھر تشریف لاتے۔

نیز مورخین ذکر کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا آنجنابؓ کا صبح کا معمول تھا اور پھر شام کے وقت بھی آنجناب کا مسجد نبوی میں عبادت کا یہی معمول تھا۔

کان اذا صلی الغداة جلس فی مصدره حتی تطلع الشمس ثم یسند ظهره فلا یبقی فی مسجد رسول الله ﷺ رجل له شرف الااتاه فیتحدثون حتی یرتفع النهار فاذا ارتفع صلی رکعتین فنهض ثم یاتی امهات المومنین فیسلم علیهن فربما اتحفنه ثم ینصرف الی منزله ثم یروح فیصنع مثل ذالک---الخ[1]

تقویٰ کا عمل

اس مقام میں حضرات حسنین شریفینؓ کے زہد و تقویٰ کے متعلق علماء کرام نے یہ چیز ذکر کی ہے کہ:---

امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ حضرات حسنؓ اور حسینؓ تستر کے احکام کو ملحوظ رکھتے ہوئے امہات المومنین پر نظر نہیں کرتے تھے یہ چیز عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں پہنچی تو انہوں نے اس مسئلہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان دونوں حضرات کے لیے امہات المومنینؓ کو دیکھنا شرعاً حلال تھا۔

عن محمد بن علی قال کان الحسن والحسین لایریان امهات المومنین قال ابن عباسؓ وان

---

[1] (۱) تہذیب لابن عساکر ص ۲۱۳ ج ۴ تحت تذکرہ حسن بن علیؓ۔

(۲) البدایۃ والنھایۃ لابن کثیرؒ ص ۳۷ ج ۸ تحت سنۃ ۴۹ھ

(۳) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۲۳ ج ۷ تحت الحسن بن علیؓ۔

رو يحهن لهما تحل۔[1]

حضرات حسنین شریفین کا امہات المومنین کے پردہ کو ملحوظ رکھنا ایک تقویٰ کا عمل تھا ورنہ ابن عباس کے فرمان کے مطابق شرعاً پردہ واجب نہیں تھا۔

قیام مکہ مکرمہ کے معمولات

گزشتہ سطور میں جناب حسن کے قیام مدینہ منورہ کے دوران عبادت کے معمولات اجمالاً مذکور ہوئے۔

اب یہاں آنجناب کے قیام مکہ مکرمہ کے دوران معمولات کا مختصر سا ذکر کیا جاتا ہے۔

ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے جناب سیدنا حسن اور سیدنا حسین کو دیکھا مکہ مکرمہ میں انہوں نے مسجد حرام میں عصر کی نماز امام کے ساتھ ادا کی پھر دونوں حضرات حجر اسود کے پاس تشریف لائے اور اسے بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا سات چکروں میں طواف کیا اور تمام متعلقہ مقامات کا استلام کیا (یعنی بوسہ دیا) اور اس کے بعد دو رکعت نوافل ادا فرمائے۔

جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ حضرات جناب نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی کے فرزند ہیں تو انہوں نے ازراہ اشتیاق ہجوم کر دیا اور ان حضرات کو اس طرح حلقہ میں لے لیا کہ راستہ مسدود ہو گیا اور آگے چلنے کی گنجائش نہ رہی۔

ان حضرات کے ساتھ رکانات میں سے ایک شخص تھا جس نے لوگوں کو پیچھے ہٹایا اور ان حضرات کو ہجوم سے باہر نکالا۔

یہ واقعہ تاریخ بلدہ دمشق لابن عساکر میں بالفاظ ذیل منقول ہے۔

وقال ابو سعيد رايت الحسن والحسين صليا

---

[1] (۱) کتاب السنن لسعید بن منصور ص ۲۳۴ قسم اول ج ۳ تحت روایت ص ۹۶۶ تحت باب ماجاء فی ابنۃ الاخ من الرضاعۃ۔

(۲) الطبقات لابن سعد ص ۵۰ ج ۸ تحت عائشۃ بنت ابی بکرؓ

(۳) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۷۷ ج ۳ تحت الحسن بن علیؓ

مع الامام العصر ثم اتیا الحجر فاستلماہ ثم طاف اسبوعا وصلیا رکعتین-

فقال الناس ھذان ابناء بنت رسول اللہ ﷺ فحطمھما الناس حتی لا یستطیعا ان یمضیا و معھما رجل من الرکانات فاخذ الحسن بید الرکانی ورد الناس عن الحسین---الخ[1]

قیام اللیل

سیدنا حسنؓ کے عبادت کے معمولات میں یہ چیز علماء نے ذکر کی ہے کہ:---

آنجناب جس وقت فراش خواب پر تشریف رکھتے تو اس وقت دیگر اوراد کے علاوہ آپ کا یہ معمول تھا کہ سورۃ کہف تلاوت فرمایا کرتے تھے اور اس کے فوائد اور تاثیرات سے متنفع ہوتے تھے۔

روی مغیرہ بن مقسم عن ام موسی کان الحسن بن علی اذا آوی الی فراشہ قراء الکھف-[2]

اور شبینہ عبادت و ریاضت خاصان خدا کا جو معمول چلا آرہا ہے اس پر وہ پابندی کے ساتھ عمل کرتے تھے۔

چنانچہ محدثین نے حضرات حسنین شریفینؓ کے حق میں لکھا ہے کہ شبینہ عبادت کے لیے ان حضرات کے معمولات اس طرح تھے کہ اول شب میں حضرت حسنؓ قیام اللیل فرماتے تھے یعنی ابتدا رات میں نماز میں مشغول رہتے تھے اور آخر شب میں حضرت حسینؓ قیام اللیل فرماتے تھے یعنی رات کے آخری حصہ میں تہجد ادا کرتے تھے اور اس کے برکات حاصل کرتے۔

---

[1] (۱) تہذیب لابن عساکر ص ۲۱۳-۲۱۲ ج ۴ تحت تذکرہ حسن بن علیؓ
(۲) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۳۷ ج ۸ تحت ترجمہ حسن بن علیؓ (۴۹ھ)
(۳) مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۴۵ ج ۳ تحت باب اوقات الطواف۔

[2] سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۷۳ ج ۳ تحت تذکرہ الحسن بن علیؓ

یہ ان کی شبینہ عبادت کا طریقہ تھا جس پر وہ بالدوام عمل در آمد کرتے تھے۔
چنانچہ مشہور محدث ابن ابی شیبۃ نے لکھا ہے کہ:۔۔۔

حدثنا جریر بن عبدالحمید عن مغیرہ عن سلمۃ بن یحیی بن طلحۃ عن عمتہ ام اسحاق بنت طلحۃ قالت کان الحسن بن علی یاخذ نصیبہ من قیام اللیل من اول اللیل و کان الحسین یاخذ نصیبہ من اخر اللیل۔[1]

خلفاء کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنا

حضرات حسنین شریفین کی نماز کے مسائل کے سلسلہ میں یہاں ایک بات ذکر کر دی جائے تو وہ فائدہ سے خالی نہیں۔

وہ یہ بات ہے کہ جناب امام جعفر صادق اپنے والد جناب امام محمد باقر سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرات حسن اور حسین مروان کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے تو کسی شخص نے ان پر سوال کیا کہ آپ کے باپ جب مروان کی ولایت کے دور میں اس کے پیچھے نماز ادا کرتے تو کیا وہ گھر آ کر نماز لوٹاتے تھے؟ تو انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ ہمارے اکابر سابقہ نماز پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔

عن جعفر عن ابیہ قال کان الحسن بن علی والحسین یصلیان خلف مروان قال فقیل لہ اما کان ابوک یصلی اذا رجع الی البیت؟ قال فیقول لا واللہ ما کانوا یزیدون علی صلوۃ الائمۃ۔[2]

جعفر بن محمد عن ابیہ۔ کان الحسن

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۲۷۲ ج ۲ تحت باب من کان یامر بقیام اللیل۔
[2] (۱) المصنف لابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۳۷۸ تحت ذکر فی الصلوۃ الامراء۔
(۲) البدایہ لابن کثیر ص ۲۵۸ ج ۸ تحت تذکرہ مروان بن الحکم۔

والحسین یصلیان خلف مروان ولایعیدان۔[1]

یعنی حضرت حسنؓ اور حسینؓ مروان بن الحکم کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے اور پھر اس کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔

مسئلہ ہذا میں شیعہ علماء کی بھی یہی تحقیق ہے کہ جناب جعفر صادق اپنے والد امام محمد باقر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ مروان بن الحکم کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کے باپ جس وقت واپس گھر تشریف لاتے تو کیا وہ نماز کو لوٹاتے نہیں تھے؟ تو محمد باقر نے فرمایا اللہ کی قسم سابقہ نماز پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔

عن موسی بن جعفر عن ابیہ قال کان الحسن والحسین یصلیان خلف مروان بن الحکم فقالوا لاحدھما ما کان ابوک یصلی اذا رجع الی البیت فقال لا واللہ ما کان یزید علی صلواۃ۔[2]

مندرجات بالا کی روشنی میں واضح ہوا کہ:---

حضرات حسنین کریمینؓ ہمیشہ خلفاء کی اقتداء میں پنجگانہ نمازیں ادا کرتے تھے اور بغیر تقیہ کے پڑھتے تھے اور واپس گھر تشریف لا کر نمازوں کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔

ان حضراتؓ کے معمولات سے واضح ہوا کہ وقت کے خلفاء و امراء کے خلف میں مل کر نمازیں ادا کرنا اسلام کے ضروری احکامات میں سے ہے اور اہل اسلام کا یہی معمول رہا ہے۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۳۱۵ ج ۳ تحت ترجمہ مروان بن الحکم۔

[2] (۱) الاشعثیات لابن العباس عبداللہ بن جعفر الحمیری ص ۵۲ (در آخر قرب الاسناد) طبع طہران۔

(۲) کتاب بحار الانوار لملا باقر مجلسی ج ۱۰ ص ۱۳۹-۱۴۱ باب احوال اہل زمانہ وما جری بینھم وبین معاویہ۔ طبع قدیم، ایران۔

(۳) کتاب مسئلہ اقربا نوازی از مولف کتاب ہذا ص ۲۶۷ تحت مروان کی اقتداء میں حسنین شریفین کی نمازیں۔

عمل حج

حج ارکان اسلام میں ایک اہم رکن ہے اور اس کی فضیلت اور اس کے احکام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مفصل موجود ہیں۔

تمام مسلمان ادائے حج کے لیے اپنے اپنے وسائل و ذرائع کے مطابق مقدور بھر کوشش کرتے ہیں۔

سطور ذیل میں ہم سیدنا حسنؓ کے حج کے متعلق بعض چیزیں اختصاراً ذکر کرتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حضرت حسنؓ حج کے لیے کئی مرتبہ پاپیادہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔

بعض روایات میں اس طرح مذکور ہے کہ آپؓ نے بیس مرتبہ مدینہ طیبہ سے پیدل جا کر حج ادا فرمایا اور اس وقت آپ فرماتے تھے کہ مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوں اور بیت اللہ کی زیارت پیدل چل کر نہ کی ہو۔

قال الحسنؓ انی لاستحی من ربی ان القاہ ولم امش الی بیتہ فمشی عشرین مرۃ من المدینۃ علی رجلیہ۔[1]

اور بعض دیگر روایات میں اس طرح بھی پایا جاتا ہے کہ جناب حسنؓ نے پچیس مرتبہ پاپیادہ حج ادا فرمایا اور اس حال میں کہ ان کی سواریاں ان کے ساتھ ساتھ چلی جا رہی ہوتی تھیں۔

یعنی سواریاں دستیاب ہونے کے باوجود آنجنابؓ حصول ثواب اور اللہ تعالیٰ کی

---

[1] (۱) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی ص ۳۷ ج ۲ تحت تذکرہ الحسن بن علیؓ۔

(۲) الصواعق المحرقۃ لابن حجر المکی ص ۱۳۹ باب العاشر فی خلافۃ الحسن و فضائلہ ۔۔۔ الخ۔

(۳) اخبار اصفہان لابی نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی ص ۴۴ جلد اول طبع لیڈن (تحت ترجمہ حسن بن علیؓ)

رضاء کے لیے پیدل چلتے تھے۔

ولقد حج الحسن بن علی خمسا و عشرین حجة ماشیا وان النجائب لتقاد معه۔[1]

ابن عباسؓ کا رشک کرنا

اس مقام میں عبداللہ بن عباسؓ کا ایک عجیب قول علماء کرام نے ذکر کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جوانی کے دور میں مجھ سے جو عمل خیر نہیں ہو سکے ان میں سے ایک پاپیادہ حج کرنا ہے یعنی میں جوانی میں پیدل چل کر حج ادا نہیں کر سکا اور حسن بن علیؓ نے پچیس مرتبہ پیدل جا کر مکہ مکرمہ میں حج ادا فرمایا۔

قال ابن عباسؓ ما ندمت علی شیی فاتنی فی شبابی الا انی لم احج ماشیا ولقد حج الحسن بن علی خمسا و عشرین حجة ماشیا۔[2]

مالی صدقہ

صدقات مالیہ ادا کرنے کے احکام تفصیل کے ساتھ دینی کتب میں موجود ہیں اور مال کا صدقہ کرنا ایک بڑا مستحسن عمل ہے اور اس کے ثواب بے شمار ہیں جو کتاب و سنت میں مروی ہیں۔

سطور ذیل میں ہم سیدنا حسنؓ کے صدقات کا عمل مختصراً ذکر کرتے ہیں اور وہ عجیب اور قابل تقلید عمل ہے اور صدقہ و خیرات کرنا ان کا خاندانی شیوہ ہے۔

---

[1] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۷۳ ج ۳ تحت تذکرہ الحسن بن علیؓ
(۲) الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی ص ۱۳۹ تحت باب العاشر الفصل الثالث فی بعض مآثرہ۔
(۳) البدایۃ و النہایۃ لابن کثیرؒ ص ۳۷ ج ۸ تحت سنۃ ۴۹ھ

[2] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۷۳ ج ۳ تحت تذکرہ الحسن بن علیؓ
(۲) الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی ص ۱۳۹ تحت باب العاشر الفصل الثالث فی بعض مآثرہ۔

چنانچہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ:...

حضرت حسنؓ نے تین مرتبہ اپنا تمام مال فی سبیل اللہ صدقہ وخیرات کر دیا حتی کہ اپنے موزے (خف) تک بھی صدقہ میں دے دیئے۔

ولقد قاسم لله ماله ثلاث مرات حتی انه يعطی الخف ويمسک النعل۔[1]

اسی طرح مورخین نے لکھا ہے کہ ایک شخص اپنی جگہ پر اپنی حاجت کے لیے دس ہزار درہم کا اللہ تعالیٰ سے سوال کر رہا تھا۔

یہ چیز جب حضرت حسن بن علیؓ نے سنی تو آنجناب اپنے گھر تشریف لے گئے اور وہاں سے اس شخص کے لیے دس ہزار درہم بھیج دیئے تاکہ اس کی حاجت روائی ہو۔

قال سعد بن عبدالعزيز سمع الحسن بن علی رجلا الی جنبه يسال الله ان يرزقه عشرة الاف درهم فانصرف فبعث بها اليه۔[2]

جناب حسنؓ کی فیاضی اور غریب پروری کے لیے اموال کی تقسیم کا ایک واقعہ گزشتہ فصل عہد علوی میں درج کیا گیا ہے (فقراء میں مال کو تقسیم کرنا) اسی نوع کے فیاضی اور مالی تعاون کے متعدد واقعات کتب تراجم میں دستیاب ہوتے ہیں۔

بعد الوفات صدقہ کا عمل

سابقہ سطور میں مالی صدقہ کے متعلق چند ایک چیزیں ذکر کی ہیں:...

---

[1] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ص ۱۷۳ ج ۳ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ
(۲) الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی ص ۱۳۹ تحت باب العاشر الفصل الثالث فی بعض مآثرہ۔
(۳) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۳۷ ج ۸ تحت سنۃ ۴۹ھ

[2] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۷۳ تحت تذکرہ حسن بن علیؓ
(۲) ذخائر العقبی لمحب الطبری ص ۱۳۷ تحت تذکرہ ماجاء مختصا بالحسنؓ
(۳) البدایہ لابن کثیر ص ۳۷-۳۸ ج ۸ تحت تذکرہ حسن بن علیؓ

اب اس کے بعد یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے انتقال کے بعد ان کی طرف سے حضرات حسنین شریفینؓ صدقہ و خیرات جاری رکھتے تھے۔

چنانچہ محدثین علماء نے لکھا ہے کہ:---

عن ابی جعفر ان الحسنؓ والحسینؓ کانا یعتقان عن علیؓ بعد موته۔[1]

یعنی جناب محمد باقر فرماتے ہیں کہ حضرات حسنین کریمینؓ اپنے والد گرامی جناب علی المرتضیٰ کی وفات کے بعد ان کی جانب سے بطور صدقہ و خیرات کے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔ اور غلام کو آزاد کرنا اسلام میں ایک بڑا عمل خیر ہے اور سنت نبوی کے مطابق ہے نیز یہاں سے معلوم ہوا کہ انتقال کے بعد فوت شدہ لوگوں کے لیے شرعی طریقہ کے مطابق صدقہ و خیرات کرنا موجب اجر و ثواب ہے اور اُس عالم میں میت کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔

مروت و سخاوت

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ ایک صاحب ابو ہارون کہتے ہیں کہ:---

ہم نے حج کے قصد پر سفر اختیار کیا۔ مدینہ طیبہ پہنچے تو ارادہ کیا کہ حضرت حسنؓ کی خدمت میں بھی حاضری دیں۔

چنانچہ حسب موقعہ ہم زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور تسلیمات عرض کیے اور سفر حج کے ارادہ اور متعلقہ احوال ذکر کیے۔

جب ہم مجلس سے فارغ ہوئے اور واپس آئے تو جناب حسنؓ نے ایک شخص کی وساطت سے ہمارے ہر فرد کے لیے چار چار صد درہم عنایت فرمائے۔

ہم نے ان کے مال پہنچانے والے شخص کو ذکر کیا کہ ہم تو اس مال سے مستغنی ہیں ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے تو اس نے کہا کہ آپ لوگ جناب حسنؓ کے نیک عمل کو واپس نہ کریں۔

پھر ہم حضرت موصوفؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہماری حالت

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۳۸۸ ج ۳ تحت ما یتبع المیت بعد موتہ' طبع کراچی۔

آسودہ ہے اور ہمیں احتیاج نہیں ہے۔

تو آنجناب ؓ نے ارشاد فرمایا کہ میرے عمل خیر کو آپ لوگ واپس نہ کریں اگر اس حالت سے زیادہ دیتا تب بھی وہ تمہارے حق میں قلیل ہوتا یہ تو میں نے بطور زادِ راہ کے تمہیں دے دیا ہے۔

وعن ابی هارون قال انطلقنا حجاجا فدخلنا المدينة فقلنا لو دخلنا على ابن رسول الله ﷺ الحسن فسلمنا عليه فدخلنا عليه فحدثناه بمسيرنا وحالنا- فلما خرجنا من عنده بعث الى كل رجل منا باربع مائة -اربع مائة فقلنا للرسول انا اغنياء وليس بنا حاجة- فقال لاتردوا عليه معروفه فرجعنا اليه فاخبرناه بيسارنا وحالنا فقال لاتردوا على معروفي- فلو كنت على غير هذا الحال كان هذا لكم يسير اما اني مزودكم-[1]

حلم و بُردباری

سیدنا حسن ؓ کی ذات گرامی طبعاً نہایت حلیم اور کریم النفس تھی لوگوں کی درشت گوئی آپ برداشت کر لیتے تھے۔ کوئی شخص ان کے مزاج کے خلاف گفتگو کرتا تو اس کو سخت گوئی سے جواب نہیں دیتے تھے بلکہ نرم گفتار سے جواب فرماتے۔

واقعات میں جس طرح ان میں صلح جوئی کا مادہ تھا اسی طرح فطرتاً ان میں بردباری اور حوصلہ مندی کی عمدہ صلاحیت تھی۔ اس پر ان کی زندگی میں بیشتر واقعات پائے جاتے ہیں:---

چنانچہ اس سلسلہ میں ایک بدوی کا عجیب و غریب واقعہ جناب شیخ سید علی بن عثمان الہجوری ؒ نے کشف المحجوب میں درج کیا ہے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

آنموصوف ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:----

---

[1] مختصر تاریخ ابن عساکر ص ۲۷ ج ۷ تحت الحسن بن علی ؓ لابن منظور طبع بیروت۔

ایک بدوی شخص جناب حسنؓ کے پاس آیا۔ آنجنابؓ اس وقت کوفہ میں اپنے مکان پر تشریف فرما تھے۔ وہ اعرابی آکر آپؓ کو گالیاں دینے لگا اور آں موصوفؓ کے ماں باپ کو بھی برا بھلا کہا تو جناب حسنؓ اٹھے اور اعرابی کو فرمانے لگے کہ شاید تجھے بھوک و پیاس لگی ہوئی ہے؟ یا کیا وجہ ہے؟ اعرابی نے پھر گالی گلوچ شروع کر دی۔

اس صورت حال میں حضرت حسنؓ نے اپنے خادم کو ارشاد فرمایا کہ ایک تھیلی چاندی کے دراھم کی لاؤ اور اس اعرابی کو دے دو۔ چنانچہ جب اس کو یہ نقدی دے دی گئی تو آں موصوفؓ نے ساتھ ہی معذرت بھی کہ اس وقت ہمارے گھر میں یہی کچھ دراہم تھے اگر زیادہ ہوتے تو دریغ نہ کرتے۔

جب اعرابی نے یہ حسن سلوک دیکھا اور موصوفؓ کے یہ کلمات سنے تو کہنے لگا کہ:---

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ فرزند رسول اللہ ﷺ ہیں میں آپ کے حلم و بردباری کی آزمائش کی خاطر یہاں آیا ہوں۔

پھر شیخ الہجویریؒ اس واقعہ پر تجزیہ و تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:---

یہ صفات محققین اولیاء و مشائخ کے ہیں کہ مخلوق خدا کی طرف سے مدح و ذم (تعریف و مذمت) ان کے نزدیک یکساں ہوتی ہے اور وہ کسی کی بدگوئی پر متغیر و ناراض نہیں ہوتے۔

واقعہ ہذا کی عبارت بلفظہ درج ذیل ہے۔

واندر حکایات یافتم که اعرابی اندر آمد از بادیه و امام حسنؓ بردر سرائے خود نشسته بود اندر کوفه- ویرا دشنام داد و مادر وپدرش رانیز وے برخواست وگفت یا اعرابی مگر گرسنه گشته ویا تشنه شده- یاترا چه رسیده است و وے مے گفت تو چنیں و مادر و پدرت چنیں- حسنؓ غلام را فرمود تایک بدره از سیم بیاور دو بدو داد- وگفت یا اعرابی معذور دار که اندر خانه ماجز ایں نمانده است و الا از تو دریغ نداشتمے چوں اعرابی ایں سخن بشنید گفت اشهدانک ابن رسول الله ﷺ من گواہی مے دہم که تو پسر پیغمبری- ومن اینجا به تجربه حلم تو آمده بودم وایں صفت محققان اولیا ومشائخ باشد

کہ مدح وذم خلق بنزدیک ایشاں یکساں بود وبجفاگفتن متغیر نشود۔[1]

حق کی ادائیگی

ان حضرات کے نزدیک کسی شخص کے حق کو ادا کرنا نہایت ضروری سمجھا جاتا ہے اور اسلام کی تعلیم کے مطابق غیر کے حق کو ادا کرنا واجبات میں سے شمار کرتے تھے اس بنا پر کسی دوسرے شخص کے مالی حقوق کو نہایت اہتمام کے ساتھ ادا فرمایا کرتے تھے اور صفائی معاملات کا خاص خیال رکھتے تھے۔

چنانچہ اس پر محدثین اور مورخین نے حضرت حسنؓ کا ایک واقعہ لکھا ہے جس میں غیر کے حق کو ادا کرنے کی پوری رعایت پائی جاتی ہے۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسنؓ سے کچھ قرض وصول کرنا تھا۔ اس سلسلہ میں جناب حسنؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنجناب اس وقت غسل سے فارغ ہو کر حمام سے باہر تشریف لائے آپ نے حنا لگائی تھی جس کا اثر ابھی آنجناب کے ناخنوں پر تھا۔ جنابؓ کی خادمہ آپ کے ناخنوں سے حنا کے اثر کو دور کر رہی تھی۔

چنانچہ میرے تقاضا پر آنجنابؓ نے اپنی خادمہ کو ارشاد فرمایا کہ جس برتن میں دراہم رکھے ہیں وہ برتن لاؤ۔ جب خادمہ نے دراہم لاکر پیش کیے تو آنموصوفؓ نے مجھے فرمایا کہ ان دراہم میں سے اپنا حق شمار کرلو۔

میں نے عرض کیا کہ دراہم میرے حق سے زیادہ ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنا حق پورا کرلو۔ جب میں نے شمار کیا تو میرے حق سے اسی دراہم زیادہ بچ گئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ زائد دراہم بھی تم ہی لے لو اس کے بعد میں نے عرض کیا یا حضرت میرے لیے برکت کی دعا فرمائیں تو آنجنابؓ نے میرے مال اولاد اور اھل کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔

عن اسماعیل بن ابی خالد عن ابیہ قال اتیت الحسن بن علیؓ فوجدتہ قد خرج من الحمام وجاریۃ

---

[1] کشف المحجوب للشیخ علی بن عثمان الجویری المعروف بہ داتا گنج بخشؒ ص ۵۶-۵۷ تحت باب فی ذکر ائمتھم من اھل البیت۔

لہ تحل اثر الحناء باظفارہ بقارورۃ واتیت الحسن بن علی اتقاضاہ قال فقال یا جاریۃ ھلم فاتحہ بدراھم فی قعب فقال اعددھا فاعددت حتی اخذت حقی قال فبقیت فی یدی ثمانون درھما۔ فقال ھی لک قلت ادع لی بالبرکۃ فدعا لی بالبرکۃ فی مالی وولدی واھلی۔[1]

فائدہ

مسلمانوں میں یہ طریقہ جاری ہے کہ اپنے اکابر اور بزرگوں سے اپنے حق میں حصول برکت کے لیے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

تو اس کے جواز کے لیے جہاں دیگر دلائل دینی کتابوں میں موجود ہیں۔ وہاں مندرجہ بالا روایت بھی اس مسئلہ کے جواز کے لیے قابل استدلال ہے۔

دعوت کو قبول کرنا اور دعوت دینا

کسی مسلمان کی خوردونوش کی دعوت کرنا اسلام میں مستحسن چیز ہے اور موجب اجروثواب ہے۔

حضرت سیدنا حسنؓ اس مسئلہ پر نہایت احسن طریقہ کے ساتھ عمل کرتے تھے چنانچہ مورخین نے ذکر کیا ہے کہ ایک بار مساکین صفہ کے پاس حضرت حسنؓ کا گذر ہوا وہ اپنا ماحضر کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی حضرت اصبح کا کھانا حاضر ہے تشریف لائیے۔ آپ اس وقت سوار تھے اپنی سواری سے اترے اور ان کے ساتھ کھانے میں شامل ہوگئے اور ساتھ ہی فرمایا کہ:۔۔۔

---

[1] (۱) کتاب المعرفۃ التاریخ للبسوی ص ۱۸۸۔۱۹۰ ج ثانی تحت اسماعیل بن ابی خالد۔

(۲) المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۵۸۷ ج ۶ تحت کتاب البیوع والاقضیۃ۔ طبع کراچی۔

اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

پھر اس کے بعد ان اہل صفہ کو فرمان دیا کہ میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے اب تم لوگ میری دعوت قبول کرو تو انہوں بھی دعوت قبول کر لی۔ اس پر جناب حسنؓ انہیں اپنے مقام پر لے آئے اور اپنی خادمہ "الرباب" کو ارشاد فرمایا کہ خورد و نوش کی جو چیز تیرے پاس موجود ہے وہ لا کر ان حضرات کی خدمت میں پیش کرو۔

مر الحسن بمساکین یاکلون فی الصفة فقالوا الغداء فنزل وقال ان اللہ لا یحب المتکبرین۔ فتغدی ثم قال لهم قد اجبتکم فاجیبونی قالو نعم فمضی بهم الی منزله فقال للرباب اخرجی ما کنت تدخرین۔[1]

واقعہ ہذا کی روشنی میں معلوم ہوا کہ:۔۔۔

- جناب حسن بن علیؓ متکبر مزاج نہیں تھے بلکہ نرم خو تھے۔
- اور غرباء و مساکین کے ساتھ شفقت و مروت کے ساتھ پیش آتے تھے اور ان کی دل جوئی ملحوظ رکھتے تھے۔
- گویا کہ جناب حسن بن علیؓ نے اپنے عمل سے واضح کر دیا کہ مساکین کے ساتھ اس طرح سلوک روا رکھنا تکبر اور غرور کا نفسیاتی طور پر علاج ہے۔

حاجت روائی

1

مشہور مورخ ابن عساکر نے سیدنا زین العابدین (علی بن الحسینؓ) سے نقل کیا ہے کہ:۔۔۔

ایک بار حضرت حسن مجتبیٰؓ طواف کعبہ کر رہے تھے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا اے ابو محمد! میرے کام کے لیے فلاں شخص کے پاس تشریف لے چلیں تو

---

[1] مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۲۹ ج ۷ تحت الحسین بن علیؓ

آنجناب ؓ نے طواف ترک کر دیا اور اس شخص کے ساتھ چل دیئے۔

اس حالت میں کسی دوسرے شخص نے ازراہ حسد اعتراض کیا کہ آپ نے طواف کعبہ ترک کر دیا اور اس کے ساتھ کام کرانے کے لیے تشریف لے گئے؟

تو اس کے جواب میں آنجناب ؓ نے حدیث مرفوع ذکر کی کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان برادر کی حاجت روائی کے لیے چلا جائے اور اس کی حاجت پوری ہو جائے تو اس کے حق میں حج اور عمرہ کا اجر و ثواب لکھا جاتا ہے اور اگر بالفرض اس کی حاجت پوری نہ ہو سکی تو بھی اس کو ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت حسن ؓ نے فرمایا کہ میں نے حج اور عمرہ دونوں کا اجر و ثواب حاصل کر لیا اور طواف کعبہ کے لیے واپس آگیا ہوں۔

وعن علی بن الحسین ؓ قال خرج الحسن ؓ یطوف بالکعبة فقام الیه رجل فقال یا ابا محمد اذهب معی فی حاجتی الی فلان- فترک الطواف و ذهب معه فلما ذهب قام الیه رجل حاسد للرجل الذی ذهب معه فقال یا ابا محمد! ترکت الطواف و ذهبت مع فلان الی حاجته؟ قال فقال له الحسن وکیف لا اذهب معه و رسول الله ﷺ قال من ذهب فی حاجة اخیه المسلم فقضیت حاجته کتبت له حجة و عمرة وان لم تقض کتبت له عمرة فقد اکتسبت حجة و عمرة و رجعت الی طوافی ۔[1]

واقعہ ہذا سے واضح ہوا کہ:---

ان حضرات میں لوگوں کے ساتھ خوش خلقی اور خیر خواہی کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔

اور یہ حضرات لوگوں کی قضائے حاجت اور افادہ کے لیے اپنی نفلی عبادات کو

---

[1] مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۲۷ ج ۷ تحت الحسن بن علی ؓ

ملتوی کر دیتے تھے۔

نیز یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان برادر کی خیر خواہی اور حاجت روائی جیسے اعمال خیر نفلی عبادات سے فائق ہیں۔

2

جناب زین العابدینؓ کے فرزند جناب محمد باقرؒ ذکر کرتے ہیں کہ:---

ایک دفعہ حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں ایک صاحب حاجت شخص حاضر ہوا۔ آنجنابؓ اعتکاف کی حالت میں تھے اس لیے معذرت کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ اگر میں اعتکاف میں نہ ہوتا تو تیرے ساتھ حاجت روائی کے لیے چلا جاتا ہے۔

پھر وہ شخص حضرت سیدنا حسن مجتبیٰؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حاجت و ضرورت پیش کی تو حضرت امام حسنؓ اس کی حاجت روائی کے لیے چلے گئے اور فرمایا کہ میں اپنی ضرورت و حاجت کے لیے تیری اعانت ناپسند کرتا (لیکن یہ تو دوسرے مسلمان برادر کی حاجت روائی کے لیے ہے)

تو اس شخص نے کہا کہ میں پہلے جناب سیدنا حسینؓ کی خدمت میں اپنے اس مسئلہ کی خاطر حاضر ہوا تھا مگر انہوں نے اپنے اعتکاف میں ہونے کی وجہ سے معذوری کا اظہار فرمایا۔

اس پر جناب حسنؓ نے فرمایا کہ میرے نزدیک ایک ماہ کے (نفلی) اعتکاف سے مسلمان برادر کی فی سبیل اللہ حاجت روائی کرنا زیادہ پسندیدہ عمل ہے۔

عن ابی جعفر قال جاء رجل الی حسین بن علیؓ فاستعان به علی حاجة - فوجده معتكفا فقال لولا اعتكافی لخرجت معک فقضیت حاجتک - ثم خرج من عنده فاتی الحسن بن علیؓ فذكر له حاجته - فخرج معه لحاجته - فقال اما انی قد كرهت ان اعينک فی حاجتی ولقد بدات بحسين فقال لولا اعتكافی لخرجت معک فقال الحسن لقضاء حاجة

اخ لی فی اللہ احب من اعتکاف شہر۔[1]

علمی فضیلت

صحابہ کرامؓ کے متعلق علماء کرام نے باعتبار صاحب الفتاوی ہونے کے درجات قائم کیے ہیں۔

- اولاً وہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہیں کثیر الفتاوی میں شمار کیا جاتا ہے۔ یعنی ان کے اپنے دور میں مسائل دینی کے حصول کے لیے ان کی طرف کثرت سے رجوع کیا جاتا تھا۔

ان میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ وغیرھم شامل ہیں۔

- اور ان کے بعد بعض صحابہ کرام متوسط الفتاوی قرار دیئے جاتے ہیں ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت ام سلمۃؓ وغیرھم کو شمار کیا جاتا ہے۔
- پھر تیسرے درجہ میں قلیل الفتاوی اصحاب کو ذکر کیا جاتا ہے۔ جن میں ابو درداءؓ، نعمان بن بشیرؓ ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور سعید بن زیدؓ کے علاوہ حضرات حسنین شریفینؓ کو بھی اسی طبقہ میں شمار کیا جاتا ہے۔[2]

فائدہ

ناظرین کرام کے لیے رفع شبہ کے درجہ میں یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ محدثین کی طرف سے یہ تقسیم، طبقات کے اعتبار سے ہے یعنی خاندانی وجاہت اور نسبی تفوق کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس میں انہوں نے نفس الامر واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس طرح درجات قائم کیے ہیں کہ جو حضرات قدیم الاسلام تھے اور شرف صحبت نبوی ﷺ کو زیادہ حاصل کیے ہوئے تھے اور دینی مسائل انہوں نے جناب نبی

---

[1] کتاب الزھد والرقائق لعبد اللہ بن المبارک المروزی ص ۲۵۸ روایت ۷۴۶ (تحت باب اصلاح ذات البین)

[2] اعلام الموقعین لابن قیم ص ۵ ج اول تحت فصل ہذا طبع قدیم، دہلی

اقدس ﷺ سے بکثرت حاصل کیے تھے ان کو اس مسئلہ میں مقدم درجہ دیا۔
اور جو بعد میں اسلام لائے یا اکابر صحابہ کرام کی بہ نسبت عمر میں اصاغر شمار ہوتے تھے اور ان کو صحبت نبوی قلیل عرصہ حاصل ہوئی تھی انہیں بعد کا مرتبہ دیا اور قلیل الفتاوی کے درجہ میں شمار کیا۔
بہرکیف ان حضرات کے حق میں یہ کوئی عیب کی چیز نہیں اور نہ ہی اس سے ان کے علو مرتبت پر کوئی حرف آسکتا ہے۔ اپنے مقام پر علوم دینیہ کے لیے یہ معدن ہیں۔ ان کے علوم و فضائل سے امت اسلامیہ کو بے شمار فوائد و منافع حاصل ہوئے۔

روایت حدیث نبوی

علماء تراجم نے یہ چیز ذکر کی ہے کہ حضرت حسنؓ نے احادیث نبوی بعض صحابہ کرامؓ سے نقل کر کے امت سلمہ کو پہنچائی ہیں اور حدیث شریف کا نقل کرنا بہت بڑا عمل خیر ہے جس پر وہ عمل پیرا رہے۔ اور ان کا راویان حدیث میں بڑا اہم مقام ہے۔
حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں تذکرہ حضرت حسنؓ کے تحت یہ بات ذکر کی ہے کہ حضرت حسنؓ نے جناب نبی اقدس ﷺ سے براہ راست احادیث نقل کی ہیں۔
اور اسی طرح آنموصوفؓ نے اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰؓ اور اپنے برادر گرامی حضرت حسینؓ سے اور ماموں ھند ابن ابی ھالہ سے روایت حدیث نقل کی ہے۔

روی عن جدہ رسول اللہ ﷺ وابیہ علیؓ واخیہ حسینؓ وخالہ ھند بن ابی ھالۃ۔[1]

حافظ الذھبیؒ نے اپنی تصنیف سیر اعلام النبلاء میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت نقل کرنے والوں میں حضرت حسن بن علیؓ ہیں اور دیگر ہاشمی بزرگ الحارث بن نوفلؓ بھی ہیں۔[2]

---

[1] تہذیب التہذیب لابن حجر ص ۲۹۵ ج ثانی تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ
[2] سیر اعلام النبلاء للذہبیؒ ص ۹۸ ج ثانی تحت تذکرہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ۔

اس مقام سے یہ چیز واضح ہوئی کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ ان حضراتؓ کے علمی روابط قائم تھے اور نقل حدیث میں ان سے استفادہ کرتے تھے اور ان میں باہمی کوئی انقباض نہیں تھا۔ بلکہ اکتساب علم کرتے تھے۔

تنبیہہ

قبل ازیں عنوان عبادت کے تحت ہم نے ذکر کیا ہے کہ حضرات حسنین شریفینؓ کے امہات المومنینؓ کے ساتھ عمدہ تعلقات قائم تھے۔

خصوصاً حضرت حسنؓ کا معمول تھا کہ آنموصوف مسجد نبوی میں اشراق کے نوافل سے فراغت کے بعد امہات المومنینؓ کے ہاں تشریف لے جاتے تھے تسلیمات عرض کرتے تھے احوال پرسی فرماتے تھے اور بعض اوقات ان کی طرف سے ھدایا قبول فرماتے تھے۔ اس طرح ان حضرات میں شفقت آمیز رابطے تھے۔

مسئلہ ھذا کو شیعہ کے اکابر مورخین نے اپنی تصنیفات میں .عبارت ذیل نقل کیا ہے:---

وكان اصحاب علىؓ الذين يحملون عنه العلم الحارث الاعور ابوالطفيل عامر بن واثله حبه العرنی رشيدالهجری حويزة بن مسهر الاصبغ بن نباتة ميثم التمار الحسن بن علی –[1]

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ سے جن لوگوں نے علم دین نقل کیا ہے ان کو اصحاب علیؓ کہا جاتا ہے۔ ان میں الحارث الاعور، ابو الطفیل عامر بن واثلہ، حبہ العرنی، رشید الہجری، حویزۃ بن مسہر الاصبغ بن نباتہ، میثم التمار اور حسن بن علیؓ شامل ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ جناب حسنؓ نے اپنے والد گرامی سے علم دین کو دیگر اصحاب علیؓ کے ساتھ حاصل کیا اور دینی مسائل کو امت کی طرف نقل کیا۔

---

[1] تاریخ یعقوبی الشیعی ص ۲۱۴ ج ۲ تحت خلافت امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ۔

علمی مسابقت

ذیل میں ایک واقعہ علمی مسابقت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت حسنؓ ذکر کرتے ہیں کہ جناب نبی اقدسؐ کے حلیہ مبارک اور آنجناب ﷺ کی نشست و برخاست اور مجالس کے حالات مجھے معلوم تھے۔ اسی طرح آنموصوف ﷺ کی شکل و شباہت کے کوائف میری معلومات میں تھے میں کچھ مدت تک ان معلومات کو اپنے برادر حضرت حسینؓ سے بیان نہیں کر سکا۔

کچھ عرصہ کے بعد جب میں نے حضرت حسینؓ سے یہ چیزیں بیان کیں تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے ہی ان تمام چیزوں کو اپنے والد گرامی جناب علی المرتضیٰ سے معلوم کر چکے تھے۔

گویا کہ وہ ان احوال نبوی کو حاصل کرنے میں مجھ سے سبقت لے گئے تھے۔

قال الحسن فكتمتها الحسين بن علیؓ زمانا ثم حدثته فوجدته قد سبقني اليه فساله عما سالته عنه ووجدته قد سال اباه عن مدخله و مخرجه ومجلسه وشكله فلم يدع منه شيئا۔[1]

ایک اہم خطبہ

حضرت حسنؓ ایک صاحب فضل و کمال شخصیت تھے اور فن خطابت میں بڑا مقام رکھتے تھے۔ تراجم کی کتابوں میں ان کے اعلیٰ درجہ کے خطبات پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے الحرمازی نے ایک خطبہ نقل کیا ہے جس سے ان کی فن خطابت میں اہلیت فائق درجہ میں پائی جاتی ہے۔

عن الحرمازی خطب الحسن بن علیؓ بالكوفة فقال ان الحلم زينة والوقار مروة و العجلة سفه والسفه ضعف و مجالسة اهل الدناءة شين و مخالطة

---

[1] کتاب المعرفۃ والتاریخ لابی یوسف یعقوب البسوی ص ۲۸۵ ج ۳

الفساق ریبہ۔[1]

یعنی الحرمازی کہتے ہیں کہ جناب حسن بن علی المرتضیٰؓ نے کوفہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:---

-- حلم و حوصلہ مندی انسان کو زینت بخشتی ہے۔

-- وقار اخلاق حسنہ میں سے ہے۔

-- جلد بازی خفت عقل کی علامت ہے۔

-- جہالت اور عدم بردباری ایک کمزوری ہے۔

-- کمینوں کی صحبت ایک عیب ہے اور فاسقوں سے مل بیٹھنا باعث تہمت ہے۔

رضا۔قضا

مورخین لکھتے ہیں کہ جناب حسنؓ کی مجلس میں ایک بار رضا۔قضاء کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو کسی شخص نے کہا کہ جناب ابوذر غفاریؓ کہا کرتے ہیں کہ میرے نزدیک غنا اور مال داری سے فقر و فاقہ کی حالت بہتر ہے اور صحت و سلامتی سے بیماری کی حالت اچھی ہے---الخ۔

یہ چیزیں سن کر جناب حسنؓ نے اس مسئلہ میں اپنا ذوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:---

جس شخص کے حق میں اللہ تعالیٰ نے جو بہتر چیز اختیار اور پسند کی ہے اس پر وہ شخص توکل اور اعتماد کرے۔ کسی دیگر چیز کی تمنا نہ کرے یہی چیز قضاء الٰہی کے ساتھ رضامند ہونے کی حد وقوف ہے۔

قال المبرد قیل للحسن بن علی رضی اللہ عنہما ان اباذرؓ یقول الفقر احب الی من الغنی والسقم احب الی من الصحۃ- فقال رحم اللہ اباذر رضی اللہ عنہ اما انا فاقول من اتکل علی حسن اختیار اللہ لہ لم یتمن شیا- وھذا حدلوقوف علی الرضا بما تصرف بہ

---

[1] سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۷۵ ج ۳ تحت الحسن بن علیؓ۔

القضاء۔[1]

غسل میت میں حضرت حسنؓ کی ہدایت

اہل تراجم نے ذکر کیا ہے کہ اشعث بن قیس الکندیؓ حضرت علی المرتضیٰؓ کے حامیوں میں سے تھا اور اس نے کوفہ میں اقامت اختیار کی اور کندہ میں اپنا سکونتی مکان بنایا۔ نیز اشعث بن قیس مذکور کی دختر جعدۃ بنت اشعث جناب حسنؓ کی زوجیت میں تھی جس زمانہ میں حضرت حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح کی اور تاحال حضرت موصوف کوفہ میں ہی مقیم تھے اس وقت اشعث بن قیس کا انتقال ہو گیا۔

حضرت حسنؓ کو اطلاع کی گئی تو آنجناب نے فرمایا کہ جب تم اس کی میت کو غسل دے چکو تو مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ غسل میت کے بعد حضرت حسنؓ کو اطلاع دی گئی آپ تشریف لائے اور آنجنابؓ نے وضو کے اعضاء پر خوشبو لگائی۔

میت کے غسل کے بعد اس کے اعضا جو نماز میں زمین کے ساتھ پیوست ہوتے ہیں ان پر خوشبو لگانا مسنون طریقہ ہے۔ اس کے موافق آنجناب نے عمل درآمد کیا۔

ونزل الكوفة وابتنى بها دارا فى كندة ومات بها والحسن بن على بن ابى طالب يومئذ بالكوفة حين صالح معاوية وهو صلى عليه --- عن حكيم بن جابر قال لما مات الاشعث بن قيس وكانت ابنته تحت الحسن بن على قال الحسن - اذا غسلتموه فلا تهيجوه حتى توذنونى فاذنوه فجاء فوضاه بالحنوط وضوء ا۔[2]

---

[1] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۷۵ ج ۲ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ
(۲) مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر لابن منظور ص ۲۹ ج ۷ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ۔

[2] (۱) طبقات ابن سعد ص ۷۵ ج ۶ تحت الاشعث بن قیس الکندی۔ طبع بیروت۔
(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۲۸ ج ۲ تحت ترجمہ اشعث بن قیس۔ طبع مصر۔

خضاب کرنا

بالوں کو خضاب کرنے میں مختلف قسم کی روایات پائی جاتی ہیں اور صحابہ کرامؓ سے بالوں کو سیاہ کرنے میں بھی بعض روایات دستیاب ہوتی ہیں۔

حضرت حسنؓ کے متعلق علماء تراجم لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنی ریش (داڑھی مبارک) کو سیاہ خضاب لگایا۔

ابوالربیع السمان عن عبید اللہ بن ابی یزید قال رایت الحسن بن علیؓ قد خضب بالسواد[1]

انگشتری کا استعمال

انگوٹھی کا پہننا اسلام میں جائز ہے اور جناب نبی کریم ﷺ سے اس کے جواز میں احادیث مروی ہیں۔

حضرات حسنین شریفینؓ کے تراجم میں جناب جعفر صادق کی روایت اپنے والد جناب محمد باقر سے مروی ہے کہ جناب حسنؓ و حسینؓ اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

حاتم بن اسماعیل عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان الحسنؓ والحسینؓ کانا یتختمان فی الیسار۔[2]

ایک دیگر روایت میں اس طرح منقول ہے کہ

حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور ان کی انگوٹھی میں ذکر اللہ منقش کیا ہوا تھا۔

--- ان حسنا" و حسینا" علیہما السلام کا نا یتختمان فی لیسار ھما و کانا ینقشان فی

---

[1] سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۷۹ ج ۳ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ (یہاں یہ مسئلہ متعدد رواۃ سے مروی ہے)

[2] سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۷۹ ج ۳ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ۔

خو اتیهما ذکر الله۔

تاریخ جرجان لابی القاسم حمزة بن یوسف السہمی المتوفی ۴۲۷ھ

صفحہ ۳۲۹۔ طبع دائرۃ المعارف۔ حیدر آباد' دکن

فحش گوئی سے اجتناب

حضرت حسنؓ بڑے صاحب اخلاق اور باوقار شخصیت تھے آپ اپنی گفتگو میں کبھی فحش گوئی یا بدکلامی نہیں کیا کرتے تھے اور کسی کے ساتھ باہمی گفتگو میں سخت گوئی ان کا شیوہ نہیں تھا۔

چنانچہ اس سلسلہ میں مورخین نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ:---

حضرت حسنؓ اور عمر بن عثمان بن عفانؓ کا ایک دفعہ زمین کے معاملہ میں ایک تنازع پیدا ہو گیا۔ تو حضرت حسنؓ نے ایک رائے پیش کی جسے عمرو بن عثمانؓ نے قبول نہیں کیا اور اس پر راضی نہیں ہوئے تو اس وقت حضرت حسنؓ نے ناراض ہو کر عمر بن عثمانؓ کے حق میں کہا کہ "ان کی ناک خاک آلودہ ہونے" کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔

عن محمد بن اسحاق قال ماتکلم عندی احد کان احب الی اذا تکلم ان لا یسکت من الحسن بن علی رضی اللہ عنہ وما سمعت منه کلمة فحش قط الا مرة فانه کان بینه و بین عمرو بن عثمان خصومة فقال لیس له عندنا الا رغم انفه' فهذه اشد کلمة فحش سمعتها منه قط۔[1]

---

[1] (۱) البدایۃ و النہایۃ لابن کثیرؒ ص ۳۹ ج ۸ تحت ترجمہ حسن بن علیؓ ۴۹ھ

(۲) الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی ص ۱۳۹ باب العاشر فی خلافۃ الحسنؓ' الفصل الثالث۔

(۳) مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر لابن منظور ص ۲۹ ج ۷ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ۔

(۴) تاریخ یعقوبی الشیعی ص ۲۲۷ ج ۲ تحت وفاۃ الحسن بن علیؓ --- (طبع بیروت)

واقعہ ہذا نقل کرنے والے صاحب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسنؓ سے اس شدید کلمہ "رغم انفہ" کے بغیر کوئی سخت کلام ہرگز نہیں سنا۔

منازعت کے بعد مصالحت

مشہور مورخ ابو الحسن المدائنی نے حضرات حسنین شریفینؓ کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ:---

ایک بار حضرت حسنؓ اور ان کے برادر حضرت حسینؓ میں کسی بات پر شکر رنجی ہوگئی اور انہوں نے باہم گفتگو ترک کردی اور دو تین روز اسی حالت میں گزر گئے۔

اس کے بعد حضرت حسنؓ جناب حسینؓ کے پاس تشریف لائے اور جھک کر ان کے سر کو بوسہ دیا۔

پھر حضرت حسینؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی حضرت حسنؓ کے سر کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ:---

ترک ہجران کی ابتدا کرنے میں جو چیز مجھے مانع ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ اس حصول فضیلت کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں فلہذا میں نے اس بات کو ناپسند جانا کہ میں آپ کے اس حق میں سبقت کرکے نزاع پیدا کروں۔

قال ابو الحسن المدائنی جری بین الحسن بن علیؓ واخیہ الحسینؓ کلام حتی تھاجرا - فلما اتی علی الحسنؓ ثلاثۃ ایام تاثم من ھجر اخیہ - فاقبل الی الحسینؓ وھو جالس فاکب علی راسہ فقبلہ فلما جلس الحسن قال لہ الحسین - ان الذی منعنی من ابتدائک و القیام الیک انک احق بالفضل منی - فکرھت ان انازعک ما انت احق بہ منی[1]

(1) اور بعض علماء کرام نے شکر رنجی کے اس واقعہ کو حضرت ابو ہریرۃ سے نقل کیا

[1] (۱) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۲۹ ج ۷ تحت ترجمہ الحسین بن علیؓ۔
(۲) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۲۰۸ ج ۸ تحت فضائل الحسین بن علیؓ۔

ہے جس میں اس واقعہ کی زیادہ تفصیل پائی جاتی ہے۔
ناظرین کے افادہ کے لیے اس تفصیل کو پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن رات سے زیادہ ترک کلامی کرے (بوجہ شکر رنجی وغیرہ) اور جو اس ہجران کو ترک کرنے میں سبقت کرے گا وہ جنت کی طرف جانے میں سبقت کرے گا۔

اس حدیث کے بیان کرنے کے بعد جناب ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ حضرات حسنؓ و حسینؓ کے درمیان ترک کلامی اور تنازع واقع ہو گیا ہے پس میں جناب حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ لوگ آپ کی (اعمال و افعال میں) اقتداء کرتے ہیں پس آپ حضرات کو باہمی ترک کلامی نہیں کرنی چاہیے اور آپ اپنے بھائی حسنؓ کے پاس تشریف لے جائیں اور ان سے جاکر تکلم اور کلام کریں کیونکہ آپ ان سے عمر میں چھوٹے ہیں (وہ آپ کے بزرگ ہیں) تو اس وقت حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے جناب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ ترک ہجران میں سبقت کرنے والا پہلے جنت میں جائے گا نہ سنا ہوتا تو میں اپنے بھائی کی طرف سا بقا قصد کرتا۔

لیکن میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں ان سے جنت کی طرف سبقت کروں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں جناب حسنؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس تمام مذاکرہ سے آگاہ کیا۔ تو حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ میرے بھائی نے درست کہا ہے اور پھر اپنے برادر حضرت حسینؓ کی طرف تشریف لائے اور ان سے کلام میں ابتداء کی اور اس طرح دونوں برادران میں شکر رنجی ختم ہو کر صلح و مصالحت ہو گئی۔

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ لايحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلاث ليال و السابق السابق الى الجنة - قال فبلغني انه كان بين الحسن والحسين هجران و تشاجر فقلت للحسين الناس يقتدون بكما - فلا تحاجرا واقصد اخاك الحسن

وادخل علیہ وکلمہ فانک اصغر سنا منہ- فقال لولانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول السابق السابق الی الجنۃ لقصدتہ ولکن اکرہ ان اسبقہ الی الجنۃ- فذھبت الی الحسن فاخبرتہ بذالک- فقال صدق اخی وقام و قصداخاہ الحسین وکلمہ واصطلحا۔ اخرجہ ابن ابی الفرابی۔[1]

اکابر کی طرف سے قدر شناسی

مورخین نے لکھا ہے کہ جناب عبداللہ بن عباسؓ کا ایک باغ تھا اس میں حضرات حسنین شریفینؓ اور ابن عباسؓ جمع ہوئے یہاں ماحضر کھانا تناول فرمایا۔

اس کے بعد حضرت حسنؓ کے لیے سواری لائی گئی اور اس پر سوار ہونے لگے تو ابن عباسؓ نے ان کی رکاب تھام کران کو سواری پر احترام کے ساتھ سوار کیا۔

پھر حضرت حسینؓ کے لیے سواری لائی گئی ان کو بھی ابن عباسؓ نے رکاب تھام کر بڑے احترام کے ساتھ سواری پر سوار کیا۔

جب دونوں حضرات تشریف لے جاچکے تو راوی (مدرک بن زیاد) کہتا ہے کہ میں نے جناب ابن عباس سے کہا کہ آپ ان دونوں حضرات سے عمر میں بڑے ہیں اور آپ نے ان کی رکاب تھام کر انہیں سوار کیا؟ تو جناب ابن عباسؓ نے مجھے فرمایا اے بیچارے! تم جانتے ہو کہ یہ کون شخصیتیں ہیں؟ یہ دونون جناب نبی کریم ﷺ کی اولاد شریف ہیں کیا یہ اللہ تعالیٰ کا انعام مجھ پر نہیں ہے کہ میں انہیں عزت واحترام کے ساتھ سوار کروں؟

یعنی اس طرح ان کے ساتھ اعزاز واکرام سے پیش آنا بڑا انعام خداوندی ہے اور میرے لیے سعادت ہے۔

ثم قدمت دابۃ الحسنؓ فامسک لہ ابن عباسؓ بالرکاب وسوی علیہ ثم جیی بدابۃ الحسینؓ

---

[1] ذخائر العقبیٰ لمحب الطبری ص ۱۳۷-۱۳۸ تحت فضیلۃ لھما۔

فامسک لہ ابن عباسؓ بالرکاب وسوی علیہ۔ فلما مضیا قلت انت اکبر منھما تمسک لھما و تسوی علیھما؟ فقال یا لکع اتدری من ھذان؟ ھذان ابناء رسول اللہ ﷺ اولیس ھذا مما انعم اللہ علی بہ ان امسک لھما واسوی علیھما۔[1]

---

[1] (۱) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۲۲ ج ۷ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ۔
(۲) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۲۸ ج ۷ تحت ترجمہ الحسین بن علیؓ۔
(۳) البدایۃ و النہایۃ لابن کثیرؒ ص ۳۷ ج ۸ تحت سنۃ ۴۹ھ

احوال سفر آخرت

ایک خواب

حضرت حسنؓ حضرت معاویہؓ سے مصالحت کے بعد ارض عراق سے واپس تشریف لا کر مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر رہے۔ گذشتہ اوراق میں آنموصوفؓ کی مدنی زندگی کے مختصر سے احوال پیش کیے گئے ہیں ان کی عبادت کے مشاغل اور ان کی موقعہ بموقعہ دینی و ملی خدمات بالاختصار ذکر کی ہیں۔

اب اس کے بعد آنجنابؓ کے سفر آخرت کے احوال اجمالاً ذکر کیے جاتے ہیں۔

مورخین نے لکھا ہے کہ ایک بار حضرت حسنؓ نے ایک خواب دیکھا کہ ان کی پیشانی پر قل ھو اللہ احد مرقوم ہے جناب حسنؓ اس خواب پر مسرور ہوئے اور اسے پسندیدہ خیال کیا اس کے بعد یہ واقعہ اس دور کے ایک مشہور بزرگ سعید بن المسیب کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے یہ خواب سن کر ارشاد فرمایا:---

کہ اگر انہوں نے یہ خواب دیکھا ہے تو جناب حسنؓ کی حیات قلیل رہ گئی ہے اور انتقال قریب ہے۔

روایت کرنے والا کہتا ہے کہ حضرت حسنؓ کا اس کے چند ایام کے بعد انتقال ہوگیا۔

وقال الاصمعی عن سلام بن مسکین عن عمران بن عبداللہ قال رای الحسن بن علی فی منامہ انہ مکتوب بین عینیہ (قل ھواللہ احد) ففرح بذالک۔ فبلغ ذالک سعید بن المسیب فقال ان کان رای ھذہ

السرویا فقل ما بقی من اجلہ - قال فلم یلبث الحسن بن علیؓ بعد ذالک الا ایاما حتی مات - [1]

مطلب یہ ہے جناب موصوف کی عارضی حیات کا عرصہ ختم ہو گیا تھا انہیں ایک خواب کے ذریعہ اس کی طرف اشارہ کیا گیا۔

انسانی زندگی کے اختتام اور وقوع موت کے اسباب و ذرائع قدرت کی طرف کئی قسم کے بنائے گئے ہیں۔

حضرت حسنؓ کی وفات جن اسباب کے ذریعہ واقع ہوئی آئندہ سطور میں روایات کی روشنی میں انہیں بیان کیا جاتا ہے۔

زہر خورانی

حضرت حسنؓ کی بیماری اور انتقال کے متعلق اہل تراجم اور مورخین نے مختلف روایات ذکر کی ہیں۔

ان میں سے ایک عام شہرت یافتہ روایت یہ ہے کہ آنجنابؓ کے ازواج میں سے ایک زوجہ مساۃ جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی تھی۔ اس نے (اپنی ناعاقبت اندیشی کی بنا پر) جناب حسن مجتبیٰ کو زہر پلا دی جس کی وجہ سے آنموصوفؓ سخت بیمار ہو گئے۔ ان کی بیماری میں اس قدر شدت تھی کہ آنجنابؓ کو بار بار اجابت ہونے لگی کہتے ہیں کہ یہ بیماری قریباً چالیس یوم تک چلی گئی۔

ابو عوانۃ عن مغیرہ عن ام موسی ان جعدۃ بنت الاشعث بن قیس سقت الحسن السم فاشتکی فکان توضع تحتہ طشت و ترفع اخری نحوا من اربعین یوما۔ [2]

---

[1] (۱) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۴۲ ج ۸ تحت سنۃ ۴۹ھ طبع اول مصر۔
(۲) مختصر تاریخ ابن عساکر جلد ۷ ص ۳۸ تحت ترجمہ حسن بن علیؓ۔

[2] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۸۴ ج ۳ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ۔
(۲) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۳۹ ج ۷ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ۔

ایک دیگر روایت

اسی سلسلہ میں مورخین نے ایک دوسری روایت بھی ذکر کی ہے جس سے اس واقعہ کی چند دیگر متعلقہ چیزیں بھی واضح ہو جاتی ہیں اس دور کے ایک شخص عمیر بن اسحاق کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسنؓ کی بیماری کے دوران عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ ہم نے مزاج پرسی کی وہ بار بار بیت الخلاء میں جا رہے تھے۔ اس وقت آنجنابؓ نے اپنی کیفیت طبع بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم! مجھے کئی بار زہر دی گئی ہے اور جتنی سخت زہر اس بار دی گئی ہے پہلے کبھی نہیں دی گئی اور ساتھ فرماتے تھے کہ میرا جگر ٹکڑے ہو کر خارج ہو رہا ہے عمیر کہتے ہیں کہ دوسرے دن میں پھر حاضر خدمت ہوا اس وقت آنموصوفؓ کی نہایت پریشان کن حالت تھی۔

اسی دوران جناب حضرت حسینؓ تشریف لائے اور انہوں نے اپنے برادر حضرت حسنؓ کو کہا کہ اے بھائی! مجھے مطلع کیجئے کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟

تو جناب حسنؓ نے فرمایا کہ آپ کیوں دریافت کرتے ہیں؟ کیا آپ اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں؟ تو حضرت حسینؓ نے کہا کہ ہاں! اس وقت حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ میں تجھے اس معاملہ میں کچھ بیان نہیں کرنا چاہتا۔ اگر وہ ہے جس کے متعلق میں گمان کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ زیادہ سخت انتقام لینے والے ہیں (وہ اس سے انتقام لے لیں گے) اور اگر اس طرح نہیں بلکہ میرا گمان غلط ہے تو پھر اللہ کی قسم! میں نہیں چاہتا کہ کوئی غیر قاتل اور ناکردہ گناہ آدمی میری وجہ سے قتل کیا جائے۔

اس کے بعد جناب حسن مجتبیٰ بن علیؓ کا جلد انتقال ہو گیا اور ان کی تاریخ انتقال ۵ ربیع الاول ۴۹ھ یا ۵۰ھ موافق فروری ۶۶۹ء ہے اور اس میں مزید اقوال بھی تاریخ میں پائے جاتے ہیں۔

ابن علية عن ابن عون عن عمير بن اسحق قال دخلنا على الحسنؓ بن علیؓ نعوده فقال لصاحبي يا فلان سلني ثم قام من عندنا فدخل كنيفا ثم خرج فقال اني والله قد لفظت طائفة من كبدي قلبتها

بعود وانی قد سقیت السم مرارا فلم اسق مثل هذا۔ فلما کان الغداتیته وهو یسوق فجاء الحسین فقال ای اخی انبئنی من سقاک قال لم لتقتله؟ قال نعم! قال ما انا محدثک شیا۔ ان یکن صاحبی الذی اظن فالله اشد نقمة والافو الله لایقتل بی بری [1]۔

- یہاں سے معلوم ہوا کہ آنجناب ؓ کی وفات زہر خورانی سے ہوئی اور آنموصوف نے زہر دہندہ کا نام نہیں ظاہر کیا بلکہ پوشیدہ رکھا۔
- اور معاملہ ہذا میں کمال بردباری اختیار کی اور صبر و تحمل کا بے مثال مظاہرہ کیا۔
- اور عمر بھر کسی شخص کی ایذا رسانی کے روادار نہیں ہوئے۔

یہ اہل اللہ کی صفات کاملہ ہیں اور حضرت حسن ؓ ان صفات کے حامل تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ایک اور روایت

جناب حسن مجتبیٰ ؓ کے انتقال کے سلسلہ میں کئی نوع کی روایات پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت حافظ الذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں جناب قتادہ ؓ سے نقل کی ہے کہ شام کے علاقہ میں جب حضرت حسن ؓ کی وفات کی اطلاع حضرت معاویہ ؓ کی خدمت میں پہنچی۔ جناب عبداللہ بن عباس ؓ وہاں اتفاقاً موجود تھے۔ پیش آمدہ حالات بتلائے گئے تو اس موقعہ پر جناب امیر معاویہ ؓ نے ان حالات پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ عجیب بات ہے کہ (جناب حسن ؓ نے بئر رومہ کے پانی کے ساتھ شہد ملا کر نوش کیا اور موت واقع ہوگئی)

اس کے بعد حضرت معاویہ ؓ نے جناب ابن عباس ؓ سے اظہار تعزیت کیا اور تسلی کے کلمات ادا کیے اور ان کی خدمت میں ایک معقول نقدی پیش کی اور کہا کہ اس کو

---

[1] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۸۳ ج ۳ تحت الحسن بن علی ؓ۔
(۲) حلیۃ الاولیا لابی نعیم الاصبہانی ص ۳۸ ج ۲ تحت تذکرہ الحسن بن علی ؓ۔
(۳) البدایہ لابن کثیر ص ۴۲ ج ۸ تحت ترجمہ حسن بن علی ؓ، طبع اول مصری۔

اپنے اہل و عیال میں تقسیم کر دیجئے۔

ابو ھلال عن قتادہ قال معاویہ واعجبا للحسن اشرب شربۃ من عسل بماء رومۃ فقضی نحبہ ثم قال لابن عباس لایسئوک اللہ ولایحزنک فی الحسن...[1]

مختصر یہ ہے کہ جناب حسنؓ کے باعث انتقال میں کئی قسم کے اقوال مورخین نے تحریر کیئے ہیں۔ مذکورہ روایت بھی گویا کہ ایک قول کے درجہ میں ہے۔

تنبیہ

جناب امام حسنؓ کی وفات کے سلسلہ میں ابن تیمیہ الحرانیؒ نے اس طرح لکھا ہے کہ

فقیل انہ مات مسموما وھذہ شہادۃ لہ و کرامۃ فی حقہ ولکن لم یمت مقاتلا"۔[2]

یعنی آپ کی وفات زہر خوارنی سے ہوئی اور یہ چیز ان کے حق میں شہادت کے درجہ میں ہے اور ان کے لیے کرامت و فضیلت ہے اور قتال کرتے ہوئے آپ کی وفات نہیں ہوئی۔

شبہ کا ازالہ

حضرت حسن مجتبیٰؓ کی وفات کے موقعہ پر بحث ہذا کے آخر میں بعض لوگوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آنموصوفؓ کو ان کی اہلیہ کی طرف سے جو زہر لائی گئی وہ امیر معاویہؓ کی طرف سے تمام معاملہ کیا گیا اور انہوں نے ان کی زوجہ سے رابطہ کرکے یہ کام کروایا تھا۔

اس کے متعلق گزارش ہے کہ اس اعتراض کا مفصل جواب ہم نے قبل ازیں اپنی تالیف سیرت حضرت معاویہؓ جلد دوم (جواب المطاعن) میں (صفحہ ۲۰۱ تا صفحہ ۲۰۷) تحریر کر دیا ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں کبار علماء کرام مثلاً حافظ ابن کثیرؒ دمشقی، ابن

---

[1] سیر اعلام النبلاء للذہبیؒ ص ۱۰۳۔ ج ۳ تحت ترجمہ معاویۃ بن ابی سفیانؓ۔

[2] منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ جلد ثانی ص ۱۲۱ ج ۲ طبع لاہور۔

خلدون مغربی وغیرھما کی تحقیق درج کر دی ہے کہ--- حضرت امیر معاویہؓ کی طرف اس فعل کا انتساب بالکل غلط ہے اور جن روایات کی بنا پر امیر معاویہؓ پر الزام لگایا گیا ہے وہ شیعوں کی روایات ہیں اور شیعہ کی طرف سے اس نوع کے الزامات کوئی امر بعید نہیں ہیں۔

درایت کے اعتبار سے بھی حضرت امیر معاویہؓ کی طرف اس فعل کا انتساب کرنا غلط ہے اس لیے کہ:---

۱۔ حضرت حسنؓ کا جنازہ سعید بن العاص الاموی (جو اس وقت جناب امیر معاویہؓ کی طرف سے حاکم مدینہ تھے) نے پڑھایا۔

۲۔ حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد جناب حسینؓ امیر معاویہؓ کے ہاں بطور وفد کے ہر سال تشریف لے جاتے تھے۔

۳۔ اس وقت ان کے لیے بہت کچھ انعام واکرام حضرت معاویہؓ کی طرف سے کیا جاتا تھا جناب حسینؓ اسے بخوشی قبول کرتے تھے۔

۴۔ ۵۱ھ میں جب غزوہ قسطنطنیہ پیش آیا تو حضرت حسین بن علی المرتضیٰؓ اس میں جا کر شامل ہوئے اور اس وقت امیر الجیش حضرت معاویہؓ کا فرزند یزید تھا۔

مطلب یہ ہے کہ قبیلہ کے اکابر اور اقارب کو جن لوگوں نے زہر دلا کر قتل کر ڈالا ہو۔ ان لوگوں سے اپنے جنازے پڑھوانا ان کے ہمراہ غزوات میں شرکت کرنا۔ ان سے عطایا اور وظائف حاصل کرنا وغیرہ وغیرہ یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

یہ چیزیں تو ان حضرات کی عزت نفس اور فطری غیرت کے برخلاف ہیں ان تمام چیزوں کو پیش نظر رکھنے سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کا جناب حسن مجتبیٰؓ کے واقعہ انتقال میں کوئی دخل نہیں تھا اور نہ ہی وہ اس معاملہ میں ملوث تھے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس معاملہ میں اپنی تحقیق بالفاظ ذیل تحریر کی ہے:---

وعندی ان ھذا لیس بصحیح و عدم صحتہ عن ابیہ معاویۃ بطریق الاولی والاحری۔[1]

---

[1] البدایۃ والنہایۃ لابن کثیرؒ ص ۴۳ ج ۸ تحت سنۃ ۴۹ھ۔

یعنی ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یزید کی طرف زہر خوارنی کی نسبت کرنا میرے نزدیک صحیح نہیں ہے (غلط ہے) اور ان کے والد امیر معاویہؓ کی طرف نسبت کرنا بطریق اولیٰ غلط ہے صحیح نہیں۔

وفات اور جنازہ

سیدنا حسنؓ نے اپنی بیماری کے ایام نہایت صبر و تحمل سے گزارے اور ربیع الاول ۴۹ھ میں آنموصوفؓ کا انتقال ہوا اس وقت کے امیر مدینہ سعید بن العاص الاموی تھے ان کو جناب حسینؓ نے ارشاد فرمایا کہ آپ جنازہ پڑھائیں اور ساتھ ہی قاعدہ شرعی بیان فرمایا کہ:---

لولا انہا سنة ما قدمت یعنی دین اسلام میں سنت یہی ہے کہ امیر وقت نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے۔ اگر یہ سنت نبوی نہ ہوتی تو میں آپ کو صلوٰۃ جنازہ کے لیے مقدم نہ کرتا۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت حسینؓ اپنے بھائی کی وفات کے بعد بھی حضرت امیر معاویہؓ کے ربقہ اطاعت سے نہیں نکلے اپنی صلح پر قائم رہے اور امیر مدینہ کو جو حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے مقرر تھے امیر مدینہ مانا اور اپنے اس ماننے کو سنت اسلام قرار دیا۔

اگر ان کے عقیدہ میں حضرت معاویہؓ کی حکومت اسلامی حکومت نہ ہوتی تو آپ ایسا نہ فرماتے۔

حدثنا سعید عن سفیان عن سالم بن ابی حفصة عن ابی حازم الاشجعی ان حسینؓ بن علیؓ قال لسعید بن العاصؓ اقدم یعنی علی الحسنؓ فلولا انہا سنة ما قدمت۔[1]

---

[1] (۱) کتاب المعرفة والتاریخ للبسوی ص ۲۱۶ ج اول تحت سنہ احدی واربعین ومائتین (۲۴۱ھ)

(باقی دوسرے صفحہ پر)

نوٹ

مسئلہ ہذا قبل ازیں ہم نے اپنی تالیف رحماء بینھم حصہ صدیقی ص ۱۹۹ تحت جنازہ چہارم درج کر دیا ہے تفصیلات وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اور علامہ ابن حجر المکی نے الصواعق المحرقہ میں اس مقام میں یہ بات مزید ذکر کی ہے کہ:۔۔۔

جناب حسن مجتبیٰؓ کا جنازہ والی مدینہ سعید بن العاص الاموی نے پڑھایا اور اپنی جدہ (فاطمہ بنت اسد) کے پاس جنت البقیع میں دفن کیے گئے اور اس وقت آنموصوفؓ کی عمر سینتالیس سال تھی نیز ابن حجر مکی نے تصریح کی ہے کہ حضرت حسنؓ نے جناب نبی اقدس ﷺ کی زندگی میں سات سال گزارے اور اپنے والد گرامی جناب علی المرتضیٰؓ کے ساتھ تیس سال بسر کیے اور پھر اپنے دور میں چھ ماہ خلیفہ المسلمین رہے اور اس کے بعد ساڑھے نو سال مدینہ طیبہ میں گزار کر انتقال فرمایا۔

وصلی علیہ سعید بن العاص لانہ کان والیا علی المدینۃ من قبل معاویۃ و دفن عند جدتہ بنت اسد بقبۃ المشھورۃ۔ وعمرہ سبع واربعون سنۃ کان منھا مع رسول اللہ ﷺ سبع سنین ثم مع ابیہ ثلاثون سنۃ ثم خلیفۃ ستۃ اشھر ثم تسع سنین ونصف سنۃ بالمدینۃ۔[1]

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۲) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۴۵ ج ۷ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ۔

(۳) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۸۵ ج ۳ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ۔

(۴) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی ج ۴ ص ۳۵ تحت ذکر موت الحسن ودفنہ۔

(۵) مقاتل الطالبین لابی الفرج علی بن الحسین بن محمد الاصفہانی الشیعی ص ۵۱ ج اول تحت تذکرہ امام حسنؓ (طبع بیروت)

[1] الصواعق المحرقۃ لابن حجر المکی ص ۱۴۱۔۔۔ الباب العاشر فی خلافۃ حسن۔۔۔ الخ

جنت البقیع میں دفن

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر انسان کے لیے انتقال کا وقت مقرر ہے اسی ضابطہ قدرت کے تحت جناب حسن مجتبیٰؓ کا انتقال ہوگیا۔

آنموصوفؓ کی تمنا تھی کہ روضہ رسول ﷺ میں دفن کی سعادت حاصل ہو جائے۔ آنجناب نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے اس چیز کی اجازت طلب کی تھی اور آنموصوفہؓ نے اجازت دے دی تھی۔ لیکن بقول بعض مورخین اس معاملہ میں بعض بنوامیہ حائل ہوئے اور اس بات کا خطرہ پیدا ہوگیا کہ اس موقعہ پر کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے۔

تو اس موقعہ پر جناب عبداللہ بن عمرؓ اور جناب ابوھریرہؓ نے حضرت حسینؓ کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ آپ کے برادر جناب حسنؓ نے اس بات کی وصیت کی تھی کہ اگر جناب نبی اقدس ﷺ کے روضہ مبارک میں دفن ہونے کے معاملہ میں فتنہ کھڑا ہو جانے کا خطرہ ہو جائے تو مجھے جنت البقیع میں ہماری جدہ (دادی اماں) کے پاس دفن کر دیں اور بقول بعض مورخین فرمایا کہ مجھے اپنی والدہ کے پہلو میں دفن کر دیا جائے۔

عن ابن عمرؓ قال حضرت موت الحسنؓ فقلت للحسینؓ اتق اللہ ولا تثر فتنۃ ولا تسفک الدماء - ادفن اخاک الی جنب امہ فانہ قد عہد بذالک الیک۔[1]

عظیم اجتماع

جس روز حضرت حسنؓ کا انتقال ہوا اس دن آپ کے انتقال پر لوگوں کا عظیم اجتماع ہوا۔

ایک شخص ثعلبہ بن ابی مالک جو اس موقعہ پر موجود تھا وہ ذکر کرتا ہے کہ اتنا کثیر مجمع

---

[1] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبیؒ ص ۱۸۴ ج ۳ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ
(۲) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۴۱ ج ۷ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ۔

تھا کہ اگر سوئی پھینکی جاتی تو وہ زمین کی بجائے انسان پر گرتی۔

قال ثعلبۃ بن ابی مالک شھدنا حسن بن علیؓ یوم مات ودفناہ بالبقیع فلقد رایت البقیع ولو طرحت ابرۃ ما وقعت الا علی الانسان۔[1]

حضرت ابو ھریرۃؓ کی ندا

حضرت ابو ہریرۃؓ کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ آنموصوف جناب حسن بن علیؓ کی وفات کے روز مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑے ہوئے گریہ کرتے تھے اور بلند آواز کے ساتھ ندا کرتے تھے کہ:۔۔۔

اے لوگو! آج نبی اقدس ﷺ کے محبوب فرزند کا انتقال ہو گیا اور گریہ کرنے کا موقعہ ہے۔

قال مساور مولی سعد بن بکر رأیت ابا ھریرۃ قائما علی باب مسجد رسول اللہ ﷺ یوم مات الحسن بن علیؓ ویبکی و ینادی باعلی صوتہ یایھا الناس! مات الیوم حب رسول اللہ ﷺ فابکوا۔[2]

حضرت ابو ہریرۃؓ کا یہ اظہار غم تین دن کے اندر اندر کا ہے صدمے کے اول مرحلہ میں انسان کبھی بے قابو بھی ہو جاتے ہیں سو حضرت ابو ہریرۃؓ کے اس جملہ سے مروجہ ماتم پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

ازواج واولاد

سیدنا حسن مجتبیٰؓ کے ازواج و اولاد کے سلسلہ میں متعدد مؤرخین اور ماہرین

---

[1] (۱) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۴۷ ج ۷ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ
(۲) الاصابۃ جلد اول ص ۳۳۰ تحت تذکرہ حضرت حسنؓ معہ الاستیعاب

[2] مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۴۶ ج ۷ تحت ترجمہ الحسن بن علیؓ

انساب کے مختلف اقوال دستیاب ہوتے ہیں ذیل میں چند مشہور مصنفین کے بیانات درج کیے جاتے ہیں۔

جناب حسن ابن علی المرتضیٰؓ کے ازواج کے متعلق مورخین نے عام طور پر یہ بات ذکر کی ہے کہ آنموصوفؓ نے کثرت سے ازواج کیے اور کثیر النکاح تھے اور مطلاق (بہت طلاق دہندہ) مشہور تھے۔

اس چیز کے متعلق یہ ذکر کر دینا مفید ہے کہ آنجنابؓ کے بیک وقت چار سے زیادہ ازواج نہیں رہے اور اسلام میں چار ازواج نکاح میں لانا کوئی قابل اعتراض بات نہیں اور کثرت ازواج اور کثرت طلاق کی روایات مبالغہ آرائی سے خالی نہیں۔

اس چیز پر قرینہ یہ ہے کہ بعض معتبر علماء کرام نے جناب حسنؓ کی اولاد شریف زیادہ سے زیادہ بارہ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ذکر کی ہیں۔

اگر کثرت ازواج کی روایات کو بالفرض درست تسلیم کرلیا جائے تو اس لحاظ سے آنموصوفؓ کی اولاد شریف بھی کثیر ہونی چاہیے۔ قلیل اولاد کا ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ آنجنابؓ پر کثیر الازواج ہونے کا اعتراض قابل تامل ہے۔ اور لائق اعتماد نہیں۔

حضرت حسنؓ کی اولاد شریف کے متعلق اہل تراجم واہل انساب نے مختلف روایات نقل کی ہیں ذیل میں بعض تراجم سے بقدر ضرورت تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

1

چنانچہ نسب قریش لمصعب الزبیری (المتوفی ۲۳۶ھ) میں حضرت حسنؓ کے حالات کے تحت درج ذیل تفصیل دستیاب ہوتی ہے۔

اولاد ذکور

(۱) الحسن بن الحسن (المثنی) امہ خولۃ بنت منظور الفزاریۃ۔

(۲) زید بن الحسن --- امہ ام بشر بنت ابی مسعود عقبہ بن عمرو۔

(۳) عمرو بن الحسن۔

(۴) القاسم بن الحسن۔ (یہ دونوں صاحبزادے کربلا میں اپنے چچا سیدنا حسینؓ کے

(۵) ابوبکر بن الحسن۔ کے ساتھ شہید ہوئے اور ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔)
(۶) عبدالرحمٰن بن الحسن۔ امہ ام ولد (ولا عقب لہ)
(۷) حسین بن الحسن۔ امہ ام ولد۔
(۸) طلحہ بن الحسن امہ ام اسحٰق بن طلحہ بن عبیداللہ۔

تنبیہ

حضرت حسنؓ نے اپنے دو بیٹوں کے نام ابوبکر اور عمر رکھے۔ آپ نے یہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی متابعت میں کیا۔
کیونکہ جناب علی المرتضیٰؓ نے اپنے تین بیٹوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان رکھے تھے۔
حضرت عثمان بن علی المرتضیٰؓ کربلا کے پہلے شہید ہیں۔

اولاد اناث

(۱) ام الخیر بنت الحسن بن علی المرتضیٰؓ۔
(۲) ام عبداللہ۔ " " "
(۳) فاطمہ۔ " " "
(۴) ام سلمہ " " "
(۵) رقیہ۔ " " "

ازواج

(۱) خولۃ بنت منظور الفزاریۃ۔
(۲) ام بشر بنت ابی مسعود عقبہ بن عمر۔
(۳) ام اسحاق بن طلحہ بن عبیداللہ۔
(۴) جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی۔
(بحوالہ) نسب قریش لمصعب الزبیری ص ۴۶۔۴۹ تحت ذکر اولاد حضرت حسنؓ
چوتھی زوجہ (جعدہ بنت اشعث) کا ذکر طبقات ابن سعد ص ۳۷۵ ج ۶ میں تحت

اشعث بن قیس الکندی مذکور ہے۔

اور ابو جعفر بغدادی المتوفی ۲۴۵ھ نے المحبر میں حضرت حسنؓ کے ازواج اور دختران کی تفصیل اس طرح درج کی ہے۔

ازواج

(۱) خولۃ بنت منظور الفزاریۃ۔

(۲) ام بشر بنت ابی مسعود الانصاری۔

(۳) ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ۔

دختران

(۱) ام الحسن بنت امام حسنؓ

(۲) ام سلمۃ بنت حضرت حسنؓ

(۳) ام عبد اللہ بنت حضرت حسنؓ

(بحوالہ کتاب المحبر لابی جعفر البغدادی ص ۶۶۔۳۲۶۔۴۴۷ طبع دائرۃ المعارف دکن۔)

مشہور ماہر انساب ابن حزم الاندلسی المتوفی ۴۵۶ھ نے اولاد حسنؓ کے سلسلہ میں درج ذیل تفصیل جمہرۃ الانساب میں ذکر کی ہے۔

اولاد ذکور

(۱) حسن بن الحسن (المثنی) امہ خولۃ بنت منظور الفزاریۃ۔

(۲) زید بن الحسن --- (ولہ عقب کثیر) امہ ام بشر بنت ابی مسعود الانصاری۔

(۳) عمرو بن الحسن --- (ولہ عقب)

(۴) الحسین بن الحسن۔

(۵) القاسم بن الحسن۔

(۶) ابو بکر بن الحسن۔

(۷) طلحہ بن الحسن --- امہ ام اسحٰق بن طلحہ بن عبید اللہ۔

(۸) عبدالرحمٰن۔

(۹) عبداللہ۔

(۱۰) محمد۔

(۱۱) جعفر۔

(۱۲) حمزہ۔

اور حضرت حسن کے صاجزادے عبداللہ القاسم و ابوبکر اپنے چچا حضرت حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔

(بحوالہ جمہرۃ الانساب لابن حزم الاندلسی ص ۳۸ تحت ولد امیر المومنین حسن بن علیؓ۔)

الفصل الخامس

سیدنا حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما

نام و نسب

آنحضرت کا اسم گرامی الحسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم ہے اور آنجناب کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ القریشی الہاشمی ہے اور "سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" و "ریحانۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے القاب سے مشہور ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت کی بشارت

حضرت عباس بن عبد المطلب کی اہلیہ لبابہ بنت الحارث ام الفضل ایک دفعہ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں نے رات کو ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا ہے؟

تو ام الفضل نے عرض کیا کہ وہ نہایت شدید قسم کا ہے پھر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کیا ہے؟ بیان کرو تو آں محترمہ نے بیان کیا کہ۔۔۔۔

میں نے دیکھا ہے کہ جناب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا قطع کیا گیا ہے اور پھر وہ میری گود میں رکھا گیا ہے یہ سن کر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے ایک عمدہ خواب دیکھا ہے۔ میری دختر فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک فرزند جنے گی (انشاء اللہ) اور وہ تیری گود میں آئے گا۔

ام الفضل بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حسین رضی اللہ عنہ کو جنا اور جیسا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا وہ میری گود میں آئے۔

چنانچہ احادیث میں واقعہ ہذا بعبارت ذیل منقول ہے۔

عن ام الفضل بنت الحارث انها دخلت على رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقالت يا رسول الله انى رايت حلما منكرا الليلة قال وما هو قالت انه شديد قال وما هو؟ قالت رايت كان قطعة من جسدك قطعت ووضعت فى حجرى فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم رايت خيرا- تلد فاطمة انشاء الله غلاما يكون فى حجرك- فولدت فاطمة الحسين فكان فى حجرى كما قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ---الخ[1]

چنانچہ بشارت مذکورہ کے مطابق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سے متولد ہوئے اور ان کو جناب ام الفضل (لبابہ بنت الحارث) نے اپنی گود میں لے کر اپنے فرزند قثم بن عباس کے ساتھ اپنا شیر پلایا اور اس طرح مذکورہ خواب کی تعبیر پوری ہوئی اس روایت کی رو سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت خوب عیاں ہے۔ اسے جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ میں یوں فرمایا الحسین منی وانا من الحسین

تنبیہ

واقعہ ہذا سے معلوم ہوا کہ قثم بن العباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ باہم رضاعی برادر تھے اسی طرح ام الفضل کی دیگر اولاد فضل بن عباس عبداللہ اور عبیداللہ بن عباس وغیرہ بھی آنجناب رضی اللہ عنہ کے شیرخوار برادر ہوئے۔

---

[1] (۱) مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۲ الفصل الثالث باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(۲) الاصابۃ (معہ الاستیعاب) ص ۴۶۱ ج ۴ تحت ام الفضل امراۃ العباسؓ

تاریخ ولادت

اہل تراجم لکھتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت شعبان ۴ ھ میں اپنے برادر جناب حسن رضی اللہ عنہ سے ایک سال بعد ہوئی۔

ازان و تحنیک و حلق راس

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ابتدائی حالات میں محدثین اور اہل تراجم نے جس طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق ذکر کیا ہے۔

اسی طرح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی درج ذیل حالات تحریر کیے ہیں۔

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ متولد ہوئے تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کانوں میں اذان کہی۔

ولما ولد اذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اذنہ۔[1]

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تولد ہوا تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے اس فرزند کا کیا نام رکھا ہے؟ تو اہل خانہ نے عرض کیا کہ "حرب" تو جناب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا نام حسین رکھا جائے۔

اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحنیک کی (یعنی گھٹی ڈالی) اور اپنا مبارک لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا۔[2]

اور حافظ الذہبی نے لکھا ہے کہ۔

جناب جعفر صادق اپنے والد محمد باقر سے ذکر کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی اولاد حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ام کلثوم کے سر کے بال اتروائے اور ان کے وزن کی مقدار میں چاندی صدقہ کر دیا تھا۔

جعفر صادق عن ابیہ قال وزنت فاطمۃ شعر الحسن و الحسین وام کلثوم فتصدقت بزنتہ

---

[1] اسد الغابہ لابن اثیر الجزری ص ۱۸ ج ۲ تحت الحسینؓ

[2] البدایہ لابن کثیرؒ ص ۱۵۰ ج ۸ تحت قصۃ الحسین بن علیؓ (طبع اول)

فضۃ۔[1]

عقیقہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے عقیقہ کے متعلق اسی طرح روایت المصنف لعبد الرزاق میں موجود ہے اور اسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ابتدائی حالات میں بلفظہ درج کر دیا گیا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت پر بھی ساتویں دن عقیقہ کیا اور ان کی طرف سے دو بکریاں ذبح فرمائیں اور ان کے سر کے بال تراشنے کے بعد خوشبو لگائی۔

۷۹۶۳۔ عبدالرزاق عن ابن جریح قال حدثت حدیثا رفع الی عائشۃ انها قالت عق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حسن شاتین و عن حسین شاتین ذبحهما یوم السابع قال و مشقهما وامر ان یماط عن روسهما الاذی۔ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذبحوا علی اسمه وقولو بسم اللہ اللهم لک و الیک هذه عقیقة فلان۔ قال وکان اهل الجاهلیه یخضبون قطنه بدم العقیقه فاذا حلقوا الصبی وضعوها علی راسه فامرهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یجعلوا مکان الدم خلوقا یعنی مشقهما وضع علی راسهما طین مشق مثل الخلوق۔[2]

اہل جنت کے جوانوں کے سردار

دونوں حضرات سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں جناب نبی کریم

---

[1] سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۶۶ ج ۳۔ تحت الحسن بن علیؓ

[2] المصنف لعبد الرزاق ص ۳۳۰۔۳۳۱ ج ۴ تحت باب العقیقہ۔

کا ارشاد مبارک کہ:---

الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ -

متعدد احادیث میں مروی ہے-

اس مسئلہ کو ہم نے قبل ازیں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے حالات میں عہد نبوی میں درج کر دیا ہے- وہاں احادیث اور تاریخ کی کتابوں سے بیشتر حوالہ جات تحریر کر دیئے ہیں چونکہ یہ فضیلت دونوں حضرات کے لیے مشترک ہے- فلہذا اس مضمون کو یہاں دوہرانے کی حاجت نہیں سمجھی گئی-

نقل روایت

جناب حسین رضی اللہ عنہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت صغیر السن تھے عموماً ان کی مرویات اپنے اکابر حضرات سے اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں-

البتہ محدثین نے خود ان سے بھی بعض روایات نقل کی ہیں ان میں سے ذیل میں چند ایک روایات ذکر کی جاتی ہیں:---

عن فاطمۃ بنت الحسین عن ابیھا قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم للسائل حق وان جاء علی فرس -[1]

اس کا مفہوم یہ ہے کہ فاطمہ دختر حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد جناب حسین رضی اللہ عنہ سے نقل کرتی ہیں کہ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سائل کے لیے حق ہے اگرچہ وہ اسپ پر سوار ہو کر آئے- یعنی اس کے سوال کرنے پر اس کو کچھ دیا جائے اور محروم نہ رکھا جائے اگرچہ وہ سواری پر سوار ہو کر آئے-

عن علی بن الحسین عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من حسن اسلام المراء ترکہ مالا یعنیہ -[2]

یعنی زین العابدین رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں

---

[1] (۱) مسند امام احمدؒ ص ۲۰۱ ج اول تحت حدیث الحسینؓ
(۲) مسند ابی یعلی الموصلی ص ۱۸۲ ج ٦ تحت حسین بن علیؓ

[2] مسند امام احمدؒ ۲۰۱ ج اول تحت حدیث الحسینؓ

نے فرمان نبوی ﷺ ذکر کیا کہ مسلمان کے اسلام کی خوبیوں میں سے یہ بات ہے کہ وہ لایعنی اور غیر ضروری باتوں کو ترک کر دے۔

الانتباہ

گذشتہ صفحات میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق جو چند امور ذکر کیے گئے ہیں ان کا تعلق عہد نبوی صلعم سے تھا۔

اس کے بعد عہد خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے متعلق جو واقعات اپنی جستجو کی حد تک میسر ہو سکے ہیں ان کو ایک ترتیب کے ساتھ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

تمام واقعات و حالات کا فراہم کرکے زیر تحریر لانا ایک نہایت مشکل امر ہے تاہم مقولہ مالایدرک کلہ لایترک کلہ کے موافق یہ مسئلہ چلایا جا رہا ہے۔

آئندہ احوال ذکر کرنے سے قبل اس بات کا ذکر کر دینا فائدہ مند ہے جسے ابن کثیر نے البدایہ میں بالفاظ ذیل درج کیا ہے۔

ثم كان الصديق رضی اللہ عنہ يكرمه ويعظمه وكذالك عمر و رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ الخ

یعنی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و جناب عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور ان کا احترام ملحوظ رکھتے تھے۔

اور یہ سب معاملہ سید دوعالم ﷺ کی اولاد شریف ہونے اور دختر زادہ ہونے کی وجہ سے تھا۔

صدیقی عطیہ

مورخین نے لکھا ہے کہ جب عہد صدیقی میں حیرہ کا مقام خالد بن ولید کی نگرانی میں فتح ہوا تو آنموصوف نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بہت سے اموال ارسال کیے۔ ان میں طیلسان کی چادریں اور ایک ہزار درہم بھی تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو طیلسان کی ایک قیمتی چادر

عنایت فرمائی۔

البلاذری نے اپنی تصنیف فتوح البلدان میں تحریر کیا ہے کہ:---

ووجہ (خالدبن ولید) الی ابی بکر بالطیلسان مع مال الحیرۃ و بالالف درہم فوھب الطیلسان للحسین بن علی رضی اللہ عنہ ۔[1]

واقعہ ہذا سے معلوم ہوا کہ جناب ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزندوں کو حسب موقعہ عمدہ عطیات عنایت فرمایا کرتے تھے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کرتے تھے۔ اور یہ حضرات رضی اللہ عنہما خلیفہ راشد حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ سے عطیات قبول فرمایا کرتے تھے اور ان حضرات کے درمیان معاملات میں کوئی انقباض نہیں تھا۔ یہ چیز ان کے باہم بہتر مراسم کے علامات میں سے ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قدرومنزلت

مندرجہ ذیل واقعہ اہل تراجم نے فاروقی عہد کا ذکر کیا ہے کہ:---

ایک بار حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لایا کریں۔

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے پہنچے تو ان کے فرزند عبداللہ بن عمر سے دروازے پر ملاقات ہوئی ابن عمر نے کہا کہ امیرالمومنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خلوت میں مصروف گفتگو ہیں اور مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں ملی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہ صورت حال معلوم کرکے واپس تشریف لائے اس کے بعد کسی دوسرے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ میرے ہاں تشریف نہیں لائے؟

---

[1] (۱) فتوح البلدان للبلاذری ص ۲۵۴ تحت فتوح السواد فی خلافۃ ابی بکرؓ

(۲) رحماء بینہم حصہ صدیقی از مولف کتاب ہذا ص ۳۰۷ تحت عنوان صدیقی عطیہ۔ (باب سوم)

تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ سے ملاقات کے لیے آیا تھا لیکن آپ کے فرزند عبداللہ کو اندر جانے کی اجازت نہیں ملی تھی تو اس وجہ سے میں بھی واپس چلا آیا۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:--- کیا آپ ابن عمر کے درجہ میں ہیں اذن (اجازت) کے معاملہ میں آپ ابن عمر سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔

اور فرمایا کہ جو کچھ عزت اللہ کریم نے عنایت فرمائی ہے یہ سب ہمیں آپ حضرات کی وجہ سے ہے۔

قال یا بنی لو جعلت تغشانا قال فاتیتہ یوما و ھو خال بمعاویۃ وابن عمر بالباب فرجع ابن عمر ورجعت معہ فلقینی بعد فقال لم ارک؟ فقلت یا امیر المومنین انی جئت وانت خال بمعاویۃ وابن عمر بالباب - فرجع ابن عمر ورجعت معہ فقال انت احق بالاذن من ابن عمر وانما انبت ما تری فی روسنا اللہ ثم انتم۔[1]

واقعہ ہذا کے ذریعہ واضح ہوا کہ ان حضرات کی جناب عمرؓ بہت قدردانی اور عزت افزائی فرمایا کرتے اور اپنے فرزندوں کے حقوق سے ان کے حق کو فائق سمجھتے تھے۔

---

[1] (۱) تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ص ۱۴۱ ج اول تحت الحسین ابن علیؓ

(۲) تلخیص ابن عساکر لابن بدران ص ۳۲۱ ج ۴ تحت تذکرہ حسینؓ

(۳) سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۱۶۴۔ طبع مصر۔

(۴) کتاب تاریخ الثقات لاحمد بن عبداللہ العجلی ص ۱۱۹۔۱۲۰ تحت باب حسینؓ طبع بیروت۔

(۵) الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی ص ۱۷۷ تحت المقصد الخامس۔

(۶) تاریخ مدینہ المنورہ لابن شبہ ص ۷۹۹ ج ۳۔ طبع قاہرہ مصر

(۷) الاصابۃ لابن حجر العسقلانی ص ۳۳۲ ج اول تحت حسین ابن علیؓ

(۸) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید الشیعی ص ۱۶۱۔۱۶۲، طبع بیروت۔ تحت متن للہ بلاد فلان فقد قوم الاود--- الخ، بروایت یحیٰ بن سعید۔

پوشاک کا عطیہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان دونوں برادران جناب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لیے یمن سے فراہم کی گئی پوشاکیں عطا کیے جانے کا واقعہ قبل ازیں الفصل الثانی میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے حالات کے تحت درج کیا جا چکا ہے اور ساتھ ہی اس کے حوالہ جات تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ تفصیلات وہاں ملاحظہ فرما دیں۔

مالی حقوق کی رعایت اور وظیفہ کا تقرر

- عہد فاروقی میں دونوں برادران حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کے مالی وظائف جب مقرر کیے گئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات کے لیے پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا وظیفہ کی یہ مقدار بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مساوی تھی اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب قرابت کی بنا پر ان کے لیے یہ وظیفہ مقرر کیا گیا تھا۔
- اور محدثین نے لکھا ہے کہ جب عہد فاروقی میں کسریٰ کے خزائن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے تو ان اموال کی تقسیم سیدنا علی المرتضیٰ کی رائے کے مطابق ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو بھر کر دینا طے پایا تھا اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ان اموال سے اسی مقدار کے موافق حصہ عنایت فرمایا۔
- اسی طرح عراق کے خمس سے بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جناب حسن رضی اللہ عنہ اور جناب حسین رضی اللہ عنہ کو حصہ وافر عطا فرمایا کرتے تھے اور یہ حضرات رضی اللہ عنہم اسے بخوشی قبول فرمایا کرتے تھے۔

تنبیہ

مذکورہ بالا مالی حقوق کی رعایت وغیرہ کے عنوانات قبل ازیں الفصل الثانی میں

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے حالات کے تحت بمع حوالہ جات درج کر دیئے ہیں--- مزید وضاحت وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

جناب ام کلثوم کے ہاں تشریف لے جانا

یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا رشتہ بخوشی دیا تھا اور آنجناب رضی اللہ عنہ نے بڑی قدردانی کے ساتھ اسے قبول کیا تھا۔

اس باہمی رشتہ کی تفصیلات ہم قبل ازیں رحماء بینھم حصہ فاروقی باب سوم فصل دوم میں درج کر چکے ہیں اور اہل السنۃ اور شیعہ دونوں فریق کی معتبر کتابوں سے حوالہ جات پیش کر دیئے ہیں جو اثبات مسئلہ کے لیے کافی ہیں۔

اب اس مقام میں ہم یہ چیز ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے خواہر ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

بعض اوقات اس طرح ہوتا تھا کہ جناب ام کلثوم اپنے سر کے بالوں میں شانہ (کنگھی) کر رہی ہوتی تھیں۔ اس وقت یہ حضرات پہنچتے۔

اس مضمون کو محدث ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف "المصنف" میں اپنی سند کے ساتھ بعبارت ذیل ذکر کیا ہے۔

عن ابی البختری عن ابی صالح ان الحسن والحسین کانا یدخلان علی اختھما ام کلثوم وھی تمشط۔[1]

تنبیہ

مضمون ہذا قبل ازیں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے حالات کے تحت عہد فاروقی میں ذکر

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ۔ ص ۳۳۶ ج ۴ کتاب النکاح۔ طبع جدید دکن تحت باب ما قالوا فی الرجل ینظر الی شعر اختہ او ابنتہ۔

ہو چکا ہے لیکن تسلسل مضمون کی خاطر یہاں دوبارہ لکھا گیا ہے امید ہے ناظرین کرام عذر قبول فرمائیں گے۔

عمرہ کیلئے حضرت عثمانؓ اور حضرت حسینؓ کا ہم سفر ہونا

ابن حبان نے کتاب الثقات میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ:۔۔۔

ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرہ کے لیے سفر اختیار کیا۔ ۲۶ھ رجب کا مہینہ تھا آپ کے ساتھ عبداللہ بن جعفر اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ بھی شریک سفر ہوئے۔

"السقیا" کے مقام میں پہنچے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ وہاں بیمار ہو گئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن جعفر کو وہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس تیمار داری کے لیے ٹھہرایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف (مدینہ طیبہ میں) اس معاملہ کی اطلاع کے لیے ایک قاصد روانہ کیا (اور خود مکہ مکرمہ چلے گئے)

اطلاع ملنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ بمع دیگر ہاشمیوں کے مقام "السقیا" میں پہنچ گئے۔ جب یہاں تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک جانور منگوا کر ذبح کیا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے بال ترشوائے تاکہ حضرت حسین کا احرام عمرہ بوجہ معذوری ختم ہو سکے اور ان کی تیمار داری کے لیے خود ٹھہر گئے۔ پھر (چند ایام کے بعد) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عمرہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تیماری داری کی خاطر وہیں مقیم تھے۔ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (بطور معذرت کے) ذکر کیا کہ میں نے تیماری داری کے لیے آپ کی آمد تک یہاں مقیم ہونے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن حسین رضی اللہ عنہ نے مجھے قسم دے کر کہا کہ آپ بمع ہمراہیوں کے عمرہ پر ضرور چلے جائیں (اس لیے میں عمرہ کے لیے چلا گیا) (اب عمرہ سے فراغت کے بعد واپس پہنچا ہوں) الخ۔

چنانچہ کتاب "الثقات" میں ہے کہ:۔۔۔

ثم اعتمر عثمان رضی اللہ عنہ فی رجب وخرج معه عبدالله بن جعفر رضی اللہ عنہ والحسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ فمرض حسین بن علی رضی اللہ عنہ فاقام عبدالله بن جعفر

علیہ بالسقیا و بعث الی علی رضی اللہ عنہ یخبرہ بذالک فخرج علی رضی اللہ عنہ فی نفر من بنی ھاشم الی السقیا فلما دخلها دعا ببدنته فنحرها و حلق راسه و اقام علی الحسین یمرضه... ثم انصرف (عثمان رضی اللہ عنہ) فمر بعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی منصرفه وهو یمرض الحسین مع جماعة من بنی ھاشم فقال عثمان رضی اللہ عنہ قدارادت المقام علیه حتی تقدم ولکن الحسین رضی اللہ عنہ عزم علی وجعل یقول امض رھطک... الخ[1]

واقعہ ہذا میں اس بات کا بین ثبوت ہے کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے باہمی تعلقات محبت و مروت کے تھے اور یہ حضرات عمرہ جیسی عبادات ادا کرنے میں بھی رفاقت سفر اختیار کرتے تھے اور لوازم سفر میں جو چیزیں پیش آتی ہیں مثلاً قیام طعام اور نماز وغیرہ ان سب چیزوں کو یہ حضرات باہم مل کر ادا کرتے تھے اور ان امور میں ان حضرات کے درمیان خوشگوار روابط قائم تھے۔ اور کوئی انقباض نہیں تھا۔

غزوات میں شرکت

جناب حضرت حسین رضی اللہ عنہ عہد عثمانی میں ملی خدمات اور اسلامی جہاد میں پورا پورا حصہ لیتے تھے اور حسب موقعہ ان امور میں شریک اور شامل ہوتے تھے۔

- چنانچہ عہد عثمانی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اسلامی غزوات میں شریک ہونا ہم قبل ازیں حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے احوال میں درج کر چکے ہیں اور ساتھ ساتھ کتابی حوالہ جات پیش کر دیے گئے ہیں۔
  اس مقام میں صرف یاددہانی کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے کہ:...
- ۲۶ھ میں غزوہ طرابلس پیش آیا تھا اس میں افواج کے امیر عبداللہ بن سعد ابی

[1] کتاب الثقات لابن حبان ص ۲۴۶ ج ۲۔ تحت سنۃ ۲۶ھ، طبع دکن۔

سرح تھے اور طرابلس اور افریقہ کے علاقوں میں یہ جہاد کیا گیا اور وہاں بہت سی اسلامی فتوحات ہوئی تھیں ان میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے شریک و شامل ہو کر ملی خدمات سرانجام دیئے۔

● اسی طرح ۳۰ھ میں خراسان اور طبرستان اور جرجان وغیرہ علاقہ جات کی جنگی مہمات میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے شریک ہو کر برابر حصہ لیا۔

سعید بن العاص الاموی کی قیادت میں یہ مہمات سر ہوئی تھیں اور ان ممالک میں اسلام کا بہت فروغ ہوا اور اہل اسلام کو بے شمار فتوحات حاصل ہوئیں۔

ایک خصوصی عطیہ --- شہربانو کا عطا کیا جانا

خراسان جب فتح ہوا تو اس موقعہ پر ایک خاص واقعہ پیش آیا جسے شیعہ علماء نے بڑی اہمیت کے ساتھ ذکر کیا ہے شیعہ کے اکابر علماء فرماتے ہیں کہ:---

یزدجرد بن شہریار کی دو لڑکیاں قید ہو کر آئی تھیں ان میں سے ایک سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور دوسری سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خلیفہ وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے عطا کی گئیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سوانح میں یہ ایک قابل ذکر واقعہ ہے اور اس کو قبل ازیں سوانح حضرت حسن رضی اللہ عنہ میں خصوصی عطیہ کے عنوان کے تحت ہم ذکر کر چکے ہیں اور وہاں شیعہ کتب کے حوالہ جات بھی ساتھ دے دیئے ہیں۔

محاصرہ عثمانی رضی اللہ عنہ میں مدافعانہ مساعی

عہد خلافت عثمانی کے دوران حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما نے بے شمار ملی خدمات سرانجام دیں اور قابل ذکر مہمات میں انہوں نے شرکت کی اور مجاہدانہ کردار ادا کیا ان میں سے بعض احوال کو گزشتہ صفحات میں تحریر کیا گیا ہے۔

اور مقصد یہ ہے کہ جن واقعات میں حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا براہ راست تعلق ہے انہیں ناظرین کی خدمت میں ایک ترتیب سے پیش کیا جائے۔

چنانچہ عہد عثمانی کے آخر میں جو واقعات پیش آئے تھے اور حضرت سیدنا عثمانؓ کی

شہادت کا المناک واقعہ رونما ہوا اس کے متعلقات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

حضرت عثمانؓ کی مخالفت کھڑا کرنے والے باغیوں کی طرف سے اواخر ذوالعقدہ اور ذوالحجہ ۳۵ھ میں آنموصوف رضی اللہ عنہ کی دار کا محاصرہ کر لیا گیا تھا۔ یہ لوگ خالص مفسد اور شریر تھے اور خلیفہ اسلام کے خلاف علم بغاوت بلند کیے ہوئے تھے۔

اس دور میں جہاں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دفاع کی کوششیں کی تھیں وہاں دونوں برادران حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی ان دفاعی مساعی میں پورا پورا حصہ لیا تھا۔

ذیل میں اس مسئلہ پر چند ایک حوالہ جات پیش خدمت ہیں جن سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا دفاعی کردار واضح ہوتا ہے۔

1

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ:---

حضرت حسن و حسین و عبداللہ بن عمرو عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم و مروان یہ تمام حضرات ہتھیار بند ہو کر (مدافعت کے لیے) حضرت عثمان کے مکان پر پہنچے۔ حضرت عثمان نے ان لوگوں کو فرمایا کہ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ واپس چلے جائیں اور اسلحہ رکھ دیں اور اپنے اپنے گھروں میں جا کر بیٹھ جائیں (یعنی مدافعانہ کارروائی ترک کر دیں)

خلیفہ ابن خیاط نے ابن سیرین کے بیان کو عبارت ذیل ذکر کیا ہے۔

عن یحیی بن عتیق عن محمد بن سیرین قال انطلق الحسن والحسین و ابن عمر وابن الزبیر ومروان کلھم شاک فی السلاح حتی دخلوا الدار فقال عثمان اعزم علیکم لما رجعتم فوضعتم اسلحتکم ولزمتم بیوتکم۔[1]

---

[1] (۱) تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۵۱۔ ۱۵۲ ج اول طبع عراق۔

(۲) تاریخ الاسلام للذہبی ص ۱۳۴ ج ۲ تحت محاصرہ عثمانی ۳۵ھ۔

2

البلاذری نے انساب الاشراف میں لکھا ہے کہ:---

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزندوں حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تلواریں لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کے دروازے پر کھڑے ہو جائیں تو کوئی شخص (اعداء میں سے) اندر نہ جاسکے اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند عبداللہ کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند کو حفاظتی طور پر بھیجا اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اولادوں کو حکم دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کی حفاظت کرنے اور دفاع کرنے کا کام سرانجام دیں۔

وقال للحسن والحسين اذهبا بسيفكما حتى تقوما على باب عثمان رضی اللہ عنہ فلاتدعا احدا يصل اليه وبعث الزبير رضی اللہ عنہ ابنه عبدالله وبعث طلحة ابنه--- وبعث عدة من اصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم ابناء هم ليمنعوا الناس الدخول على عثمان رضی اللہ عنہ -[1]

موقعہ ہذا کی تفصیل دیتے ہوئے ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ محاصرہ اواخر ذوالعقدہ سے لے کر جمعہ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ تک مسلسل جاری رہا۔ دار عثمانی میں برائے حفاظت و نگرانی کے مہاجرین و انصار میں سے یہ حضرات موجود تھے عبداللہ بن عمر عبداللہ بن الزبیر۔ الحسن الحسین و مروان وابو ھریرۃ وغیرھم الخ۔

كان الحصار مستمرا من اواخر ذى العقدة الى يوم الجمعه الثامن عشر ذى الحجة (۳۵ھ) للذين عنده فى الدار من المهاجرين والانصار--- فيهم عبدالله بن عمرو عبدالله بن الزبير والحسن والحسين و مروان وابوهريرة وخلق من مواليه الخ[2]

---

[1] کتاب انساب الاشراف للبلاذری ص ۶۸ - ۶۹ ج ۵ تحت باب مسیر اہل الامصار الی عثمانؓ

[2] (۱) البدایہ لابن کثیر ص ۱۸۱ ج ۷ تحت سنۃ خمس و ثلاثین - ۳۵ھ

(۲) البدایہ لابن کثیر ص ۱۷۶ جلد ۷، تحت ذکر حصر امیر المؤمنین عثمان، الخ۔

مندرجہ بالا حوالہ جات میں سے بالتصریح یہ بات ثابت ہوئی کہ جناب سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع میں دیگر صحابہ کی طرح پورا حصہ لیا اور مدافعانہ کردار ادا کیا۔

یہ چیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تعلقات پر بہترین قرینہ ہے گویا کہ ان کی زندگی کے آخری اوقات تک یہ روابط قائم تھے--- لیکن ان حفاظتی تدابیر کے باوجود باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

تنبیہ

مذکور حوالہ جات قبل ازیں رحماء بینہم حصہ عثمانی۔ تحت محاصرہ عثمانی درج ہو چکے تھے یہاں حضرت حسینؓ کے احوال کی ترتیب کے پیش نظر ان کو ذکر کیا گیا۔

جنگ جمل کے متعلقات

جنگ جمل کے متعلقات قبل ازیں سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں بقدر ضرورت تحریر کیے جا چکے ہیں۔ یہ واقعہ جمادی الاخریٰ ۳۶ھ میں پیش آیا تھا۔

اس واقعہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے دونوں فرزند سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما شریک و شامل تھے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے حالات میں ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہما کی متعلقہ چیزیں درج ہو چکی ہیں۔

۱۔ مثلاً سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اس جنگ میں جیش کے حصہ میسرہ کے امیر تھے اور ان کی نگرانی میں جنگی امور سرانجام پائے۔

۲۔ اس موقعہ پر مروان بن الحکم محبوس ہوا تھا اس کی خلاصی اور امان کی سفارش جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہوئی تھی اس میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

۳۔ نیز جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جمل سے واپسی کا سفر شروع ہوا تھا تو اس وقت انہیں رخصت کرنے والوں میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

جنگ صفین میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں رعایت

جنگ جمل کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد میں جنگ صفین کا واقعہ بڑا اہم ہے اور اس کے بقدر ضرورت احوال قبل ازیں ہم نے اپنی تالیف سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں اپنے مقام پر ذکر کر دیے ہیں۔

اس واقعہ میں بھی جناب حسنین شریفین رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی کے ساتھ شریک تھے۔

جنگ صفین میں کئی مراحل سخت سے سخت پیش آئے ان میں ایک موقعہ پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا ایک شخص زبرقان بن اسلم کے ساتھ آمنا سامنا ہوا یہ بزرگ صحابی تھے اور آپ نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کو پایا تھا اور یہ فریق مقابل کی طرف سے جنگ میں شریک تھے۔

جب انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے پایا تو کہا:---

کہ اے بیٹے! آپ میرے سامنے سے ایک طرف ہو جائیں۔ کیونکہ میں نے ایک بار جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آنجناب قبا کی جانب سے واپس تشریف لا رہے تھے اور تم جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش پیش تھے۔

مجھے یہ گوارہ نہیں اور میں نہیں پسند کرتا کہ آپ کی خونریزی کر کے قیامت میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں۔

عن مجاهد عن ابی وائل قال برز الحسين بن علی يوم صفين فذكر قصة فيها فقال له الزبرقان بن اسلم انصرف يا بنی فلقد رايت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مقبلا من ناحية قباء وانت قدامه فما كنت لالقی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بدمك [1]

واقعہ ہذا سے معلوم ہوا کہ شدید قسم کے ابتر حالات پیش آنے کے باوجود بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کا احترام ملحوظ رکھتے تھے۔

---

[1] الاصابۃ لابن حجر ص ۵۲۵ ج اول۔ تحت ۲۷۸۳ الزبرقان بن اسلم۔ معہ الاستیعاب۔

سابقہ سطور میں ہم نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا جنگ جمل و صفین میں شمولیت کرنا مختصراً ذکر کیا ہے۔

جمل و صفین کے بعد ایک اور اہم قتال اس دور میں خوارج کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اس مہم میں بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ دیگر حضرات کے ساتھ شامل تھے۔

اس کے بعد جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی (جیسا کہ آئندہ ذکر آ رہا ہے) اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ ان کی خلافت میں آنموصوف کے متعاون و ہم نوا رہے حتیٰ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسئلہ خلافت میں صلح و مصالحت ہوئی اور آپ اپنے برادر گرامی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے اور یہیں مقیم رہے۔

اس چیز کو حافظ ابن حجر العسقلانی نے درج ذیل عبارت میں مختصراً تحریر کیا ہے:---

وكانت اقامة الحسين بالمدينة الى ان خرج مع ابيه الى الكوفة فشهد معه الجمل ثم صفين ثم قتال الخوارج وبقى معه الى ان قتل ثم مع اخيه الى ان سلم الامر الى معاوية فتحول مع اخيه الى المدينة واستمر بها الى ان مات معاوية۔[1]

آخری ایام میں مرتضوی ہدایات

خلافت علوی کے آخری ایام میں جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر رمضان المبارک ۴۰ھ میں ایک خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم نے حملہ کیا تو آنجناب رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے۔ اور تین روز کے بعد جناب کا --- انتقال ہو گیا۔

اس موقعہ پر آنموصوف رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزندوں کے لیے وصایا فرمائے۔

ان دونوں برادران حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو کتاب و سنت پر عمل کرنے تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے وغیرہ کے ارشادات فرمائے۔[2]

---

[1] الاصابۃ لابن حجر عسقلانی ص ۳۳۲ ج اول تحت ترجمہ الحسین ابن علیؓ معہ الاستیعاب۔
[2] البدایہ والنہایۃ لابن کثیرؒ ص ۳۲۷ ج ۷ تحت احوال مقتل علی ۴۰ھ۔

اس چیز کا ذکر ہم نے قبل ازیں سوانح سیدنا حسن رضی اللہ عنہ میں عنوان "وصایا" کے تحت کر دیا ہے۔ اور سیرت علوی ص ۵۲۵۔۵۲۴ میں بھی اس مسئلہ کا ذکر ہو چکا ہے۔

علوی غسل کفن دفن میں شمولیت

ابن ملجم خارجی کے حملہ سے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جانبر نہ ہو سکے اور آنموصوف رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔

آنجناب رضی اللہ عنہ کے غسل کفن جنازہ اور دفن میں جناب حسن اور جناب حسین رضی اللہ عنہما دونوں برادران اپنے دیگر عزیزان و اقارب کے ساتھ ان امور کو سرانجام دینے میں شریک و شامل تھے۔[1]

مذکورہ بالا امور کا ذکر ہم نے قبل ازیں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے سوانح میں عنوان بالا کے تحت کر دیا ہے۔

مزید تفصیل کے لیے ہماری تالیف سیرۃ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں صفحات ۵۰۳۔۵۰۴ اور ۵۲۵۔۵۲۶ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعاون

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد عراق اور حجاز کے مسلمانوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے برادر گرامی کے ساتھ بیعت خلافت کے موقعہ کے احوال میں معاون اور مددگار تھے اور اس وقت کے جملہ مراحل میں ساتھ رہے۔ ان ایام کے حالات و کوائف کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

کم و بیش چھ ماہ بعد ربیع الآخر یا جمادی اولیٰ ۴۱ھ میں جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ وقتی حالات کے تقاضوں کے تحت صلح کر لی تو اس

---

[1] (۱) طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۳ القسم الاول تحت علی بن ابی طالبؓ
(۲) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۳۲۸ ج ۷ تحت صفۃ مقتلہ (علی المرتضیٰؓ) طبع اول مصر۔
(۳) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۱۳ ج ۸ تحت شئی من سیرۃ علی المرتضیٰؓ طبع اول مصر۔

وقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی ان معاملات میں اپنے برادر گرامی کا خلاف نہیں کیا اور ہم نوا رہے۔ (اگرچہ اس موقعہ پر مورخین نے کئی قسم کی مخالف و موافق روایات درج کر دی ہیں تاہم یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ ان دونوں برادران رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت خلافت کی اور مصالحت کر لی تھی۔ یہ چیز تاریخی مسلمات میں سے ہے۔

خلافت کے منصب سے دستبرداری کے بعد دونوں برادران رضی اللہ عنہما کوفہ سے واپس تشریف لا کر مدینہ طیبہ میں مقیم ہو گئے۔

پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے متعلق مدنی دور کی جو چند چیزیں دستیاب ہو سکی ہیں ان کو ایک ترتیب سے آئندہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔ انہیں ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا احترام صحابہ کرام کی نظروں میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اقارب کا پورا پورا احترام ملحوظ رکھتے تھے اور حسب موقعہ ان کی توقیر اور قدر دانی کرنا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ باقی قبائل سے خاندان نبوی کو فائق قرار دیتے تھے۔

اس سلسلہ میں متعدد واقعات صحابہ کرام کے دور میں دستیاب ہوتے ہیں۔

(1) چنانچہ ابو المہزم ایک بار کا واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک دفعہ ایک جنازہ پر تشریف لے گئے (اور وہ کہیں دور دراز تھا) اور جناب ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ واپسی پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفت محسوس ہوئی اور وہ راستہ میں استراحت کے لیے تشریف فرما ہوئے۔

اس وقت جناب ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ اپنی چادر کے ساتھ آنموصوف رضی اللہ عنہ کے قدموں سے غبار صاف کرنے لگے۔

تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ھریرۃ! آپ ایسا کرتے ہیں؟ تو جناب ابو ھریرۃ کہنے لگے کہ آپ اس بات کو رہنے دیجئے۔

اللہ کی قسم! آپ کی فضیلت جو مجھے معلوم ہے اگر دوسرے لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہ آپ کو اپنے کندھوں اور گردنوں پر اٹھالیں۔

قال علی بن محمد عن حماد بن سلمة عن ابی المهزم قال کنا مع ابی هریرة فی جنازة فلما رجعنا اعیا الحسین علیه السلام فقعد فجعل ابو هریرة ینفض التراب عن قدمیه بثوبه فقال له الحسین انت یا ابا هریرة تفعل هذا؟ قال وعنی منک فلو یعلم الناس منک ما اعلم لحملوک علی عواتقهم۔[1]

قال ابو المهزم کنا مع جنازة امراة و معنا ابو هریرة فجیئی بجنازة رجل فجعله بینه وبین المراة فصلی علیها فلما اقبلنا اعیا الحسین فقعد فی الطریق فجعل ابو هریرة ینفض التراب عن قدمیه بطرف ثوبه فقال الحسین یا ابا هریرة وانت تفعل هذا؟ قال ابو هریرة دعنی فوالله لو یعلم الناس منک ما اعلم لحملوک علی رقابهم۔[2]

اس طرح ایک بار حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے سواری لائی گئی تو اس وقت جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی سواری کی رکاب تھام کر انہیں بڑے احترام و اکرام کے ساتھ سوار کیا۔

روایت کا راوی کہتا ہے میں نے جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ان سے عمر میں بڑے ہیں اور آپ نے آنموصوف رضی اللہ عنہ کو بڑے احترام کے ساتھ سوار کیا ہے؟ تو جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بے چارے! تم جانتے نہیں ہو کہ یہ کون شخص ہیں؟ یہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے ہیں اور یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے

---

[1] ذیل المذیل لاحق در آخر تاریخ لابن جریر الطبری ص ۱۹ ج ۱۳ تحت ذکر الخبر عمن مات او قتل سنة ۵۴ھ ۔ طبع اول، قدیم مصر۔

[2] (۱) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۲۸ ج ۷ تحت ترجمہ الحسین بن علیؓ
(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۹۳ ج ۳ تحت ترجمہ الحسین بن علیؓ

کہ میں نے ان کو اعزاز و احترام کے ساتھ سوار کیا ہے۔

ثم جیئی بدابة الحسین رضی اللہ عنہ فامسک له ابن عباس رضی اللہ عنہ بالرکاب سوی علیه...الخ[1]

تنبیہ

واقعہ ہذا قبل ازیں فصل الرابع میں "اکابر کی طرف سے قدر شناسی" کے عنوان کے تحت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے احوال میں دونوں برادران کے لیے درج کیا گیا۔

ایک دیگر واقعہ

علمائے تراجم نے لکھا ہے کہ ایک بار جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ظل کعبہ میں تشریف فرما تھے تو اس دوران جناب حسین رضی اللہ عنہ کا ان کے پاس سے گزر ہوا تو جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جناب حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا کہ اس وقت زمین والوں میں سے اہل سماء کے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ شخصیت ہیں۔

یونس بن ابی اسحق عن العیزار بن حریث قال بینا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فی ظل الکعبة اذ رای الحسین فقال هذا احب اهل الارض الی اهل السماء الیوم۔[2]

یہاں سے معلوم ہوا کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے معترف تھے اور انہیں محبوب جانتے تھے۔

● اس طرح ایک اور اکرام و احترام کا واقعہ آئندہ "فقہی مسائل" کے عنوان کے

---

[1] (۱) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۲۸ ج ۷ تحت ترجمہ الحسین بن علیؓ
(۲) البدایة و النهایة لابن کثیرؒ ص ۳۷ ج ۸ تحت سنة ۴۹ھ۔

[2] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۹۲ ج ۳ تحت ترجمہ الحسین بن علیؓ
(۲) تہذیب تاریخ ابن عساکر لابن بدران ص ۳۲۲ تحت الحسین بن علیؓ
(۳) البدایة لابن کثیرؒ ص ۲۰۷ ج ۸ تحت ذکر شیئی من فضائلہ (الحسینؓ)

تحت نعمان بن بشیر کی طرف سے جناب حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا وہ بھی اسی نوعیت کا ہے ناظرین اسے عنقریب ملاحظہ فرمائیں گے۔

حاجت روائی

اپنی خاندانی روایات کے موافق جناب حسین رضی اللہ عنہ حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لیے کوشاں رہتے تھے اور سائلین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مقدور بھر کوشش کرتے تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ ایک سائل اعرابی مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گھومتا ہوا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچا اور دستک دی اور اشعار کی صورت میں اپنی حاجت اور ضروریات کو پیش کیا۔

جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اس وقت نماز میں مشغول تھے آپ اپنی نماز میں تخفیف کرکے باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ سائل پر فقروفاقہ کے آثار ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ واپس ہوئے اور اپنے غلام قنبر کو آواز دی وہ حاضر ہوا تو جناب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ہمارے نفقہ میں سے تمہارے پاس کیا کچھ باقی ہے؟ تو اس نے عرض کیا کہ دو صد درہم ہیں اور جناب رضی اللہ عنہ نے حکم دے رکھا ہے کہ ان کو ہمارے اہل خانہ پر صرف کیا جائے۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دراہم لاؤ ہمارے اہل خانہ کی بہ نسبت زیادہ حقدار شخص آگیا ہے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے وہ دراہم لے کر اس سائل اعرابی کو عنایت فرمادیے۔

وخرج سائل يتخطى زقة المدينة حتى اتى باب الحسين فقرع الباب وانشا يقول و كان الحسين واقفا يصلي فخفف من صلاته وخرج الى الاعرابي فرائى عليه اثر ضر و فاقة فرجع ونادى بقنبر فاجابه لبيك يا ابن رسول الله قال ماتبقى معك من نفقتنا؟ قال مائتا درهم امرتني بتفرقها في اهل بيتك - قال فهاتها فقداتى من هو احق بها

منهم - فاخذها وخرج يدفعها الى الاعرابى - الخ[1]

اس نوع کے واقعات ان کے سوانح میں بہت پائے جاتے ہیں اور حاجت مندوں کی نفع رسانی تو ان حضرات کے معمولات میں سے تھا۔

نقل حدیث

اسلام میں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو نقل کرنا ایک اہم کار خیر ہے۔

اور بڑے اجر و ثواب کا عمل ہے۔ اسی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذخائر امت کی طرف نقل کیے ہیں اور انہیں ان سے مطلع کیا ہے۔

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خورد سال تھے تاہم انہوں نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض فرامین کو نقل کیا ہے اور پھر ان سے ان کے عزیز و اقارب اور دیگر لوگوں نے روایات امت کو پہنچائی ہیں۔

محدثین ذکر کرتے ہیں کہ:---

وروى الحسين عن ابيه وامه وخاله هند بن ابى هالة وعن عمر وروى عنه اخوه الحسن وبنوه على زين العابدين وفاطمة وسكينة -[2]

یعنی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے روایات کو اپنے والد، والدہ، اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ اور جناب عمر بن الخطاب سے نقل کیا ہے۔

اور آنجناب رضی اللہ عنہ سے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرنے والے ان کے بھائی حسن رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بیٹے زین العابدین اور آنموصوف رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیاں فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سکینہ رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کے برادر زادے زید بن الحسن بھی ہیں۔

اور صفی الدین الخزرجی نے اپنی تصنیف خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال میں حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ:---

روى عن جده ثمانية احاديث وعن ابيه وامه

---

[1] مختصر تاریخ لابن عساکر لابن منظور ص ۱۳۱ ج ۷، تحت تذکرہ حسین بن علیؓ (طبع بیروت)

[2] الاصابۃ لابن حجر العسقلانی ص ۳۳۱ ج اول تحت ترجمہ الحسین بن علیؓ۔

وعمر۔[1]

اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ (۸) احادیث روایت کی ہیں اور اپنے والد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی روایات نقل کی ہیں۔ اور اپنی والدہ سیدہ فاطمہ الزہرا اور عمر بن الخطاب سے بھی۔

اسی طرح علامہ الذہبی ؒ نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں نقل روایت کا مسئلہ درج ذیل الفاظ میں تحریر کیا ہے:---

حدث عنه (الحسين رضی اللہ عنہ) ولداه علی و فاطمة و عبيد بن حنين وهمام الفرزدق وعكرمة و الشعبی و طلحة العقيلی وابن اخيه زيد بن الحسن وحفيده محمد بن علی الباقر ولم يدركه و بنته سكينة وآخرون۔[2]

یعنی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرنے والے ان کی اولاد علی ابن الحسین رضی اللہ عنہ اور فاطمہ بنت الحسین ہیں اور عبید بن حنین، ہمام الفرزدق، عکرمہ الشعبی اور طلحہ العقیلی ہیں نیز ان سے روایت نقل کرنے والے ان کے برادر زادے زید بن الحسن اور ان کے پوتے محمد باقر ہیں لیکن محمد باقر نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے دور کو نہیں پایا اور روایت نقل کرنے والی ان کی بیٹی سکینہ ہے اور ان کے علاوہ دیگر لوگ بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ناقل روایت ہیں۔

اور ابن عبدالبر ؒ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یہ نقل کی ہے۔

من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه۔[3]

اس کا مفہوم یہ ہے کہ مومن کے اسلام کی خوبی میں سے یہ بات ہے کہ لایعنی

---

[1] تذہیب تہذیب الکمال للخزرجی ص ۲۲۸ ج اول تحت ترجمہ الحسین بن علیؓ۔

[2] سیر اعلام النبلاء للذہبی ؒ ص ۱۸۸ ج ۳ تحت الحسین بن علیؓ۔

[3] الاستیعاب لابن عبدالبر ؒ ص ۳۸۲ ج اول تحت تذکرہ الحسین بن علیؓ۔ (معہ الاصابة)

باتوں کو ترک دے۔ (اور بے فائدہ باتوں سے اعراض کرے)

مسجد نبوی ﷺ میں مجالس

ایک دفعہ حضرت معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے قریش کے ایک شخص کو کسی کام کے لیے مسجد نبوی ﷺ میں بھیجا اور اس کو بتلایا کہ تم ایسے حلقہ کو دیکھو کہ جس پر ایسا سکون طاری ہے کہ گویا ان کے سروں پر پرندہ بیٹھا ہوا ہے تو سمجھ لینا کہ یہ حلقہ جناب ابو عبداللہ الحسین رضی اللہ عنہ کا ہے اور دوسری ان کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی پنڈلیوں کے نصف تک تہبند باندھے ہوئے ہوں گے۔

چنانچہ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ:---

وقال معاویۃ لرجل من قریش اذا دخلت مسجد رسول اللہ ﷺ فرایت حلقۃ فیھا قوم کان علی روسھم الطیر فحلک حلقۃ ابی عبداللہ موتزرا الی انصاف ساقیہ۔[1]

یہاں سے معلوم ہوا کہ:---

جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مسجد نبوی ﷺ میں ذکر و فکر کی دینی مجالس قائم ہوتی تھیں اور باادب ہونا ان کا نمایاں امتیاز تھا اور سکون و اطمینان ان پر طاری ہوتی تھی جس طرح کہ اہل اللہ لوگوں کی محافل دینی مسائل کے افہام و تفہیم کے لیے منعقد ہوا کرتی ہیں۔

نیز یہ چیز بھی یہاں سے ثابت ہوئی کہ حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کی یہ مجالس آئندہ قائم ہونے والی دینی مجالس کے لیے حجت و دلیل کے درجہ میں ہیں۔

اور دیگر یہ چیز بھی واضح ہوئی کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لباس میں سنت نبوی ﷺ کی رعایت ملحوظ ہوتی تھی کہ وہ اپنی تہمد پنڈلیوں تک رکھتے تھے۔ یہی سنت طریقہ ہے۔

---

[1] تہذیب تاریخ ابن عساکر ص ۳۲۲ تحت الحسین بن علیؓ ۔ (لابن بدران)

امراء کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنا

اسلام میں نماز کا باجماعت ادا کرنا قریب الی الواجب ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابرین امت ہمیشہ اپنی پنجگانہ نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے اور حتی المقدور بغیر عذر شرعی یا طبعی کے جماعت کو ترک نہیں فرماتے تھے۔

اکابر علماء اہل السنۃ و شیعہ دونوں نے لکھا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی مسجد نبوی میں امراء وقت کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ اپنی پنجگانہ نمازیں ادا فرمایا کرتے تھے۔ ابن سعد نے امام باقرؒ کا قول نقل کیا ہے کہ۔

قال انا لنصلی خلفھم فی غیر تقیۃ واشھد علی علی بن الحسین انہ کان یصلی خلفھم فی غیر تقیۃ۔[1]

یعنی محمد باقر فرماتے ہیں کہ ہم بغیر تقیہ کے امراء وقت کے پیچھے نمازیں ادا کرتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میرے والد زین العابدین بھی بغیر تقیہ کے ان کے خلف میں نماز پڑھتے تھے۔

قبل ازیں یہ مسئلہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سوانح میں "خلفاء کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنا" کے عنوان کے تحت ہم ذکر کر چکے ہیں۔

اس مقام میں ہم صرف شیعہ علماء کی معتبر کتب کا حوالہ ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ اصل مسئلہ کی تائید پائی جائے۔

شیعہ علماء نے امام جعفر صادق اور امام محمد باقر کی روایت ذکر کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ مروان بن الحکم کے پیچھے ہمیشہ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے ان کو کہا کہ آپ کے باپ جس وقت گھر واپس ہوتے تو کیا وہ نمازیں لوٹاتے نہیں تھے؟ تو محمد باقرؒ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم سابقہ نماز پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔

عن موسی بن جعفر عن ابیہ قال کان الحسن

---

[1] طبقات ابن سعد ۱۱۰ ج ۵ ' جلد خامس تحت تذکرہ علی بن الحسینؓ ۔ طبع جدید بیروت۔

والحسين يصليان خلف مروان بن الحكم فقالوا لاحدهما ما كان ابوك يصلى اذا رجع الى البيت فقال لا والله ما كان يزيد على صلوة ـ[1]

تلاوت قرآن مجید

قرآن مجید کی تلاوت کرنا مسلمان کے لیے اعمال خیر میں سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کی شب و روز تلاوت کرتے تھے۔ خاص طور پر رمضان شریف میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا ان حضرات کا شیوہ اور دائمی معمول تھا اور خاندان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو تلاوت قرآن مجید کا عمل بالدوام جاری رہتا تھا۔ اس میں ناغہ نہیں ہوتا تھا۔

علامہ الذھبیؒ نے اپنی تصنیف سیر اعلام النبلاء میں الشعبی سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ رمضان شریف میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور پورا ختم کرتے تھے۔

وعن الشعبی قال رایت الحسين يختم فی شهر رمضان ـ[2]

اعمال صالحہ

امت نے خاندان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اعمال صالحہ کی ہدایات حاصل کی ہیں ان حضرات کے تمام اوقات افعال خیر میں ہی صرف ہوتے تھے چنانچہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق محدثین و مورخین نے لکھا ہے آپ ہمہ وقت عبادات میں مشغول رہتے اور

---

[1] (۱) الاشعثیات لابی العباس عبد اللہ بن جعفر الحمیری ص ۵۲، طبع طہران۔ در آخر قرب الاسناد للحمیری۔
(۲) کتاب بحار الانوار ملا باقر مجلسی ص ۱۳۹۔۱۴۱ ج ۱۰، تحت باب احوال زمانہ و ماجری بینھم و بین معاویہ۔ طبع قدیم ایران۔

[2] سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۹۶ ج ۳ تحت الحسین بن علیؓ۔

کثرت سے نمازیں ادا فرماتے تھے۔ بیشتر ایام روزہ رکھتے تھے اور بے شمار صدقات و خیرات کیا کرتے تھے۔ آپ نے متعدد بار پاپیادہ حج ادا فرمائے۔

چنانچہ ابن اثیر الجزری نے اسد الغابۃ میں یہ مضمون بعبارت ذیل ذکر کیا ہے۔

وکان الحسین رضی اللہ عنہ فاضلا کثیر الصوم والصلاۃ والحج والصدقۃ وافعال الخیر جمیعھا۔[1]

آئندہ سطور میں حج سے متعلقات کی قلیل سی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

حج کے متعلقات

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بعض اشیاء حج کے متعلق منقول ہیں۔ ذیل میں ان کا ذکر اختصاراً پیش کیا جاتا ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ:۔۔۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پیادہ پا ادا کیے تھے اس حالت میں کہ ان کی عمدہ سواریاں ان کے ساتھ ساتھ چلائی جا رہی ہوتی تھیں اور آنموصوف رضی اللہ عنہ پیادہ پا یہ سفر کرتے تھے۔

اور اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی پیادہ پا سفر حج کرنے کے واقعات مروی ہیں جو ان کے تذکرہ میں بعنوان "عمل حج" کے ضمن میں بیان کر دیے گئے۔

وحدث عن ابیہ (محمد باقر) ایضاً۔ ان الحسین بن علی حج ماشیا خمسا وعشرین حجۃ ونجائبہ تقاد معہ وقد روی ذالک عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ ۔[2]

---

[1] (۱) اسد الغابہ لابن اثیر الجزری ص ۲۰ ج ۲ تحت الحسین بن علیؓ
(۲) الاستیعاب (معہ الاصابۃ) ص ۳۷۷ ج اول تحت ترجمہ الحسین بن علیؓ۔

[2] (۱) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۲۹ ج ۷ تحت ترجمہ الحسین بن علیؓ۔
(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۹۳ ج ۳ تحت تذکرہ الحسین بن علیؓ
(۳) البدایۃ لابن کثیرؒ ص ۲۰۷ ج ۸ تحت ذکر شیئی من فضائلہ۔

سقایتہ الحاج

محدثین نے یہ بات ذکر کی ہے کہ:--- اس دور میں الرکن اور زمزم کے مقام میں ایک حوض تھا جس میں زمزم کا پانی جمع رہتا تھا اور اس حوض سے حاجیوں کو پانی پلایا جاتا تھا روایت کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے موسم حج میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس حوض سے سقایتہ الحاج (حاجیوں کو پانی پلانے کا عمل) کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اسی دوران موذن نے نماز کے لیے اقامت کہی تو اس نے جس وقت قد قامت الصلوۃ کہا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سقایتہ ملتوی کر کے نماز کے لیے جا کر کھڑے ہو گئے۔

1. واقعہ ہذا نقل کرنے والا شخص کہتا ہے کہ یہ وہ ایام ہیں جب حضرت امیر معاویتہ رضی اللہ عنہ انتقال کر چکے تھے۔

چنانچہ محدث عبدالرزاق تحریر کرتے ہیں کہ:---

قال اخبرنی عبداللہ بن ابی یزید عن حسین بنِ علی بن ابی طالب قال ورایتہ فی حوض زمزم الذی لیسقی الحاج فیہ۔ والحوض یومئذ بین الرکن وزمزم۔ فاقام الموذن بالصلوۃ فلما قال قد قامت الصلوۃ قام حسین رضی اللہ عنہ و ذالک بعد وفاۃ معاویۃ رضی اللہ عنہ ---الخ[1]

مختصر یہ ہے کہ یہ حضرات اپنے علو مرتبہ کے باوجود سقایہ الحاج جیسے کار خیر میں حصہ لیتے تھے اور اپنے اکابر بنی ہاشم کے اعمال صالحہ کو جاری رکھتے تھے۔

مزدلفہ سے واپسی

عکرمہ (تابعی) کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حج کے موقعہ پر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی معیت میں تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ مقام مزدلفہ سے واپس ہوئے اور تلبیہ کہتے رہے۔ حتیٰ کہ جمرۃ العقبۃ کے پاس تشریف لائے اور رمی کی۔

---

[1] المصنف لعبدالرزاق ص ۵۰۵ ج اول، تحت باب قیام الناس عند الاقامۃ"

میں نے رمی کے اس مسئلہ کو جناب سے دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا کہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا آپ مزدلفہ سے تلبیہ کہتے ہوئے واپس ہوئے حتیٰ کہ جمرۃ عقبہ کے ہاں پہنچ کر رمی کی۔

اس وقت میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ کی دریافت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کو اسی طرح نقل کیا۔

عن عكرمة قال افضت مع الحسين بن علی رضی اللہ عنہ من المزدلفة فلم ازل اسمعه يلبی حتی رمی جمرة العقبة فسالته فقال افضت مع ابی عليه السلام من المزدلفة فلم ازل اسمعه يلبی حتی رمی جمرة العقبة فسالته فقال افضت مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فلم ازل اسمعه يلبی حتی رمی جمرة العقبة۔ رواه احمد وابويعلی۔[1]

ارکان کعبہ کا استلام

عمار الدھنی ابو سعید البکری سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک صاحب نے عصر کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا اور بیت اللہ کے تمام ارکان کو بوسہ دیا۔

(۸۹۵۰) اخبرنا عبدالرزاق عن ابن عيينة عن عمار الدهنی عن ابی سعيد البكری ان الحسن والحسين او احدهما طاف بعد العصر واستلم الاركان كلها۔[2]

---

[1] (۱) مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۲۵ ج ۳ تحت باب مقطع الحج التلبیۃ

(۲) مسند ابی یعلی الموصلی ص ۱۹۱ ج اول تحت مسندات علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، روایت ۳۱۶۔

[2] المصنف لعبد الرزاق ص ۴۶-۴۷ ج ۵ تحت باب تقبیل الید اذا استلم۔"

کعبہ شریف میں دو رکعت ادا کرنا

عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ:۔۔۔

- جناب محمد بن الحنفیہ بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوئے اور کعبہ کے ہر کونے میں دو دو رکعتیں ادا کیں۔
- جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ آنجناب رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوئے اور وہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

(۹۰۷۰) عبدالرزاق عن الثوری قال اخبرنی یزید عن سالم ابن ابی الجعد ان محمد بن الحنفیة دخل الکعبه فصلی فی کل زاویة رکعتین قال الثوری واخبرنی محمد بن جعفر عن ابیه ان الحسین ابن علی رضی اللہ عنہ دخل الکعبة فصلی رکعتین۔[1]

یہ چند ایک متعلقات حج ذکر کیے ہیں۔ ان حضرات کے واقعات حج کی تمام تفصیلات بیان کرنا مشکل امر ہے۔

خضاب کرنا

بالوں کو خضاب کرنے کے متعلق دینی کتب میں مختلف قسم کی روایات پائی جاتی ہیں بعض روایات میں خضاب کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور بعض دیگر روایات میں اس کی کراہت مذکور ہے۔

چنانچہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق احادیث اور تاریخی روایات میں اس طرح منقول ہے کہ:۔۔۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ حنا (مہندی) اور کتم (سیاہی مائل خضاب) سے بالوں کو رنگ کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ابن ابی شیبہ تحریر کرتے ہیں کہ:۔۔۔

---

[1] المصنف لعبد الرزاق ص ۸۲ ج ۵ تحت باب دخول البیت والصلاۃ فیہ۔

(۵۰٦۵) عن ابی اسحاق عن العیزار بن حریث قال کان الحسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ یخضب بالحناء والکتم۔[1]

◐ اور اسی طرح ابو یوسف یعقوب بن سفیان البسوی نے اپنی تاریخ میں اسی مسئلہ کو عبارت ذیل نقل کیا ہے۔

عن العرب بن کعب الازدی قال رایت الحسین بن علی رضی اللہ عنہ واقفا علی بردون ابیض وقد خضب لحیتہ وراسہ بالوسمۃ۔[2]

یعنی العرب بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو سفید برزون گھوڑے پر سواری کرتے ہوئے دیکھا آپ اپنی ریش اور سر کے بالوں پر وسمہ لگائے ہوئے تھے۔

فقہی مسائل

جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے بعض دفعہ لوگ شرعی مسائل دریافت کیا کرتے اور آنجناب رضی اللہ عنہ ان کے جواب فرمایا کرتے تھے۔ جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو فقاہت فی الدین میں حصہ وافر حاصل تھا اور عمدہ مہارت رکھتے تھے۔

اس سلسلہ میں چند ایک مسائل فقہی ذکر کرنا ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ اس مقام میں ان کا فقہی ذوق معلوم ہو سکے گا۔

◐ بشر بن غالب کہتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ یہ مسئلہ دریافت کیا گیا کہ نومولود کے لیے میراث میں حصہ کب واجب ہوتا ہے؟

تو آنجناب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ بعد الولادت نومولود بچہ آواز کرے یعنی اس میں زندگی کے آثار پائے جائیں تو وہ میراث کا مستحق ہو جاتا ہے۔

عن بشر بن غالب (قال سئل الحسین بن علیؓ

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۲۴۷ ج ۸ تحت کتاب العقیقۃ۔ طبع کراچی۔

[2] کتاب المعرفۃ والتاریخ لابی یوسف البسوی ص ۱۰۴ ج ۳۔

متی یجب السھم للمولود قال اذا استھل) یرید بہ نصیبہ من المیراث فانہ انما لیستحق ذالک اذا انفصل حیا وانما یعلم ذالک بالاستھلال۔[1]

- بعض دفعہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فکاک الاسیر یعنی قیدی کو خلاص کرانے اور اس کو رہائی کرانے کا مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

(وسئل عن فکاک الاسیر فقال علی الارض التی یقاتل عنھا) یعنی من خراج تلک الارض لانہ قبل الاسر کان یذب عن اھل تلک الارض فھم اولی بفکاکہ لیکون الغرم بمقابلۃ الغنم وانما یفک من الخراج لانہ معد لنوائب المسلمین و سد خلۃ المحتاجین منھم وھذا من جملۃ ذالک۔[2]

مندرجہ بالا عبارت کا حاصل یہ ہے کہ:۔۔۔

جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ جس زمین والوں کی طرف سے دفاع کرتا تھا اور ان کی حمایت میں وہ لڑتا تھا وہ لوگ اس کی خلاصی کرانے کے زیادہ مستحق ہیں تو اس علاقہ کی آمدن یعنی اس کے خراج سے اس کی خلاصی کرائی جائے تاکہ یہ غرامت (تاوان) اس کی آمدن کے مقابلہ میں متصور ہوگا۔

جزیہ و خراج کی مد سے یہ خلاص اس وجہ سے کرایا جائے گا کہ وہ اہل اسلام کی ضروریات اور حاجات کو پورا کرنے کے لیے ہی ہوتا ہے اور قیدی کی رہائی بھی ان ہی ضرورتوں میں سے ایک ضرورت ہے۔

- اسی سلسلہ میں ایک واقعہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مذکور ہے کہ ایک بار آنموصوف رضی اللہ عنہ اپنی زمین کی طرف جو کہ مدینہ شریف سے کافی مسافت پر باہر

---

[1] شرح السیر الکبیر لشمس الائمہ السرخسی ص ۲۶۷۔۲۶۸ ج ۲۔ طبع دائرۃ المعارف۔ دکن تحت باب ما استعمل فی دار الحرب ویوکل ویشرب۔

[2] شرح السیر الکبیر لشمس الائمۃ السرخسی ص ۲۶۷۔۲۶۸ ج ۲۔ طبع دائرۃ المعارف۔ دکن، تحت باب ما استعمل فی دار الحرب ویوکل ویشرب۔

بھی تشریف لے گئے تو اس دوران نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی وہ اپنی سواری (خچر) پر سوار تھے۔ (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پیادہ پا دیکھ کر) وہ اپنی سواری سے اتر پڑے اور اپنی سواری کو آنجناب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا کہ آپ اس پر سوار ہو جائیں۔ لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس بات کو ناپسند کیا۔ (اور سوار ہونے سے پس و پیش کیا) تو نعمان رضی اللہ عنہ نے اس بات پر اصرار کرتے ہوئے ان کو قسم دے دی کہ آپ ضرور اس پر سوار ہوں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس کے قسم دلانے پر مجبور ہو کر اس کی سواری پر سوار ہوئے اور فرمایا کہ تو نے مجھے بہت تکلیف میں ڈال دیا۔

نیز فرمان دیا کہ آپ اس سواری کے اگلے حصے پر پہلے سوار ہوں۔ میں آپ کے پیچھے سوار ہوں گا۔

کیونکہ میں نے اپنی والدہ محترمہ سے سنا ہوا ہے کہ وہ جناب نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہوئے فرماتی تھیں کہ آپ نبی اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ:----

الرجل احق بصدر دابته

وصدر فراشه

والصلوة فی منزله

یعنی سواری کے پہلے حصہ پر سوار ہونے کا حقدار سواری کا مالک ہوتا ہے۔

اور بستر کے صدر حصہ پر بیٹھنے کا حقدار صاحب فراش ہوتا ہے۔

اور گھر میں نماز جماعت سے ادا کرنے کی صورت میں صاحب خانہ جماعت کرانے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

فرمان ہذا سننے کے بعد نعمان نے عرض کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے درست فرمایا ہے۔ میں نے بھی اپنے والد بشیر سے سنا ہے اس نے بھی اسی طرح ذکر کیا جس طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا۔ مگر اس میں مزید یہ چیز مذکور ہے کہ الا من اذن یعنی ان مذکورہ بالا چیزوں میں اگر وہ شخص اجازت دے دے تو صدر سواری پر بیٹھنا' صدر فراش پر بیٹھنا اور گھر میں صاحب خانہ کی اجازت سے جماعت کرانا جائز ہے۔

چنانچہ اس واقعہ کو نورالدین الہیثمی نے لکھا ہے کہ:---

قال خرج الحسین و ھو یرید ارضہ التی بظاہر الحرۃ و نحن نمشی اذ ادرکنا النعمان بن بشیر علی بغلۃ فنزل فقر بھا الی الحسین فقال ارکب یا ابا عبداللہ فکرہ ذالک فلم یزل کذالک حتی اقسم النعمان علیہ حتی اطاع الحسین بالرکوب- قال اذا قسمت فقد کلفتنی ما اکرہ فارکب علی صدر دابتک فاردفک فانی سمعت فاطمۃ بنت محمد ﷺ تقول قال رسول اللہ ﷺ الرجل احق بصدر دابتہ وصدر فراشہ والصلاۃ فی منزلہ الاما یجمع الناس علیہ- فقال النعمان صدقت بنت رسول اللہ ﷺ سمعت ابی بشیرا یقول کما قالت فاطمۃ رضی اللہ عنہا وقال رسول ﷺ الامن اذن فرکب- رواہ الطبرانی---الخ-[1]

تنبیہ

اس مقام میں الہیثمی نے اس مضمون کی متعدد روایات ذکر کی ہیں ان میں اگرچہ فرداً فرداً ضعف پایا جاتا ہے لیکن مجموعی طور پر یہ مضمون دیگر روایات سے موید ہونے کی بنا پر درست ہے- لہٰذا اس کا ضعف قابل تحمل ہے-

نیز یہ بات بھی یہاں پائی جاتی ہے کہ الہیثمی نے امام احمدؒ اور طبرانیؒ کی بعض وہ اسانید بھی یہاں ذکر کی ہیں جن کے حق میں لکھا ہے کہ رجالہ ثقات-

پس اس صورت میں روایت مندرجہ بالا کا قابل قبول ہونا درست ہے-

---

[1] مجمع الزوائد للہیثمی ص ۱۰۸ ج ۸ تحت باب صاحب الدابۃ احق بصدرھا-

صلح و مصالحت کی رعایت اور معاہدہ کا ایفا

قبل ازیں یہ مسئلہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اس موقعہ کے احوال میں درج ہو چکا ہے کہ ان دونوں برادران حضرات سیدنا حسن و سیدنا حسین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ماہ ربیع الاخر یا جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں صلح و مصالحت کی تھی اور اسی موقعہ پر دونوں حضرات رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت خلافت بھی کر لی تھی۔

یہ چیز اہل السنۃ حضرات کے نزدیک مسلمات میں سے ہے اور اس مضمون پر حوالہ جات ہم نے قبل ازیں اپنی تالیف "مسئلہ اقربانوازی" کے صفحہ ۱۸۹-۱۹۰ وغیرہ پر درج کر دیئے ہیں اور سیرت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جلد اول ۳۲۶ تا ص ۳۲۸ پر بھی اس مسئلہ کی وضاحت تحریر کر دی گئی ہے۔

البتہ اس چیز کو واضح کر دینا مناسب ہے کہ شیعہ حضرات نے بھی اپنی معتبر کتابوں میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دونوں حضرات کی بعد الصلح بیعت خلافت کر لینے کو بالتصریح ذکر کیا ہے۔

چنانچہ صاحب رجال کشی نے یہی مضمون بعبارت ذیل ذکر کیا ہے کہ:---

فقال یا حسن رضی اللہ عنہ قم فبایع فقام فبایع ثم قال للحسین رضی اللہ عنہ علیہ السلام قم فبایع فقام فبایع ثم قال یا قیس قم فبایع فالتفت الی الحسین علیہ السلام ینظر ما یامرہ فقال یا قیس انہ امامی۔[1]

یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اے حسن اٹھئے اور بیعت کیجئے حضرت حسن اٹھے اور بیعت کی پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اٹھئے بیعت کیجئے۔ حضرت حسین

---

[1] (۱) رجال کشی (ابو عمرو الکشی) ص ۷۲ تحت تذکرہ قیس بن سعد بن عبادۃ۔ طبع طہران (وصفحہ طبع جدید ص ۱۰۲)

(۲) کتاب بحار الانوار لملا باقر المجلسی ص ۱۲۲-۱۲۴ ج ۱۰ باب کیفیت مصالحۃ الحسن بن علیؑ طبع قدیم۔

رضی اللہ عنہ بھی اٹھے اور بیعت کی۔ اسی طرح پھر قیس بن سعد کو کہا۔۔۔الخ

اور اسی مسئلہ کو ابو جعفر الطوسی نے "الامالی" میں بالفاظ ذیل درج کیا ہے۔

الا وانی قد بایعت ھذا واشار بیدہ الی معاویۃ۔[1]

یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے حضرت امیر معاویہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ خبردار میں نے ان سے بیعت کرلی ہے۔

ان حضرات رضی اللہ عنہما کی باہمی صلح و مصالحت کے بعد اہل عراق نے جناب حسین رضی اللہ عنہ کو اس چیز کے خلاف کرنے پر آمادہ کرنا چاہا تاکہ وہ اس عہد و پیان پر قائم نہ رہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

پھر یہ حالات شام میں حضرت امیر معاویہؓ کے ہاں پہنچے تو اس چیز پر حضرت معاویہؓ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک مکتوب لکھا۔ جس کا مفہوم یہ تھا کہ:۔۔

جس شخص نے عہد اور معاہدہ اللہ کے لیے کرلیا ہے اسے اس کو پورا کرنا لازم ہے امیر معاویہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ اہل کوفہ کی ایک قوم آپ کو اس عہد کے توڑنے اور اشتقاق پیدا کرنے کی دعوت دیتی ہے اور اہل عراق کو آپ آزما چکے ہیں کہ انہوں نے آپ کے والد اور برادر کے خلاف فساد کھڑا کیا اور انہیں ابتلا میں ڈالا۔

پس آپ اللہ سے خوف کریں اور جو میثاق اور معاہدہ ہو چکا ہے اسے یاد رکھیں۔ (اور اس پر قائم رہیں)

مورخین نے لکھا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس مکتوب کے جواب میں ایک خط لکھا جس کا حاصل یہ ہے کہ:۔۔۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ:۔۔۔

آپ کا مکتوب میرے پاس پہنچا اور جو بات آپ کو میرے خلاف پہنچی ہے میں اس کے لائق نہیں ہوں اور نیکیوں اور خوبیوں کی طرف راہنمائی اللہ کے بغیر کوئی نہیں کرتا۔

اور میرا آپ کے خلاف محاربت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں اور مخالفت کرنے کا کوئی قصد نہیں۔۔۔الخ۔

---

[1] الامالی للشیخ الطوسی شیعی ص ۱۷۹۔۱۸۰ ج ثانی تحت مجلس یازدھم صفر ۴۵۷ھ۔

فکتب معاویة رضی اللہ عنہ الی الحسین رضی اللہ عنہ ان من اعطی اللہ صفقة یمینہ وعہدہ لجدیر بالوفاء - وقد انبئت ان قوما من اہل الکوفة قد دعوک الی الشقاق واہل العراق من قد جربت قد افسدوا علی ابیک واخیک فاتق اللہ واذکر المیثاق ---الخ -

فکتب الیہ الحسین اتانی کتابک وانا بغیر الذی بلغک عنی جدیر - والحسنات لا یہدی لہا الا اللہ وما اردت لک محاربة ولا علیک خلافا" ---الخ[1]

مسئلہ ہذا کو شیعہ کے اکابر علماء نے اپنی مشہور تصانیف میں ذکر کیا ہے کہ:---

اندریں حالات حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اہل عراق کے تقاضوں کے جواب میں اپنا مافی الضمیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:---

جناب معاویہ رضی اللہ عنہ اور میرے درمیان صلح کا معاہدہ اور بیعت کا عقد ہو چکا ہے اب میں اس عہد کے نقض کرنے کو ناجائز سمجھتا ہوں حتیٰ کہ اس کی مدت ختم ہو جائے (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت تمام ہو جائے)

شیعہ کے مشہور مجتہد شیخ مفید الشیعی نے اپنی تصنیف الارشاد میں یہی مسئلہ عبارت ذیل ذکر کیا ہے۔

لما مات الحسن علیہ السلام تحرکت الشیعة بالعراق وکتبوا الی الحسین علیہ السلام فی خلع معاویة والبیعتہ لہ - فامتنع علیہم وذکر ان بینہ و بین معاویة عہدا وعقدا لایجوز لہ نقضہ حتی تمضی المدة -[2]

---

[1] (۱) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۳۷ ج ۷ تحت جوامع حدیث مقتل الحسین عن جماعة رواة -

(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۹۸ ج ۳ تحت الحسین بن علیؓ

[2] الارشاد للشیخ المفید ص ۱۸۲ تحت ذکر حالات الحسینؓ فصل فی بیعة الحسین، الخ -

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے برہم ہونے والے معاندین نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان کے خلاف نقض عہد کرنے اور بیعت کو ختم کرنے پر آمادہ کرنا چاہا تھا لیکن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب میں ارشاد فرمایا کہ:---

فقال الحسین انا قد بایعنا و عاھدنا ولا سبیل الی نقض بیعتنا۔[1]

حاصل یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا باہم ربط اور تعلق معاہدہ کی صورت میں موجود تھا اور بیعت خلافت کرنے کے بعد وہ اس عہد پر قائم تھے اور اسی صورت حال پر ہمیشہ رہے۔ اس میں تبدیلی نہیں کی اور یہ معاہدہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت تک قائم رہا۔

مزید تائید

نیز شیعہ کے قدیم مؤرخ الدینوری نے اخبار الطوال میں لکھا ہے کہ:---

حضرات حسنین شریفین نے حضرت امیر معاویہ کی تمام زندگی آپ کی طرف سے کوئی برائی یا ناپسندیدہ بات نہیں دیکھی اور حضرت امیر معاویہ نے ان تمام شرائط میں سے کسی ایک شرط کو بھی ضائع نہیں کیا' (جو ان حضرات کے درمیان طے ہوئی تھیں) اور حضرت امیر معاویہ نے سیدنا حسن اور سیدنا حسین کے حق میں کسی احسان اور بھلائی کے امر کو تبدیل نہیں کیا۔ (اور ان کے مفادات کے خلاف نہیں کیا)۔

قالوا ولم یر الحسن ولا الحسین طول حیاۃ معاویۃ منہ سوء فی انفسھما ولا مکروھا۔ ولا قطع عنھا شیئا مما کان شرط لھما ولا تغیر لھما عن بر۔"[2]

---

[1] اخبار الطوال للدینوری الشیعی ص ۲۲۰' بحث مبایعۃ معاویۃ بالخلافۃ---الخ' طبع مصر۔

[2] اخبار الطوال للدینوری الشیعی ص ۲۲۵ تحت بحث بین معاویۃ و عمرو بن العاص۔ طبع مصر

مختصر یہ ہے کہ ہمارے مؤرخین اور شیعہ کے اکابر علماء نے اس چیز کو واضح طور پر ذکر کیا ہے کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہؓ کے درمیان سیاسی اختلافات و مناقشات فرو ہو گئے تھے اور ان حضرات کے مابین بہتر روابط قائم تھے۔ اور جو چیزیں ان میں طے شدہ اور فیصلہ شدہ تھیں ان میں کسی قسم کا تغیر اور فتور واقع نہیں ہوا۔ اور دونوں فریق عہد و معاہدہ پر قائم رہے۔

غزوہ قسطنطنیہ میں شرکت

حضرت معاویہؓ کے عہد خلافت میں حضرت حسینؓ نے اسلامی غزوات میں بھی شرکت کی۔ اور ان جنگی مہموں میں بخوشی شامل ہوئے۔

غزوہ قسطنطنیہ ایک مشہور غزوہ ہے۔ اور یہ ۵۱ھ میں پیش آیا تھا اور بقول بعض ۴۹ھ میں اس کا وقوع ہوا تھا۔ اور اس میں بڑے بڑے اکابر صحابہ کرامؓ نے شرکت کی تھی۔

خاص طور پر حضرت ابو ایوب الانصاریؓ کا اس غزوہ میں شریک ہونا اور پھر ان کا بیمار ہو کر اسی موقعہ پر انتقال کرنا مؤرخین نے بڑی تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔

اس موقع کے کچھ حالات ہم نے اپنی تصنیف سیرت حضرت امیر معاویہؓ جلد اول میں غزوہ قسطنطنیہ مدینہ قیصر کے عنوان کے تحت صفحہ ۳۷۵ تا صفحہ ۳۸۵ پر ذکر کیے ہیں۔

اس غزوہ کا امیر جیش یزید بن معاویۃ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ میں بڑی کامیابی عطا فرمائی اور اہل اسلام کو رومیوں کے مقابلہ میں عظیم فتح نصیب فرمائی اور مسلمان غالب آ گئے۔ اور غزوہ ہذا میں شریک ہونے والوں کو جناب نبی کریم ﷺ کی طرف سے (مغفور لھم) کی بشارت پہلے ہی دی جا چکی تھی۔ اس بناء پر اکابر صحابہ کرامؓ نے اس غزوہ میں شرکت کو سعادت سمجھتے ہوئے شمولیت اختیار کی۔

الحسین بن علی بن ابی طالب علیہما السلام سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ریحانتہ من الدنیا وفد علی معاویۃ و توجہ غازیا" الی

القسطنطنية فى الجيش الذى كان اميره يزيد بن معاوية - "[1]

اور حافظ ابن کثیرؒ نے اس چیز کو عبارت ذیل نقل کیا ہے:

وقد كان فى الجيش الذين غزوا القسطنطنية مع ابن معاوية يزيد فى سنة احدى وخمسين - "[2]

یعنی حضرت حسینؓ جو جناب نبی اقدس ﷺ کے نواسے اور اس دنیا میں آنجناب ﷺ کی خوشبو ہیں ہر سال حضرت امیر معاویہؓ کے ہاں بطور وفد کے تشریف لایا کرتے تھے۔ اور حضرت معاویہؓ ان کی خدمت میں انعام واکرام پیش کرتے تھے اور یہ قبول فرماتے۔ ۵۱ھ میں جب غزوہ قسطنطنیہ پیش آیا تو اس اسلامی لشکر کا امیر یزید بن معاویہؓ تھا اور اس غزوہ میں (بمع دیگر صحابہؓ کے) سیدنا حسینؓ بھی شریک و شامل ہوئے تھے۔

عطیات و وظائف

علماء تاریخ نے لکھا ہے کہ جب حضرت معاویہؓ سے حضرات حسنین شریفینؓ نے بیعت خلافت کر لی اور حضرت معاویہؓ کی خلافت قائم ہو گئی تو دونوں برادران جناب معاویہؓ کے ہاں ملک شام میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ اور جناب معاویہؓ ان کی بہت تعظیم اور احترام کرتے تھے۔ اور ان کی خدمت میں کثیر عطیات و ہدایا پیش کرتے تھے اور یہ حضرات بخوشی قبول فرماتے تھے۔ چنانچہ اسی چیز کو حافظ ابن کثیرؒ نے البدایة میں تحریر کیا ہے کہ:

فلما استقرت الخلافة لمعاوية كان الحسين يتردد اليه مع اخيه الحسن فيكرمهما معاوية اكراماً زائداً ويقول لهما مرحباً واهلاً سهلاً و يعطيهما عطاء جزيلاً وقد اطلق لهما فى يوم واحد

---

[1] مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۱۵ ج ۷ تحت الحسین بن علیؓ

[2] البدایہ والنہایۃ لابن کثیرؒ ۱۵۱ ج ۸ تحت تذکرہ خروج الحسین الی العراق --- الخ

مائتی الف (یعنی فی بعض الایام)[1]

اور مشہور مورخ ابن عساکر نے اپنی تاریخ بلدۃ دمشق میں اسی مسئلہ کو بالفاظ ذیل نقل کیا ہے:

قال عبداللہ بن بریدۃ - دخل الحسن والحسین علیہما السلام علی معاویۃ فامر لهما فی وقتہ بمئتی الف درھم -"[2]

مندرجہ بالا روایات کا حاصل یہ ہے کہ:

حضرات حسنین شریفین جناب معاویہ کی خدمت میں تشریف لے جاتے تو آنموصوف مرحبا اھلا - وسھلا - کے باعزت الفاظ کے ساتھ استقبال کرتے اور نہایت احترام کے ساتھ پیش آتے - مالی عطیات کثیرہ سے نوازتے اور بعض اوقات ایک روز میں دو لاکھ درہم بھی حاضر کر دیتے -

دیگر یہ چیز تحریر کی جاتی ہے کہ مذکورہ بالا عطیات وقتی طور پر حضرت معاویہ کی طرف سے پیش کیے جاتے تھے - اور ان حضرات حسنین شریفین کے لیے جو سالانہ وظیفہ مقرر تھا وہ اس کے علاوہ تھا اور وہ ہر سال ان حضرات کو بروقت ادا کیا جاتا تھا - اس سلسلہ میں آئندہ سطور میں ایک واقعہ پیش خدمت ہے جو سالانہ وظیفہ کی ادائیگی پر ایک قرینہ ہے - حضرت شیخ علی الہجویری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب (باب الثامن) میں یہ واقعہ تحریر کیا ہے کہ:

ایک روز حضرت حسین کی خدمت میں ایک سائل حاضر ہوا عرض کیا کہ اے رسول خدا کے بیٹے! میں ایک درویش آدمی ہوں عیال دار ہوں' آپ مجھے آج کا کھانا عنایت فرمائیں - سیدنا حسین نے فرمایا کہ یہاں ٹھہر جائیے' ہمارا وظیفہ پہنچنے والا ہے وہ پہنچ جائے تو دے دیں گے - کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ امیر معاویہ کی طرف سے پانچ عدد تھیلیاں (جن میں سے ہر ایک میں ایک ایک ہزار دینار تھا) پہنچانے والوں نے آکر

---

[1] البدایہ والنھایہ لابن کثیر ص ۱۵۰-۱۵۱ ج ۸ - طبع اول' مصر تحت قصہ الحسین---الخ

[2] مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۱۵ ج ۷ تحت ترجمہ الحسین بن علی

آنجناب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیں اور کہا کہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معذرت کرتے تھے کہ یہ قلیل سی مقدار ہے اسے صرف فرماویں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے وہ تھیلیاں سائل کو دے دیں اور معذرت بھی کی۔

حسین وے راگفت بنشیں کہ مارا دنقی در راہ است تابیارند بسے برنیامدکہ پنج صرہ ازدینار بیاور دندازمعاویۃ رضی اللہ عنہ -اندر برصرہ بزار دینار بود وگفتندکہ معاویۃ رضی اللہ عنہ ازتوعذر می خوابد---الخ۔[1]

حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بہت قدر دانی فرمایا کرتے تھے اور ان کے حقوق کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے۔

تنبیہ

مذکور بالا حوالہ جات قبل ازیں ہم نے اپنی تالیف مسئلہ اقربا نوازی میں "سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور عطیات" کے عنوان کے تحت ص ۲۰۲ تا ۲۰۴ درج کر دیئے تھے تاہم یہاں مضمون کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے دوبارہ درج کر دیئے ہیں۔

مضافات مدینہ میں املاک

مدینہ طیبہ کے مضافات میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں متعدد چشمے تھے جنہیں صدقات کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان چشموں کو اپنے اقربا کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

1

ان میں سے ایک چشمہ "البغیبغات" کے نام سے مشہور تھا جب یہ چشمہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تحویل میں آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے چچازاد برادر عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا تاکہ وہ اس کے ثمرات سے منتفع ہوں اور اپنی

---

[1] کشف المحجوب از شیخ علی بن عثمان الغزنوی الہجویری ثم لاہوری۔ المتوفی ۴۵۶ھ صفحہ ۹۲-۹۳ باب الثامن فی ذکر ائمتہم من اہل البیت۔ طبع سمرقند۔

ضروریات اور قضائے دین میں اس سے اعانت حاصل کریں۔ اس کے بعد عبداللہ بن جعفر نے اپنی ضروریات کے تحت اسے حضرت امیر معاویہؓ کے ہاں فروخت کر دیا۔

وکانت البغیبغات مما عمل علیؓ وتصدق بہ۔ فلم تزل فی صدقاتہ حتی اعطاھا حسین ابن علی عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب۔ یاکل ثمرھا و یستعین بھا علی دینہ ومئونتہ--- فباع عبداللہ تلک العیون من معاویۃؓ۔" [1]

2

نیز مدینہ منورہ کی تاریخ لکھنے والوں نے یہ بات ذکر کی ہے کہ مدینہ طیبہ کے مضافات میں العالیہ میں الفقیرین، قناۃ میں بئر الملک اور الاضم میں الادبیۃ نامی جائیدادیں حضرت علی المرتضیٰؓ کی ملکیت میں تھیں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جب یہ املاک حضرات حسنین شریفینؓ کی تحویل میں آئیں تو انہوں نے یہ جائیدادیں اپنی حربی ضروریات کی خاطر فروخت کر دیں اور یہ اموال فروخت ہو کر متفرق لوگوں کی تحویل میں چلی گئیں۔ اور اب مختلف اشخاص کی ملکیت میں پائی جاتی ہیں۔

وکان لہ ایضاً صدقات بالمدینۃ الفقیرین بالعالیۃ و بئر الملک بقناۃ والادبیۃ بالاضم۔ فسمعت ان حسناً او حسیناً بن علی باع ذالک کلہ فیما کان من حربھم۔ فتلک الاموال الیوم متفرقۃ فی ایدی ناس شتی۔" [2]

---

[1] تاریخ المدینۃ المنورہ لابن شبہ ص ۱۳۸ ج اول تحت صدقات علی بن ابی طالبؓ۔

[2] (۱) تاریخ المدینۃ المنورہ لابن شبہ ص ۱۳۸ ج اول تحت صدقات علی بن ابی طالبؓ۔
(۲) وفاء الوفاء لنور الدین السمہودی ۱۲۸۲ جلد ۴۔ تحت الفقیر الخ۔

3

اسی طرح مضافات مدینہ طیبہ میں بقیع کے مقام میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے املاک میں ایک چشمہ "عین ابی نیزر" کے نام سے مشہور تھا۔ اگرچہ یہ وقف عامہ کے درجے میں تھا۔ تاہم' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اجازت فرمادی تھی کہ اگر حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کسی ضرورت میں مجبور ہو جائیں تو وہ اس سے بوقت احتیاج فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

چنانچہ ایک مدت کے بعد عہد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر اتفاقاً بہت سا (قرض) ہوگیا اور حالات سے مجبور ہو گئے۔

جب اس امر کی اطلاع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے چشمہ ابی نیزر کے متعلق کہا کہ آپ یہ چشمہ دو لاکھ میں مجھے فروخت کر دیں تو جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ میں اسے فروخت نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ چشمہ فروخت نہیں فرمایا اور اس وقف کو بحال رکھا۔[1]

قال ابن هشام فركب الحسين رضی اللہ عنہ دين فحمل اليه معاوية بعين ابي نيزر مائتي الف دينار - فابى ان يبيع -"[2]

یعنی ابن ھشام نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر ایک بار (قرض) کا غلبہ ہو گیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ چیز معلوم ہوئی تو انہوں نے ابی نیزر کے چشمہ کے بدلہ میں دو لاکھ دینار ارسال کیے اور لکھا کہ اس رقم کے عوض یہ چشمہ مجھے فروخت کر دیں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس جائیداد کو بحال رکھا اور فروخت نہیں کیا۔

4

مؤرخین نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ چیز

[1] الاصابة (معہ الاستیعاب) ص ۱۹۸ ج ۴ تحت ابی نیزر ۔ طبع مصر
[2] وفاء الوفا للسمہودی ص ۲۷۱ ج ۲ اول تحت عین ابی نیزر۔

بھی ذکر کی ہے کہ:

ایک چشمہ تحنس نامی مدینہ شریف کے قرب و جوار میں تھا وہ جناب امام حسینؓ کی ملک میں تھا۔

تحنس نامی ایک غلام تھا اس نے یہ چشمہ استنباط کیا اور نکالا تھا پھر وہ اس کے نام تحنس سے مشہور ہو گیا۔ جناب حسینؓ کی شہادت کے بعد جناب زین العابدینؒ نے ستر ہزار دینار کے عوض میں یہ چشمہ ولید بن عقبۃ بن ابی سفیان کو فروخت کر دیا اور اس سے وصول شدہ رقم اپنے والد کے بقایا جات ادا کرنے میں صرف کی۔

عین تحنس۔۔۔ کانت بالمدینۃ للحسین بن علی رضی اللہ تعالی عنہما۔ استنبطہا غلام لہ یقال لہ تحنس۔ و باعہا علی بن الحسین رضی اللہ عنہما من الولید بن عقبۃ بن ابی سفیان بسبعین الف دینار۔ قضی بہا دین ابیہ الحسین اذ قتل و علیہ ہذا القدر۔[1]

یہاں سے معلوم ہوا کہ ان حضراتؓ کے لیے مدینہ طیبہ کے مضافات میں کئی ایک املاک اور کئی چشمے ان کی تحویل میں تھے اور ان کی آمد ان حضرات کی تملیک میں تھی اور بحمد اللہ ان معاملات میں آسودہ حال تھے اور معاشی پریشانیوں سے محفوظ تھے۔ نیز واضح ہوا کہ جناب حسینؓ نے باوجود مجبوری حالات کے اپنے اکابر کی وقف املاک کو ضائع نہیں کیا بلکہ اسے اپنی صحیح نوعیت پر قائم رکھا۔ لیکن بعد میں جناب زین العابدینؒ نے اپنے وقتی تقاضوں کے پیش نظر ان میں سے بعض املاک کو فروخت کر دیا جیسا کہ سطور بالا میں اس کا ذکر ہوا۔

تنبیہ

مندرجہ بالا علوی اوقاف و املاک کا ذکر قبل ازیں ہم اپنی تالیف سیرت حضرت امیر معاویہؓ جلد اول ۵۳۸ پر ذکر کر چکے ہیں یہاں ترتیب احوال و تدوین مضامین کی خاطر ان چیزوں کا اعادہ ایک ضرورت کے تحت کیا گیا۔

---

[1] کتاب وفاء الوفاء لسمہودی ص ۷۲ ۱۲ ج رابع تحت حرف العین۔

استخلاف یزید

گذشتہ صفحات میں سیدنا حسینؓ سے متعلق چند احوال ذکر کیے گئے ہیں جو آنموصوف کی مدنی زندگی کے متعلق تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں سیدنا حسینؓ کا قیام عموماً مدینہ طیبہ میں رہا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے آخری دور میں استخلاف کے مسئلہ کی طرف توجہ دی کہ ان کا قائم مقام کسے ہونا چاہیے۔

چنانچہ حضرت معاویہؓ نے اس دور کے اکابر صحابہ کرامؓ اور تابعین سے مشورہ کیا تو اس سلسلہ میں بعض صحابہ کرامؓ اور تابعین کی رائے یہ تھی کہ ان کا ولی عہد اور قائم مقام یزید بن معاویہ ہونا چاہیے۔ جبکہ دیگر اکابرین مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن زبیرؓ سیدنا حسین بن علیؓ اور عبدالرحمان بن ابی بکر یزید کی ولی عہدی کے خلاف رائے رکھتے تھے اور اس انتخاب کو مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

وقت کے سیاسی تقاضے کیا تھے؟

اس وقت ایسے جانشین کی ضرورت تھی جو شیرازہ امت کو یکجا رکھ سکے۔ عربوں کے سیاسی وقار کو قائم رکھ سکے۔ دوسری قوموں میں سے کسی کی چال میں نہ آئے اور مسلم افواج دل سے اس کی اطاعت کریں۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں کسی کو نیکی کی بنیاد پر یا علم کی بنیاد پر آگے لانا وقت کے سیاسی تقاضوں کو پورا نہ کر سکتا تھا۔ یہ وہ وجوہ

تھیں جن پر اس وقت دو رائیں پائی جاتی تھیں۔ امیر معاویہؓ نے پہلی رائے کو ترجیح دی۔

حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی رائے اس کے خلاف تھی۔

بیعت یزید کے سلسلے میں حضرت امیر معاویہؓ نے خلاف رائے رکھنے والے حضرات کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کا معاملہ نہیں کیا۔

آنموصوفؓ نے نہ کسی کو زدوکوب کیا نہ کسی کو قید میں ڈالا نہ کسی کو قتل کیا اور نہ کسی کو سزا دی۔

حتیٰ کہ قدیم شیعی مورخ یعقوبی جو حضرت امیر معاویہؓ کے مخالفین میں سے ہے اس نے اپنی تاریخ یعقوبی میں اس چیز کو بعبارت ذیل واضح کیا ہے:---

وحج معاوية تلك السنة (۴۹ھ) فتالف القوم ولم يكرههم على البيعة ۔[1]

یعنی حضرت معاویہؓ نے اس سال (۴۹ھ) میں حج کیا اور قوم کے ساتھ الفت اور مہربانی سے پیش آئے اور انہوں نے بیعت (یزید) پر کچھ مجبور نہیں کیا۔

یعقوبی کے حوالہ سے جو سن و سال لکھا گیا یہ اس مسئلہ میں ایک قول کے درجہ میں ہے۔ اس میں دیگر اقوال بھی پائے جاتے ہیں۔

نیز مورخین نے یہ بات ذکر کر دی ہے کہ اس معاملہ میں جناب عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ دونوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا تھا لیکن بعد میں انہوں نے اختلاف کو ترک کر دیا۔

البتہ عبداللہ بن الزبیرؓ، عبدالرحمان بن ابی بکرؓ اور حضرت حسین بن علی المرتضیٰؓ اپنی خلاف رائے پر ہی قائم رہے اور استخلاف یزید کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔

چنانچہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ:---

وكان الحسينؓ ممن امتنع من مبايعته هو وابن الزبيرؓ وعبدالرحمن بن ابى بكرؓ وابن عمر وابن

---

[1] تاریخ یعقوبی الشیعی جلد ۲ ص ۲۲۹ تحت وفاۃ الحسن بن علیؓ۔

عباس۔ ثم مات ابن ابی بکر وھو مصمم علی ذالک۔ فلما مات معاویۃؓ سنۃ ستین بویع لیزید بایع ابن عمرو ابن عباس۔ و صمم علی المخالفۃ الحسین وابن الزبیر۔[1]

اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ:۔۔۔

والصحیح ان عبدالرحمن کان قد توفی قبل موت معاویۃ بسنتین۔۔۔الخ۔[2]

یعنی مختلف اقوال میں سے صحیح قول اس معاملہ میں یہ ہے کہ عبدالرحمان بن ابی بکرؓ حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال سے دو سال قبل (۵۸ھ) فوت ہوگئے تھے اور وہ اپنی اختلافی رائے پر آخر تک قائم تھے۔

اور مورخین لکھتے ہیں کہ جب حضرت معاویہؓ کے انتقال کا وقت قریب ہوگیا تو آنموصوفؓ نے اپنے فرزند یزید کو بلایا اور چند وصایا اور ہدایات فرمائیں۔

ان میں یہ بات بھی تھی کہ حسین بن علی المرتضیٰؓ کے ساتھ رعایت کا معاملہ کرنا تحقیق حضرت حسینؓ لوگوں میں زیادہ پسندیدہ ہیں پس ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور نرمی اختیار کرنا۔ اس طرح یہ معاملہ تیرے لیے درست رہے گا۔ الخ

اور حضرت معاویہؓ کا نصف رجب ۶۰ھ میں انتقال ہوگیا اور لوگوں نے یزید کے ساتھ بیعت کرلی۔

قالوا ولما احتضر معاویۃ دعا یزید فاوصاہ وقال انظر حسینا فانہ احب الناس الی الناس فصل رحمہ وارفق بہ الخ[3]

---

[1] البدایۃ لابن کثیرؒ ص ۱۵۱ ج ۸ تحت سنۃ ۶۰ھ (طبع اول مصر)

[2] البدایۃ لابن کثیرؒ ص ۱۱۵ ج ۸ تحت سنۃ ۶۰ (طبع اول مصر)

[3] (۱) البدایہ جلد ثامن ص ۱۶۲ ج ۸ تحت صفتہ مخرج الحسین الی العراق الخ طبع اول مصر۔
(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۹۸ ج ۳ تحت الحسین بن علیؓ۔
(باقی دوسرے صفحہ پر)

تنبیہہ

مسئلہ ہذا قبل ازیں ہم نے اپنی تصنیف "سیرۃ حضرت امیر معاویہؓ" جلد اول کے ص ۵٦٦ تا ص ۵۷۰ تحت عنوان "رعایت کا معاملہ" بحوالہ سنی و شیعہ کتب درج کیا ہے۔ یہاں ذیل میں صرف حوالہ جات پر اکتفا کیا ہے۔ تفصیلات کے لیے مذکورہ بالا مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید مسند خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے حرمین شریفین کے اکابر حضرات سے بیعت خلافت لینے کی کوشش کی۔ اس وقت مدینہ طیبہ کا حاکم و والی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان تھا۔

یزید نے عبداللہ بن عمرو بن اویس العامری کے ذریعہ اہل مدینہ سے بیعت لینے کا حکم نامہ ارسال کیا اور حکم دیا کہ لوگوں کو بیعت کی دعوت دی جائے اور اکابر حضرات سے پہلے بیعت حاصل کریں اور ساتھ یہ بھی تصریح کر دی کہ اس مسئلہ میں حسین بن علیؓ کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا جائے۔

جب یہ حکم نامہ ولید بن عتبہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسی وقت حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن زبیر کو بلا بھیجا اور حضرت معاویہؓ کے انتقال کی خبر دی اور ساتھ ہی یزید کی طرف سے بیعت لینے کا حکم سنایا۔

ان حضرات نے فرمایا کہ صبح ہونے دو ہم اس مسئلہ میں نظر و فکر کر لیں اور ہم دیکھ لیں کہ دوسرے لوگ اس معاملہ میں کیا صورت اختیار کرتے ہیں اور یہ فرما کر واپس چلے گئے۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۳) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۳۷ - ۱۳۸ ج ۷ تحت جوامع حدیث مقتل حسینؓ الخ۔

(۴) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۱۱۵ ج ۸ تحت سنۃ ٦۰ھ طبع اول مصر۔

(۵) بحار الانوار لملاباقر المجلسی الشیعی ص ۲۳۸ ج ۱۰ تحت ماجری علیہ بعد بیعۃ الناس یزید۔

(٦) جلاء العیون باقر مجلسی الشیعی (فارسی) ص ۳۸۸ تحت فصل دوازدھم۔

فکتب الی والی المدینة الولید بن عتبة بن ابی سفیان ان ادع الناس وبایعھم وابداء بالوجوہ وارفق بالحسین - فبعث الی الحسین وابن الزبیر فی اللیل و دعاھما الی بیعة یزید فقالا نصبح وننظر فیما یعمل الناس ووثبا فخرجا - [1]

اس کے بعد سیدنا حسینؓ اور ابن الزبیرؓ رات میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے اور مکہ شریف پہنچ کر سیدنا حسینؓ نے دار العباس بن عبد المطلب میں اقامت اختیار کی اور ابن الزبیر الحجر کے قریب ٹھہرے۔

اس دور میں یزید کی طرف سے مکہ مکرمہ کے حاکم و والی عمرو بن سعید بن العاص الاموی المعروف الاشدق تھے۔

نیز واضح ہو کہ قبل ازیں مکہ مکرمہ کے والی یحییٰ بن حکیم بن امیہ تھے پھر انہیں تبدیل کر کے عمرو بن سعید موصوف کو والی بنایا گیا تھا۔

اہل کوفہ کا دعوت دینا

حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد اہل کوفہ حضرت حسینؓ کو بذریعہ خطوط دعوت دیتے تھے کہ آپ ہمارے والی اور امیر ہیں اور ہم نے اپنی ذاتوں کو آپ کے لیے روک رکھا ہے۔ والی کوفہ نعمان بن بشیر کی اقتداء میں ہم جمعہ کی نماز ادا نہیں کرتے۔ لہٰذا آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔

فاتاہ رسل اھل الکوفة انا قد حسبنا انفسنا علیک ولسنا نحضر الجمعة مع الوالی فاقدم علینا - قال وکان النعمان بن بشیر الانصاری علی

---

[1] ۱۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۹۸ ج ۳ تحت الحسین بن علیؓ۔

۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۷ ۱۳-۱۳۸ ج ۷ تحت جوامع حدیث مقتل حسینؓ ... الخ۔

۳۔ البدایہ لابن کثیرؒ ص ۱۶۲ ج ۸ تحت صفتہ مخرج الحسین الی العراق (۶۰ھ)

الکوفۃ۔[1]

اور ابن کثیرؒ نے اس چیز کو عبارت ذیل تحریر کیا ہے:۔۔۔

وبعث اهل العراق الى الحسين الرسل والكتب يدعونه اليهم۔۔۔الخ[2]

یعنی اہل عراق نے سیدنا حسینؓ کی طرف کئی پیغام رساں اور کئی دعوتی خطوط ارسال کیے جن میں آپؓ کو کوفہ میں پہنچنے کی دعوت دی گئی تھی۔

قیام مکہ مکرمہ کے دوران سیدنا حسینؓ اپنے عراق کی طرف جانے کے معاملہ میں اپنے رفقاء سے گفتگو کرتے رہتے تھے۔

سفر عراق

آپؓ کے خیر خواہ حضرات میں سے جناب عبداللہ بن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ آپؓ کو خروج الی العراق کا قصد نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ پختہ کردار کے مالک نہیں اور ان میں استقلال نہیں پایا جاتا۔ اور ان لوگوں نے آپؓ کے اکابر کے ساتھ وفا نہیں کی۔ آپؓ کے والد گرامیؓ کو شہید کیا اور آپؓ کے برادر کو زخمی کر کے بے آبرو کیا۔ چنانچہ علامہ الذہبیؒ نے جناب ابن عمرؓ کی گفتگو کو عبارت ذیل میں نقل کیا ہے۔

عن الشعبى ناشده وقال ان اهل العراق قوم مناكير قتلوا اباك و ضربوا اخاك و فعلوا وفعلوا۔"[3]

اسی طرح اس موقعہ پر جناب عبداللہ بن عباسؓ نے بھی حضرت حسینؓ کو سفر عراق سے منع فرمایا اور ان لوگوں کی بدسلوکی یاد دلائی۔ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ حضرت حسینؓ عراق کی طرف خروج کے سلسلہ میں میرے پاس مشورہ کے لیے تشریف لائے

---

[1] الاصابۃ لابن حجر (معہ الاستیعاب) ص ۳۳۲ ج اول تحت الحسین علیؓ

[2] البدایۃ لابن کثیر ص ۱۶۵ ج ۸ تحت صفۃ مخرج الحسین الی العراق۔ ۶۰ھ۔

[3] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۹۷ ج ۳ تحت الحسین بن علیؓ۔

(۲) تہذیب ابن عساکر لابن بدران ص ۳۲۶ ج ۴ تحت الحسین بن علیؓ۔

تو میں نے ان کو کہا کہ:

اگر میرے اور آپ کے لیے یہ بات قابل حقارت اور لائق عیب نہ ہوتی تو میں آپ کے سر کے بالوں میں ہاتھ ڈال کر آپ کو روک لیتا۔

آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ آپ اس قوم کی طرف جانا چاہتے ہیں جنہوں نے آپ کے والد گرامی کو قتل کر ڈالا اور آپ کے برادر کو نیزے لگا کر زخمی کیا۔

چنانچہ محدث ابن ابی شیبۃ اور یعقوب البسوی نے اس چیز کو عبارت ذیل میں ذکر کیا ہے۔

(۱۹۲۱۱) عن ابن طاوس عن ابیہ قال قال ابن عباس جاءنی حسین یستشیرنی فی الخروج الی ماھھنا یعنی العراق فقلت لولاان یزروا بی وبک لشبثت یدی فی شعرک۔ الی این تخرج؟ الی قوم قتلوا اباک وطعنوا اخاک۔[1]

اور روایت ہذا میں بعض مولفین نے حضرت حسینؓ کے مزید جوابی کلمات اس طرح نقل کئے ہیں کہ:

فقال لان اقتل بمکان کذا وکذا احب الی من ان استحل حرمتھا یعنی مکۃ۔۔۔الخ[2]

یعنی سیدنا حسینؓ نے جواب میں فرمایا کہ:

میرا کسی دوسرے مقام میں قتل کیا جانا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں قتل کیا جاؤں اور اس کی حرمت مجروح ہو۔

سیدنا حسینؓ کو خروج الی العراق سے منع کرنے والوں میں آپ کے برادر محمد بن

---

[1] (۱) المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۹۶۔۹۷ ج ۱۵ کتاب الفتن۔ طبع کراچی۔
(۲) کتاب المعرفۃ والتاریخ للبسوی ص ۵۴۱ ج اول تحت اخبار عبداللہ بن عباسؓ۔

[2] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبیؒ ص ۱۹۶ ج ۳ تحت الحسین بن علیؓ۔
(۲) تہذیب ابن عساکر لابن بدران ص ۳۲۶ ج ۴ تحت ذکر الحسینؓ۔
(۳) البدایۃ لابن کثیرؒ ص ۱۵۹ ج ۸ تحت مخرج الحسینؓ الی العراق۔

حنفیۃ بھی تھے اور انہوں نے آپؓ کو اس سفر سے منع کیا اور اس کے سخت خلاف رائے رکھتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے اپنی اولاد کو بھی جناب حسینؓ کے ساتھ سفر کرنے سے روک دیا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے البدایۃ میں لکھا ہے کہ:

وتبعهم محمد بن الحنفية فادرك حسينا بمكة فاعلمه ان الخروج ليس له براى يومه هذا- فابى الحسين ان يقبل- فحبس محمد بن الحنفية ولده- فلم يبعث احدا منهم حتى وجد الحسين فى نفسه على محمد-[1]

اس کا حاصل یہ ہے کہ جب سیدنا حسینؓ مکہ میں عراق کی طرف تشریف لے جانے کے لیے تیار تھے تو اس وقت ان کے برادر محمد بن الحنفیۃ مکہ میں پہنچے اور حضرت حسینؓ سے اس معاملہ میں گفتگو کی اور بتایا کہ اس موقعہ پر آپ کا عراق کی طرف خروج درست نہیں۔ تو سیدنا حسینؓ نے انکار کر دیا اور ان کی رائے کو قبول نہیں کیا۔ اس کے بعد جناب محمد بن الحنفیۃ نے اپنی اولاد کو روک لیا اور ان کو بھی سیدنا حسینؓ کے ساتھ روانہ نہیں کیا۔ اس بنا پر حضرت حسینؓ اپنے برادر محمد بن الحنفیۃ سے ناراض ہو گئے۔

تنبیہ

اس مقام میں اس چیز کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ:

مشاہیر حضرات نے سیدنا حسینؓ کو عراق اور کوفہ کی طرف سفر کرنے سے منع کیا اور انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ اہل عراق و کوفہ وفادار نہیں ہیں۔ یہ لوگ وفاداری کی بجائے بدعہدی کیا کرتے ہیں۔

اور متعدد حضرات نے اپنی جگہ پر ان لوگوں کی فطرت کو بیان کیا ہے۔ ذیل میں چند حضرات کے بیانات درج کیے جاتے ہیں۔ جن میں عراقیوں کی فطرت اور ان کا

---

[1] البدایہ ص ۱۶۵ ج ۸ الخ تحت صفۃ مخرج الحسین الی العراق۔

کردار واضح ہوتا ہے۔

1

چنانچہ ابن عباسؓ نے حضرت حسینؓ کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے ایک موقعہ پر ذکر کیا ہے کہ:

اہل عراق غدار اور بے وفا ہیں ان کے ذریعے آپ دھوکہ نہ کھائیں۔

ان اهل العراق قوم غدر فلا تغترن بهم[1]

2

اس دور کے ایک بزرگ ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث ہیں انہوں نے بھی سیدنا حسینؓ کے ساتھ اسی مسئلہ میں ناصحانہ گفتگو کی تو اس وقت انہوں نے حضرت حسینؓ کی خدمت میں عراقیوں کی فطرت بیان کرتے ہوئے یہ الفاظ ذکر کیے۔

قال قد رايت ما صنع اهل العراق بابيك واخيك وانت تريد ان تسير اليهم وهم عبيد الدنيا فيقاتلك من قد وعدك ان ينصرك ويخذلك من انت احب اليه ممن ينصره[2]

ان الفاظ کا ماحصل یہ ہے کہ:--- (اے حسین بن علیؓ)

آپ معلوم کر چکے ہیں کہ اہل عراق نے آپ کے والد گرامی اور آپ کے برادر محترم کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ آپ ان لوگوں کی طرف جانے کا ارادہ کر رہے ہیں؟ یہ لوگ دنیا کے غلام اور (عبدالدراھم) ہیں۔ ان میں سے جن لوگوں نے آپ کے ساتھ نصرت کا وعدہ کیا ہے وہی آپ کے ساتھ قتال کریں گے اور جن کو آپ مدد کے لیے پسند فرما رہے ہیں وہی آپ کو رسوا اور ذلیل کریں گے---الخ۔

---

[1] البدایہ لابن کثیرؒ ص ۱۶۰ ج ۸ تحت سنہ مخرج الحسین الی العراق

[2] مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۴۰ ج ۷ تحت الحسین بن علیؓ

3

عراقیوں کی فطرت اور افتاد طبع بیان کرنے کے سلسلہ میں جناب عبداللہ بن عمرؓ نے ایک موقعہ پر ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔۔۔

عن سفیان عن حبیب قال سمعت ابن عمر یقول یا اهل العراق تاتون بالمعضلات۔[1]

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔

اے عراقیو! تم مشکلات کھڑے کر دیتے ہو یعنی بات کو سلجھانے کی بجائے اسے بگاڑ دیتے ہو (اور مصائب پیدا کر دیتے ہو۔ یہ تمہارا شیوہ ہے)

حاصل کلام یہ ہے کہ عراقیوں کوفیوں میں تلون مزاجی' بے وفائی' اور بد عہدی و فتنہ انگیزی پائی جاتی ہے اور ان میں انتشار پسندی ہے۔ یہ لوگ قابل اعتماد نہیں ہیں۔

اشتباہ

اس مقام میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جناب حسینؓ کو اس وقت کے اکابر حضرات ابن عباسؓ ابن الحنیفہؒ وغیرھم نے خروج سے منع کیا اور کوفیوں کے وعدوں پر اعتماد کرنے سے روکا کہ یہ لوگ بے وفا' بد عہد اور متلون مزاج ہیں۔ اس کے باوجود حضرت حسینؓ نے ان چیزوں کی طرف توجہ نہ کی اور سفر عراق اور کوفہ اختیار کیا۔ اس کا نتیجہ سوائے خسارہ کے کچھ نہ ہوا۔

جواب

جس طرح دیگر اکابر صحابہ کرامؓ اپنے اپنے مقام میں مجتہد تھے اور درجہ اجتہاد پر فائز تھے اور اجتہادی مسائل میں اپنے اجتہاد کو مصیب قرار دیتے تھے۔

اسی طرح جناب حسینؓ بھی اپنے مقام پر مجتہد تھے اور اپنے اجتہاد کی بنا پر حق پر تھے۔

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۱۰۴ ج ۱۵ تحت کتاب الفتن۔ طبع کراچی۔

اس بنا پر (یزید) کے خلاف کرنے کو انہوں نے جائز قرار دیا۔
ان کے نزدیک خلیفہ اہل نہیں تھا اور کئی حضرات اس سے زیادہ اہل اور مستحق تھے نیز اس دور میں کئی دیگر عوامل بھی سامنے آئے جن کی بنا پر انہوں نے خلیفہ ہذا کی بیعت سے انکار کیا اور تائید نہیں کی۔ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس کی تفصیلات سے عموماً تاریخ خاموش ہے اور پردہ خفا میں ہے۔
ساتھ ہی اہل کوفہ (عراقیوں) نے انہیں اپنے سربراہ ہونے کی حیثیت سے دعوت دی۔
اس بنا پر جناب حسینؓ نے کوفیوں کی دعوت پر اعتماد کیا کہ یہ لوگ ان کی حمایت کریں گے اور اپنے وعدوں پر قائم رہیں گے۔
لیکن کوفی لوگ موقعہ پر اپنے وعدوں سے برگشتہ ہو گئے اور اس عہد پر قائم نہ رہے اور جناب حسینؓ کی رائے لینے سے منحرف ہو گئے۔
بلکہ فریق مخالف کے معاون و معین ہو گئے اور بالمقابل کے ساتھ مل کر حضرت موصوفؓ سے قتال کیا اور ان کو شہید کر ڈالا۔
اس وجہ سے جناب حسینؓ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔
مختصر یہ ہے کہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ تھا اور ان میں قاعدہ یہ ہے کہ المجتهد قد يخطی ويصيب
نیز اصل میں یہ چیز ہے کہ:۔۔۔
مالک کریم کی طرف سے جناب امام حسینؓ کے حق میں مرتبہ شہادت مقدر ہو چکا تھا اور تقدیر الٰہی میں ایک امر کا جب فیصلہ ہو جاتا ہے تو اس کے تمام اسباب و ذرائع بھی اسی کے موافق مقدر ہو جاتے ہیں۔ جن سے فی الواقع انصراف نہیں ہو سکتا۔ تقدیر کے سامنے تدبیر ہیچ ہوا کرتی ہے۔
جناب حسینؓ کے لیے بھی قضاء الٰہی اسی طرح تھی اور وہ ان کے حق میں پوری ہونی تھی۔ اس وجہ سے یہ تمام سفر کا واقعہ ظاہری اسباب کے خلاف تھا اور اہل دانش اسے صحیح قرار نہیں دے رہے تھے لیکن وكان امر الله مقدورا حتی یاتی الله بامره کی شان کا مظاہرہ ہوا اور قدرت خداوندی کو جو منظور تھا وہ

تمام ہو کر رہا۔

جو تعاون کے دعویٰ دار تھے وہی مخالف ہو گئے اور آنجناب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں نوشتہ تقدیر پورا ہوا۔

مسلم بن عقیل کو روانہ کرنا

جیسا کہ ہم نے قبل ازیں ذکر کیا ہے کہ:---

عراقیوں کی طرف سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بہت سے وفود اور بے شمار مکتوبات پہنچے ہوئے تھے۔ جناب حسین رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ہوئی کہ اس سلسلہ میں کوفہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے اپنے چچازاد[1] برادر جناب مسلم بن عقیل کو روانہ کیا جائے اور وہ وہاں پہنچ کر حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہمیں صحیح صورت حال سے مطلع کریں۔

اگر حالات ہمارے حق میں درست ہوں تو پھر ہم اس سفر کو اختیار کریں اور ایک قوت بن کر اپنی رائے پیش کریں۔

فبعث الحسین بن علی الیہم مسلم بن عقیل فقال سر الی الکوفۃ ماکتبوا بہ الی فان کان حقا" قدمت الیہ۔[2]

چنانچہ اس مقصد کے لیے جناب مسلم کو کوفہ کی طرف روانہ کیا گیا اور وہ سفر کی مشکلات برداشت کر کے کوفہ میں پہنچے۔

اور جب اہل کوفہ کو آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ ان کے ہاں جمع ہوئے اور قریباً بارہ ہزار کوفیوں نے آپ سے بیعت کی---الخ[3] اور بیعت کرنے والوں کی تعداد اس سے زیادہ بھی بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ جناب مسلم بن عقیل نے موجودہ کوائف اور کوفیوں کی بیعت و حمایت کے

---

[1] مسلم بن عقیل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بہنوئی بھی تھے کیونکہ ان کے نکاح میں رقیہ بنت علی رضی اللہ عنہ تھی۔ (المحبر ص ۵۶)

[2] الاصابۃ (مع الاستیعاب) لابن حجر ص ۳۳۲ ج اول تحت الحسین بن علی رضی اللہ عنہ

[3] الاصابۃ لابن حجر (مع الاستیعاب) ص ۳۳۲ ج اول تحت الحسین بن علی رضی اللہ عنہ۔

حالات کی جناب حسینؓ کو اطلاع کی اور تحریر کیا کہ حالات نہایت سازگار ہیں آپ تشریف لائیں۔

اس وقت حکومت شام کی طرف سے کوفہ کے حاکم جناب نعمان بن بشیرؓ تھے اور آپ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد سے کوفہ کے والی مقرر تھے۔

حکومت کے حامیوں نے آنموصوف کو اطلاع دی کہ شہر میں حکومت کے خلاف فساد اٹھ رہا ہے اس کا جلد انتظام کریں مگر جناب نعمان بن بشیرؓ نے اس سلسلہ میں نرمی اختیار کی اور مسلم سے معارض نہیں ہوئے۔

اس پر حکومت شام کے خیرخواہوں نے امیر شام یزید بن معاویہ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔

ابن زیاد کو کوفہ کا امیر بنایا جانا

امیر شام یزید نے کوفہ کے حالات سے مطلع ہوتے ہی نعمان بن بشیرؓ کو امارت کوفہ سے الگ کر دیا اور حاکم بصرہ عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا بھی حاکم و والی مقرر کر دیا اور اب کوفہ و بصرہ دونوں مقامات عبید اللہ بن زیاد کی تحویل میں آگئے۔ چنانچہ وہ فوراً کوفہ پہنچا اور قصر امارت میں آکر ٹھہرا۔

یزید کی طرف سے عبید اللہ بن زیاد کو یہ حکم پہنچا تھا کہ مسلم بن عقیل کو فوراً گرفتار کریں اور اگر وہ معارضہ و مقاتلہ کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے چنانچہ اس نے جستجو کی کہ اہل کوفہ میں سے کون لوگ مسلم بن عقیل کے ساتھ ہیں؟ اور کن لوگوں نے آپ سے بیعت کی ہے اور مسلم بن عقیل کس کے ہاں مقیم ہیں؟

عبید اللہ بن زیاد کی کوفہ میں آمد پر مسلم بن عقیل جس مقام میں پہلے فروکش تھے اسے چھوڑ کر ہانی بن عروۃ المرادی کے مکان میں منتقل ہو گئے۔

جب عبید اللہ بن زیاد کو معلوم ہوا کہ ہانی بن عروۃ کے ہاں مسلم مقیم ہیں تو اس نے ہانی کو طلب کیا اور مسلم بن عقیل کے بارے میں دریافت کیا۔

ہانی نے پہلے تو پس و پیش کی لیکن حالات کی شدت کی وجہ سے مجبور ہو کر انہیں اقرار کرنا پڑا اور کہنے لگے کہ اے امیر! میں نے مسلم بن عقیل کو اپنے ہاں آنے کی

دعوت نہیں دی تھی وہ خود ہی میرے ہاں پہنچے ہیں۔
عبید اللہ بن زیاد نے مسلم کی حمایت اور بیعت کرنے والوں پر سختی شروع کر دی اور جن لوگوں نے اس سلسلہ میں معارضہ و مقابلہ کیا ان پر حد درجہ تشدد کیا۔

مسلم بن عقیل کو قتل کیا جانا

ان حالات میں جناب مسلم بن عقیل کے حامی اور بیعت کرنے والے لوگ آہستہ آہستہ ان سے الگ ہو گئے اور ان کی حمایت سے دست کش ہو گئے۔
آخر کار عبید اللہ بن زیاد نے ہانی بن عروۃ اور مسلم بن عقیل پر قابو پا لینے کے بعد انہیں قتل کروا دیا۔ اور یہ لوگ مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔
مندرجہ بالا احوال کا اختصار طبقات ابن سعد میں اس طرح تحریر ہے کہ:---

ومسلم بن عقيل وهو الذی بعثه الحسين بن علی بن ابی طالب عليهما السلام من مكة يبايع له الناس- فنزل بالكوفة علی هانی بن عروة المرادی- فاخذ عبيدالله بن زياد مسلم بن عقيل وهانی بن عروة فقتلهما جميعا وصلبهما-[1]

جناب حسینؓ کی مکہ سے روانگی

ادھر جناب حسینؓ نے مکہ مکرمہ سے مسلم بن عقیل کی طرف سے حالات سازگار ہونے کی اطلاع پا کر ۶۰ھ میں یوم حج سے ایک روز قبل اہل کوفہ کی دعوت پر اعتماد کرتے ہوئے کوفہ کی طرف سفر اختیار کیا۔ اور جناب مسلم بن عقیل کے ساتھ بعد میں پیش آنے والے حالات اور آخر میں ان کے قتل ہو جانے کے بارے میں آپ کو معلومات نہیں پہنچے تھے۔
دوران سفر جناب حسینؓ جب قادسیہ کے مقام کے قریب پہنچے تو الحر بن یزید التمیمی نے آکر آنجنابؓ کو کوفہ کے دگرگوں حالات' اہل کوفہ کی بدعہدی اور بے وفائی اور

---

[1] طبقات لابن سعد ص ۲۹ ج ۴ تحت عقیل بن ابی طالب۔ طبع لیدن۔

مسلم بن عقیل و دیگر اکابر کے قتل کی اطلاع دی اور کہا کہ آگے جانے میں کچھ خیر نہیں ہے واپس تشریف لے جائیے۔

اس پر سیدنا حسینؓ اپنی سابق رائے پر نظر ثانی کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔

اس قافلہ میں مسلم بن عقیل کے برادر بھی تھے انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے ہم اپنے برادر مسلم کے قتل کا بدلہ لیں گے یا خود مقتول ہو جائیں گے۔

ان حالات میں جناب حسینؓ پھر قائل ہوئے کہ اب واپس جانا اظہار حق کے خلاف ہوگا اب وہ مقام غیرت میں آ چکے تھے۔

اس بنا پر یہ تمام قافلہ جناب حسینؓ کی معیت میں کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔

جب عبید اللہ بن زیاد کو معلوم ہوا کہ جناب حسینؓ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور کوفہ پہنچنے والے ہیں تو اس نے ایک لشکر تیار کر کے آنموصوفؓ کو روکنے کے لیے روانہ کر دیا۔

اور اس لشکر کی جناب حسینؓ کے قافلہ کے ساتھ کربلا (جو طف کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے) کے مقام پر ملاقات ہوئی اور ہر دو فریق کا آمنا سامنا ہوا۔

حادثہ کربلا

واقعہ کا اختصار ،عبارت ذیل الاصابہ میں مذکور ہے اس کو ذکر کیا جاتا ہے۔

فوافوہ بکر بلاء فنزلها ومعه خمسة وار بعون نفسا من الفرسان ونحو مائة راجل فلقيه الحسين وامير هم عمر بن سعد بن ابی وقاص وكان عبيد الله ولاه الری وكتب له بعهده عليها اذا رجع من حرب الحسين۔

فلما التقيا قال له الحسين اختر منى احدى ثلاث اما ان الحق بثغر من الثغور واما ان ارجع الى المدينة واما ان اضع يدى فى يد يزيد بن معاوية۔

فقبل ذالک عمر منه وكتب به الى عبيدالله فكتب

الیہ لا اقبل منہ حتی یضع یدہ فی یدی فامتنع الحسین فقاتلوہ فقتل معہ اصحابہ و فیھم سبعۃ عشر شابا من اھل بیتہ ثم کان اخر ذالک ان قتل و اتی براسہ الی عبیداللہ فارسلہ و من بقی من اھل بیتہ الی یزید- ومنھم علی بن الحسین وکان مریضا و منھم عمہ زینب فلما قدموا علی یزید ادخلھم علی عیالہ ثم جھزھم الی المدینۃ-[1]

مندرجہ بالا عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ:--- دونوں جماعتیں کربلا میں پہنچ کر اتر پڑیں- سیدنا حسینؓ کے ساتھ پینتالیس (۴۵) نفر گھڑسوار تھے اور سو کے قریب پاپیادہ افراد تھے-

فریق مقابل کا امیر لشکر عمرو بن سعد تھا- عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد کو اس محاربہ سے واپسی کے بعد علاقہ "الری" کا والی اور حاکم بنانے کا وعدہ کر رکھا تھا- (حضرت حسینؓ کو دعوت دینے اور اپنے ہاں بلانے والے حمایت و نصرت سے دست بردار ہو گئے اور حالات دگرگوں ہو گئے) تو اس موقعہ پر حضرت حسینؓ نے عمرو بن سعد کے سامنے ایک پیش کش کی کہ:---

آپ لوگ میری طرف سے ان تین چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کریں---

۱- یا تو میں اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف جانا چاہتا ہوں- مجھے جانے دیا جائے تاکہ وہاں حوزہ اسلام کی حفاظت کرسکوں-

۲- یا میں مدینۃ المنورہ کی طرف چلا جاؤں (مستفعت) کے طور پر رہوں مجھے واپس جانے دیا جائے-

۳- یا میں اپنے ہاتھ کو یزید کے ہاتھ میں دے دوں--- (مجھے یہ موقع دیا جائے کہ بالمشافہ اس سے بات کرسکوں اس طرح معاملہ میں صورت مصالحت پیدا ہو جائے گی-)

---

[1] الاصابۃ لابن حجر (معہ الاستیعاب) ص ۳۳۳ ج اول تحت الحسین بن علیؓ

اس بات کو عمرو بن سعد نے قبول کرلیا اور اس نے سیدنا حسینؓ کی اس پیش کش کو عبیداللہ بن زیاد کی طرف لکھ بھیجا۔

جواب میں ابن زیاد نے حکم بھیجا کہ میں حسینؓ سے صرف اس بات کو قبول کرتا ہوں کہ وہ اپنے ہاتھ کو میرے ہاتھ پر رکھ دیں۔

لیکن سیدنا حسینؓ نے یہ بات قبول نہیں فرمائی کہ وہ مقام غیرت میں تھے۔

ابن زیاد کے ساتھ بیعت کرنے سے رک گئے (اور انکاری ہوئے) اس صورت حال کے بعد دونوں فریقوں کی باہم جنگ ہوئی۔

حضرت حسینؓ کے خاندان کے جو سترہ جوان ہمراہ تھے اس موقعہ میں شہید ہوئے اور ان کے دیگر ساتھیوں کو بھی شہید کردیا گیا۔

آخر میں سیدنا حسینؓ کو (ظلماً) شہید کیا گیا اور آنموصوفؓ کے سر مبارک کو الگ کرکے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیجا گیا۔

عبیداللہ بن زیاد نے آنجنابؓ کے سر مبارک اور بقیہ اہل بیت حسینؓ اور ان کے قبیلہ کے دیگر افراد کو دمشق میں یزید کی طرف روانہ کردیا۔

اس قافلہ میں جناب علی بن الحسینؓ (زین العابدینؒ) بھی تھے جو اس وقت مریض تھے اور جناب سیدنا حسینؓ کی ہمشیرہ محترمہ جناب زینب بنت علی المرتضیٰؓ بھی اس قافلہ میں شامل تھیں۔

جب یہ قافلہ یزید کے پاس دمشق میں پہنچا تو اس نے ان تمام حضرات کو اپنے اہل وعیال کے پاس اقامت دی اور کچھ ایام کے بعد اس نے ان تمام حضرات کو مدینہ المنورہ کی طرف روانہ کردیا۔

مقتل حسینؓ پر تصانیف

سطور بالا میں واقعہ ہذا کو اختصاراً ذکر کیا ہے جو حافظ ابن حجر العسقلانی نے اپنی تصنیف الاصابہ میں سیدنا حسینؓ کے تذکرہ کے آخر میں درج کیا ہے۔

حافظ ابن حجر واقعہ ہذا ذکر کرنے کے بعد اس پر بطور تجزیہ کے لکھتے ہیں کہ:۔۔۔

"وقد صنف جماعة من القدماء فی مقتل الحسین"

تصانیف فیہا الغث والسمین والصحیح والسقیم
وفی ھذا القصہ التی سقتہا غنی ۔[1]

یعنی ابن حجر کہتے ہیں کہ قدماء کی ایک جماعت نے سیدنا حسینؓ کے قتال کے واقعہ میں تصانیف کی ہیں جن میں ہر نوع کی کمزور اور قوی صحیح اور ضعیف روایات پائی جاتی ہیں اور اس واقعہ میں جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے غنا اور کفایت ہے۔

صحیح واقعات مرتب کرلینا سہل نہیں

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کربلا کے واقعہ میں لوگوں نے مختلف قسم کی روایات بہت کچھ فراہم کردی ہیں اور ان میں سے بیش تر روایات بے اصل اور بے سروپا اور قابل اعتماد نہیں۔

اس لیے واقعہ ہذا کو صحیح طور پر مرتب کرلینا اور ٹھیک ٹھیک واقعات کو اور پیش آمدہ حالات کو درست طریقہ سے زیر قلم لانا کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ اسے "مشکلات عادیہ" میں سے قرار دیا جائے تو بجا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اس موقعہ کی روایات میں باہم بہت کچھ تضاد پایا جاتا ہے اور واقعہ کے راویوں نے روایات ایسی ذکر کی ہیں جن کا آپس میں تدافع ہوتا ہے اور بعض مقامات پر مبالغہ آمیزی اور دروغ گوئی پائی جاتی ہے۔

ایک راوی اس موقعہ کی بات کو کچھ ذکر کرتا ہے اور دوسرا کچھ اور بیان کرتا ہے نیز بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور راویوں کی طرف سے انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہر مرحلہ میں واقعہ کو نہایت المناک اور دردناک بنایا جائے۔ ظلم و ستم کی داستان تیار کرکے سامنے لائی جائے جس سے ملاحظہ کرنے والوں کے قلوب غم والم سے بھر جائیں اور طبیعت پر وحشت طاری ہوجائے اور انسان زار و قطار گریہ کرنے پر مجبور ہوجائے۔

"واقعہ کربلا" میں راویوں کی طرف سے یہ منظر دکھانا اصل مقصد بن گیا ہے اور واقعہ کو صحیح شکل میں پیش کرنا ان مقاصد میں حائل ہے جن کے لیے یہ مجلسیں قائم

---

[1] الاصابہ لابن حجر (معہ الاستیعاب) ص ۳۳۳۔۳۳۴ ج اول تحت الحسین بن علیؓ

کی جاتی ہیں۔

اعتراف حقیقت

واقعہ کربلا میں جناب سیدنا حسینؓ اور ان کے رفقاء کی شہادت بے شک المناک شہادت ہے اور خاص طور پر حضرت موصوفؓ کی پیشکش کے بعد اس کو تسلیم نہ کرنا صریح ظلم و ستم ہے۔

(جس طرح کہ ہم مسئلہ کو مستقل طور پر الگ ذکر کر رہے ہیں)

ان تمام شہداء حضرات کا مظلوم ہونا اور ان کے مخالفین کا ظالم اور سفاک ہونا ظاہر ہے اور اس چیز کے ہم معترف ہیں۔

لیکن اس حادثہ میں جو کچھ مبالغہ آرائی کی جاتی ہے اور خلاف واقعہ چیزوں کو بڑھا چڑھا کر بطور حقائق پیش کیا جاتا ہے۔

اس طریقہ کو بھی ہم صحیح نہیں سمجھتے۔

واقعہ کربلا کے متعلق چند مباحث

"واقعہ کربلا" اپنے مقام پر بہت اہم ہے اور کئی مسائل کو اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے۔

اختصاراً اس کو گزشتہ سطور میں ذکر کیا گیا۔ اس کے متعلق چند ایک قابل وضاحت چیزیں ہیں جن کو ایک ترتیب سے پیش کیا جاتا ہے۔ امید ہے یہ مباحث ناظرین کرام کے لیے اور اہل علم و فراست کے لیے نتائج پر پہنچنے میں سود مند ہوں گے۔

ادائیگی قرض

جب حضرت سیدنا حسینؓ کربلا کے قریب پہنچے اور حالات پیش آمدہ کے تقاضوں کے اعتبار سے آپ کو یقین ہو گیا کہ اب فریق مقابل کے ساتھ قتال کی صورت پیش آئے گی تو اس وقت آنجنابؓ نے ایک شرعی مسئلہ کی رعایت کرتے ہوئے منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ ندائے عام کرے کہ جس شخص پر قرضہ ہے اور وہ مقروض ہے وہ

ہمارے ساتھ قتال میں بالکل شریک نہ ہو۔

اس کے بعد ایک شخص نے عرض کی کہ میری زوجہ میرے قرض کو ادا کرنے کی ضمانت لیتی ہے تو سیدنا حسینؓ نے فرمایا کہ عورت کی کیا ضمانت ہے؟ (یعنی ضمانت قابل اعتماد نہیں ہے) قرض ادا کرنا ضروری امر ہے۔

پس اس شخص کو جناب سیدنا حسینؓ نے شریک قتال نہیں فرمایا۔

اس واقعہ کو ابن ابی شیبۃ ذکر کرتے ہیں کہ:---

عن ابی موسی بن عمیر عن ابیہ قال امر الحسین منادیا فنادی فقال لا تقتلن رجل معی علیہ دین۔ فقال رجل ضمنت امراتی دینی فقال امراۃ ما ضمان امراۃ۔[1]

تنبیہ

سیدنا حسینؓ کا یہ اعلان جناب نبی کریمؐ کے فرمودات پر عمل کرنے کے لیے تھا۔

فرمان نبوی ﷺ اس طرح ہے کہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں مگر قرض معاف نہیں کیا جاتا۔

اسی طرح دیگر حدیث میں فرمان رسالت مآب ﷺ مذکور ہے کہ:---

القتل فی سبیل اللہ یکفر کل شی الا الدین[2]

یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جانا ہر شے کو گرا دیتا ہے مگر قرض نہیں گرایا جاتا۔

---

[1] (۱) المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۱۰۴ ج ۱۱ تحت ماذکر من حدیث الامراء والد خول علیھم۔ طبع کراچی۔
۲ سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۲۰۲ ج ۳ تحت الحسین بن علیؓ

[2] (۱) مسلم شریف ص ۱۳۵ ج ۲ باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین طبع نور محمد دہلی۔
(۲) مشکوٰۃ شریف ص کتاب الجہاد الفصل الاول۔

ایک دیگر واقعہ

ادائے قرض کے مسئلہ میں اسی طرح کا ایک واقعہ جنگ جمل کے موقعہ پر پیش آیا تھا- یہ جنگ ۳۶ھ میں واقع ہوئی تھی- وہ حدیث کی کتابوں میں اس طرح مذکور ہے کہ عبداللہ بن الزبیرؓ کہتے ہیں کہ:---

میرے والد زبیر بن العوامؓ نے جمل کے روز مجھے بلایا- میں آپ کے پہلو میں آ کھڑا ہوا میرے والد نے فرمایا:--- اے بیٹے! آج کے دن جو قتل کیا جائے گا وہ یا ظالم ہو گا یا مظلوم ہو گا-

اور میں اپنے آپ کو خیال کرتا ہوں کہ آج روز میں مظلوماً قتل کیا جاؤں گا میرے نزدیک دین (قرض) کا مسئلہ نہایت ضروری ہے اور دریافت فرمایا کہ کیا میرے مال میں سے میرا قرض ادا کرنے کے لیے کچھ مال باقی ہے؟

اور فرمایا اے بیٹے! میرے مال کو فروخت کر کے میرے قرض کو ادا کرنا اور میرے والد نے اس وقت اپنے تہائی مال میں سے وصیت کی-

چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ:--- جناب زبیر بن عوامؓ کہتے ہیں کہ:---

وان من اکبر ھمی لدینی افتری دیننا یبقی من مالنا شیا فقال یا بنی بع مالنا واقض دینی واوصی بالثلث -[1]

مختصر یہ ہے کہ سیدنا حسینؓ نے ادائے قرض کے مسئلہ کا لحاظ کرتے ہوئے مذکورہ بالا اعلان کرایا تھا حالانکہ اس نازک موقعہ پر تعاون و نصرت کرنے والوں کی شدید ضرورت تھی- جہاں مندرجہ بالا واقعات سے اسلام میں ادائیگی قرض کی اہمیت واضح ہوتی ہے- وہاں ان حضرات کے عامل بالشریعت ہونے اور مستقیم علی الدین ہونے کا بھی اعلیٰ ثبوت ملتا ہے کہ ایسے مشکل اوقات میں بھی یہ حضرات صفائی معاملات کو ملحوظ رکھتے اور اس میں تغافل نہیں کرتے تھے-

---

[1] (۱) بخاری شریف ص ۴۴۱ ج اول تحت باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا ومیتا--- الخ-
(۲) ریاض الصالحین ص ۱۱۲ تحت باب الامر باداء الامانۃ-

خروج کا شبہ پھر اس کا جواب بعض لوگوں (ناصبیوں) کی طرف سے یہ چیز بطور اعتراض پیش کی جاتی ہے کہ:---

حضرت حسینؓ نے خلیفہ وقت کے خلاف خروج کیا اور ان کا قتل کیا جانا از روئے ذیل حدیث درست تھا۔

من اتاکم وامرکم علی رجل واحد یرید ان یفرق جماعتکم فاضربوا عنقہ بالسیف کائنا من کان رواہ مسلم۔[1]

روایت مندرجہ کا مفہوم یہ ہے کہ:--- جناب نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص تمہارے پاس آئے درآنحالیکہ اس سے قبل ایک شخص کے حق میں خلافت کا معاملہ طے ہو چکا ہے اور وہ جماعت میں تفریق کا قصد رکھتا ہے تو اس کی گردن تلوار سے اڑا دو خواہ وہ کوئی شخص بھی ہو۔

ابن تیمیہؒ اور الذھبیؒ کی تحقیق

اعتراض مذکور کے ازالہ کیلئے علامہ ابن تیمیہ و علامہ الذھبی دونوں نے ان کے غلو کا جواب دیا ہے اور اس میں اہل السنۃ کا موقف پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

حضرت حسینؓ مظلوماً شہید کر دیئے گئے اور جن لوگوں نے ان کو قتل کیا وہ لوگ ظالم اور حد سے تجاوز کرنے والے تھے۔

اور جناب نبی کریم ﷺ کے فرمودات جن میں مفارق للجماعۃ کے قتل کا حکم دیا گیا ہے وہ روایات حضرت حسینؓ کے واقعہ پر منطبق نہیں ہوتیں اور ان کو شامل نہیں کیونکہ حضرت حسینؓ جماعت سے الگ نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ۔

- ☆ اپنے شہر (مدینہ طیبہ) کی طرف رجوع کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔
- ☆ یا ثغر (اسلامی سلطنت کی سرحد) کی طرف رجوع کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔
- ☆ یا یزید کی طرف جانے کے لیے آمادہ ہو گئے تھے۔

---

[1] (۱) منہاج السنۃ لابن تیمیہ ص ۲۵۶ ج ۲ تحت واما الحدیث الذی رواہ--- الخ۔
(۲) المنتقی للذہبی ص ۲۹۶ تحت روایت قاتل الحسین فی تابوت من نار--- الخ۔

ان صورتوں میں وہ جماعت میں شامل تھے اور تفریق بین الامت کرنے والے نہیں تھے مگر فریق مقابل نے ان امور کو تسلیم نہیں کیا پس ان کو ظلماً شہید کیا گیا۔

یہ امور حضرت حسینؓ کی طرف سے پیش کیے گئے تھے اگر حضرت حسینؓ سے کم درجے کا آدمی ان امور کو پیش کرتا تب بھی ان میں سے کسی ایک کو تسلیم کرنا لازم تھا۔

حضرت حسینؓ کو حبس کرنا اور روک رکھنا جائز نہیں تھا چہ جائیکہ ان کو قید کرنا اور قتل کر دینا۔

مندرجہ بالا مضمون ابن تیمیہ نے عبارت ذیل درج کیا ہے:---

الناصبة الذين يزعمون ان الحسينؓ كان خارجيا وانه كان يجوز قتله لقوله ﷺ من اتاكم وامركم على رجل واحد يريد ان يفرق جماعتكم فاضربوا عنقه بالسيف كائنا من كان رواه مسلم۔

واهل السنة و الجماعة يردون غلو هولاء وهولاء۔ ويقولون ان الحسينؓ قتل مظلوما شهيدا۔ والذين قتلوه كانوا ظالمين معتدين واحاديث النبى ﷺ التى يامر فيها بقتل المفارق للجماعة لم تناوله۔ فانهؓ لم يفارق الجماعة ولم يقتل الا هو طالب الرجوع الى بلده اوالى الثغر اوالى يزيد۔ داخلا فى الجماعة معرضا عن التفريق بين الامة۔

ولو كان طالب ذالك اقل الناس لوجب اطاعته الى ذالك۔ فكيف لاتجب اجابته الحسينؓ الى ذالك ولو كان الطالب لهذا الامور من هو دون الحسينؓ لم يجز حبسه ولا امساكه فضلا عن اسره و قتله۔[1]

---

[1] منهاج السنة لابن تیمیہ ص ۲۵۶ ج ثانی تحت واما الحديث الذى رواه ان قاتل الحسين فى تابوت من نار۔۔۔ الخ۔

اور الذہبی نے المنتقی میں اس مسئلہ کو بالفاظ ذیل تحریر کیا ہے۔

الناصبته الذین یزعمون ان الحسین من الخوارج الذین شقوا العصا وانه یجوز قتله لقوله علیه السلام من اتاکم وامرکم علی رجل واحد یرید ان یفرق جماعتکم فاضربوا عنقه کائنا من کان اخرجه مسلم۔

واہل السنته یقولون قتل مظلوما شہیدا۔ وقاتلوه ظلمته معتدون واحادیث قتل الخارج لم تتناوله فانه لم یفرق الجماعته ولم یقتل الا وہو طالب الرجوع او المضی الی یزید داخلا فیما دخل فیه سائر الناس معرضا عن تفریق الکلمته۔[1]

ان عبارات کا مفہوم ما قبل میں بیان کر دیا گیا ہے۔

خروج کا مقصد قتال نہیں تھا

اور علامہ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنة جو ابن مطہر الحلی الشیعی کی تصنیف منہج الکرامہ کے جواب میں لکھی گئی ہے) میں ایک دوسرے مقام میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے ان کے موقف کو واضح کیا ہے وہاں ذکر کرتے ہیں کہ:---

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں قتال کے لیے نہیں نکلے تھے۔ ان کا گمان تھا کہ (وہ بعض لوگ جنہوں نے کوفہ میں آنے کی دعوت دی ہے) وہ ان کی اطاعت کریں گے (اور ان سے تعاون کریں گے) اور اس طرح وہ اہل عراق کی ایک قوت بن کر ظاہر ہوں گے۔

اس کے بعد جب برموقعہ ان لوگوں کا انصراف اور انحراف معلوم کر لیا تو اس وقت آنموصوف رضی اللہ عنہ نے تین چیزوں کی طرف رجوع کرنے کا تقاضا کیا کہ:---

---

[1] المنتقی للذہبی ص ۲۹۶ تحت ہذا البحث۔

- مجھے اپنے وطن کی طرف واپس جانے دیا جائے۔
- یا مجھے اسلامی مملکت کی کسی سرحد کی طرف نکل جانے دیا جائے۔
- یا مجھے یزید کے پاس جانے کا موقعہ دیا جائے۔

مگر مقابل فریق کے ظالموں نے آنموصوف رضی اللہ عنہ کے ان مطالبات کو پورا کرنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو قید کر کے یزید کی طرف لے جانے کا قصد کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس امر میں مانع ہوئے۔ اس پر باہم قتال واقع ہوا حتیٰ کہ آپ کو ظلماً شہید کر دیا گیا۔

حالانکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ابتدا میں قتال کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا (بلکہ تقاضائے حالات کے پیش نظر اپنے موقف پر نظر ثانی کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے تھے)

منہاج السنۃ میں مضمون ہذا بعبارت ذیل درج ہے:---

والحسین رضی اللہ عنہ ما خرج مقاتلا ولکن ظن ان الناس یطیعونہ- فلما رای انصرافھم عنہ طلب الرجوع الی وطنہ اوالذھاب الی الثغر اور اتیان یزید- فلم یمکنہ اولئک الظلمہ لامن ھذا- ولامن ھذا ولا من ھذا وطلبوا ان یاخذوا اسیرا الی یزید- فا متنع من ذالک وقاتل حتی قتل مظلوما شھیدا لم یکن قصدہ ابتدا ان یقاتل[1]

ابن خلدون کی تحقیق

بعض لوگوں کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ان احادیث کا خلاف کیا جن میں حکم ہے کہ امام وقت کے خلاف خروج کرنا منع ہے اور خروج کرنے والے کے متعلق وعیدات وارد ہیں۔

تو اس کے جواب میں مشہور مورخ ابن خلدون کہتے ہیں کہ احادیث میں جس امام کے متعلق خروج منع ہے اس سے مراد امام عادل ہے اگر امام عادل نہیں تو اس کا خلاف

---

[1] منہاج السنۃ لابن تیمیہ ص ۲۴۱ ج ثانی تحت قولہ (وجاھد فی اللہ حق جہادہ)

کرنا اور خروج کرنا منع نہیں خصوصاً جبکہ ابھی اس کی بیعت لی جا رہی ہو۔

حاصل مرام یہ ہے کہ امام عادل کا خلاف کرنا ناجائز ہے امام جائر کے خلاف خروج ہو تو وہ جائز ہے۔

اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے مقام پر مجتہد تھے اور اپنے اجتہاد کی بنا پر حق پر تھے۔ وہ شہید ہیں اور مثاب ہیں لیکن باغی کے حکم میں نہیں ہیں۔

جن لوگوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے جواز کا قول کیا ہے وہ بالکل غلط ہیں امام کے مقابلہ کی منع والی روایات سے انہوں نے استدلال کیا اور یہ ان سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ وہاں امام عادل ہونے کی شرط ہے۔

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دور میں امامت اور عدالت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کون زیادہ عادل شخص تھا؟

ومن اعدل من الحسين في زمانه في امامته و عدالته في قتال اهل الاراء۔[1]

تائید

اور ابن کثیرؒ نے بھی اس مسئلہ میں یہی چیز درج کی ہے کہ جناب حسین رضی اللہ عنہ کے درجہ اور برابری کا کوئی شخص اس وقت نہ تھا (اور لوگوں کے نزدیک یزید معظم و موقر نہیں تھا اور نہ ان کے پایہ کا تھا)۔

بل الناس انما ميلهم الى الحسين لانه السيد الكبير وابن بنت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فليس على وجه الارض يومئذ احد يساميه ولا يساويه ولكن الدولة اليزيدية كانت كلها تناوئه۔[2]

یعنی اس دور کے لوگ بیشک جناب حسین رضی اللہ عنہ کی طرف میلان رکھتے تھے کیونکہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سید کبیر تھے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے۔

---

[1] تاریخ علامہ ابن خلدون ص ۳۸۴ ج اول تحت مقتل الحسین بن علی رضی اللہ عنہ

[2] البدایۃ لابن کثیرؒ ص ۱۵۱ ج ۸ تحت قصۃ الحسین وسبب خروجہ --- الخ۔

پس اس وقت ان کے برابر و مساوی کوئی شخص نہ تھا لیکن یزیدی حکومت ان کے ساتھ دشمنی و عداوت رکھتی تھی۔

ابن حجر العسقلانی کی تحقیق

ابن حجر العسقلانی نے اپنی مشہور تصنیف "فتح الباری شرح بخاری" میں اس مقام میں اس طرح تحقیق ذکر کی ہے۔

ابن حجر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خوارج کے متعلق ایک روایت ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر یہ لوگ امام عادل کی مخالفت میں کھڑے ہوں تو ان کے ساتھ قتال کرو اور اگر یہ لوگ امام جائر (اور فاسق) کا خلاف کریں تو ان کے ساتھ قتال مت کرو کیونکہ ان کے لیے مقال (اور تاویل) ہے۔

اس کے بعد ابن حجر فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ اسی بات پر محمول کیا جائے گا اور پھر اہل مدینہ کا حرہ والا معاملہ بھی اسی بات پر محمول ہوگا۔

وقد اخرج الطبری لبسند صحیح عن عبداللہ بن الحرث عن رجل من بنی مضر عن علی وقد ذکر الخوارج فقال ان خالفوا اماما عدلا فقاتلوهم وان خالفوا اماما جائرا فلا تقاتلوهم فان لهم مقالا (قلت) وعلی ذالک یحمل ما وقع للحسین بن علی رضی اللہ عنہ ثم لاهل المدینة فی الحرة۔[1]

حاصل مقصد یہ ہے کہ:۔۔۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے امام جائر کی مخالفت کی اور اس کی اطاعت قبول نہ کی۔ یہ اس مسئلہ میں معذور کے حکم میں تھے اور ان کے لیے مقال (اور تاویل) تھی۔

فلہذا اس بنا پر امام موصوف رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرکے ان کو قتل کردینا جائز نہیں تھا۔

---

[1] فتح الباری شرح بخاری لابن حجر ص ۲۵۳۔ ۲۵۴ جلد ۱۲ تحت باب من ترک قتال الخوارج للتالف۔۔۔ الخ 'کتاب استقامۃ المرتدین والمعاندین وقتالہم۔

ہر سہ امور کا مطالبہ

اس کے بعد ہم دیگر اکابر علماء کے حوالہ جات پیش کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے اس مقام میں جناب حسین رضی اللہ عنہ کی جانب سے تین امور کا مطالبہ پیش کیا جانا درج کیا ہے اور یہ مسئلہ متعدد علماء نے ذکر کیا ہے۔

چنانچہ ابن عساکر نے اس چیز کو بعبارت ذیل پیش کیا ہے:---

وبعث عبيدالله بن زياد عمر بن سعد فقاتلهم فقال الحسين يا عمر اختر منى ثلاث خصال اما ان تتركنى ارجع كما جئت فان ابيت هذه فسيرنى الى يزيد فاضع يدى فى يده فيحكم ما راى فان ابيت هذه فسيرنى الى الترك فاقاتلهم حتى اموت - الخ[1]

مطلب یہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے قتال کے لیے بھیجا تو اس موقعہ پر جناب حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد کو یہ پیش کش کی کہ اے عمر! میری طرف سے تین امور میں سے ایک بات کو آپ اختیار کریں۔

- ☆ یا تو مجھے چھوڑ دیا جائے میں جہاں سے آیا ہوں وہیں لوٹ جاتا ہوں۔
- ☆ اگر یہ بات نہیں تو تم مجھے یزید کی طرف لے چلو تاکہ میں اپنے ہاتھ کو اس کے ہاتھ میں دے دوں۔
  پھر وہ میرے متعلق جو حکم کرے۔
- ☆ اگر یہ بھی آپ نہیں مانتے تو مجھے ترک کی طرف روانہ کردو میں ان سے اپنی موت تک قتال کروں گا۔

ان امور کو عمر بن سعد نے ابن زیاد کی طرف ارسال کیا تاکہ وہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی طرف بھیجے تو اس پر شمر ذی الجوشن نے کہا کہ اس طرح نہیں ہو سکتا بلکہ حسین رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد کے سامنے بیعت کا حکم تسلیم کرنا ہو گا۔

لیکن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس بات کو قبول نہیں کیا---الخ اور باہم قتال واقع ہوا۔

---

[1] مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۴۷ ج ۷ تحت الحسین بن علی رضی اللہ عنہ

اور علامہ الذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ان کی طرف سے تین امور پیش کرنے کا مسئلہ بعبارت ذیل ذکر کیا ہے۔

قال الحسین حین نزلوا کربلا ما اسم هذه الارض؟ قالوا کربلا قال کرب و بلاء و بعث عبیدالله لحربه عمر بن سعد فقال یا عمر اختر منی احدی ثلاث اما تترکنی ارجع او فسیرنی الی یزید فاضع یدی فی یده فان ابیت فسیرنی الی الترک فاجاهد حتی اموت- فبعث بذالک الی عبید الله فهم ان یسیره الی یزید فقال له شمر ابن ذی الجوشن لا الا ان ینزل علی حکمک فارسل الیه بذالک فقال الحسین والله لا افعل وابطا عمر عن قتاله فبعث الیه عبیدالله شمر بن ذی الجوشن فقال ان قاتل والا فاقتله وکن مکانه -[1]

مندرجہ بالا عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جس وقت مقام کربلا میں پہنچے تو اس وقت آنجناب نے اس مقام کے نام کے متعلق دریافت فرمایا کہ اس مقام کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس کا نام کربلا ہے تو جناب نے فرمایا کرب وبلاء (مصیبت اور آزمائش ہے)

عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کے لیے عمر بن سعد کو بھیجا حضرت حسینؓ کے پاس جب وہ پہنچا تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری طرف سے تین چیزوں میں سے ایک چیز اختیار کرلو۔

- ✯ یا تو جس طرف سے میں آیا ہوں مجھے واپس جانے دو۔
- ✯ یا مجھے یزید کی طرف جانے دو میں اپنے ہاتھ کو اس کے ہاتھ میں رکھوں گا۔

---

[1] (۱) سیر اعلام النبلاء للذہبیؒ ص ۲۰۹۔ ۲۱۰ تحت تذکرہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ۔
(۲) البدایۃ لابن کثیرؒ ص ۱۷۰ ج ۸ بروایت القاسم بن سلام (تحت الحسین بن علی رضی اللہ عنہ)

☆ اگر اس بات کا بھی انکار کرتے ہو تو مجھے ترکوں کی سرحد کی طرف جانے دو تاکہ میں وہاں جاکر اپنے انتقال تک جہاد کروں۔

عمر بن سعد نے اس معاملہ کو ابن زیاد کی طرف بھیجا اس نے یزید کی طرف لے جانے کی تجویز کا ارادہ کیا لیکن شمر ذی الجوشن نے کہا کہ نہیں یہاں ابن زیاد کے حکم کو ماننا ہوگا اس کے ہاتھ پر بیعت ہوگی) تو جناب حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسا نہیں کروں گا (پھر اس پر قتال واقع ہوا)

اسی طرح ان تین امور کے پیش کیے جانے کے واقعہ کو مشہور تاریخ طبری میں ابن جریر نے (جلد سادس ص ۲۲۰ تحت سنۃ ۶۰ھ طبع قدیم) حدیث عمار الدھنی کے تذکرہ میں درج کیا ہے۔

اور ابن جریر الطبری نے اپنی اسی تاریخ کے دوسرے مقام پر ص ۱۹ ج ۷ تحت سنۃ ۶۵ھ (حالات خلافت معاویہ بن یزید) میں بھی ان ۳ امور کو درج کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا مشاہر مؤرخین نے ۳ امور کے پیش کیے جانے کے واقعہ کو اپنی تصانیف میں بار بار ذکر کیا ہے پھر اس کو ابن زیاد اور اس کے کارندوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اس پیشکش کو تسلیم نہیں کیا پھر اس کے بعد قتال واقع ہوا۔

شیعہ کے حوالہ جات

اس کے بعد مسئلہ ہذا کی تائید اور تصدیق کے لیے ہم اب شیعہ کے اکابر علماء کی تصانیف سے ۳ امور کے پیش کیے جانے کا مسئلہ نقل کرتے ہیں اور نقل بلفظہ ہے اور صحیح ہے اور اپنی طرف سے یہ چیز نہیں پیش کر رہے بلکہ ہم اس معاملہ میں ناقل ہیں۔
اس چیز کو ناظرین کرام خوب ملحوظ رکھیں۔

1. ابوالفرج الاصبہانی المتوفی ۳۵۶ھ نے اپنی مشہور تصنیف "مقاتل الطالبیین" میں اس چیز کو بعبارت ذیل ذکر کیا ہے:---

قال فوجه الی عمر بن سعد فقال ماذا تریدون منی انی مخیرکم ثلثا ان تترکونی الحق بیزید او ارجع من حیث جئت او امضی الی بعض ثغور

المسلمین ---الخ[1]

یعنی جناب امام حسین نے اپنے مقابلین کو فرمایا کہ۔

☆ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں یزید کو جا کر ملوں۔

☆ یا جہاں سے میں آیا ہوں ادھر مجھے لوٹنے دو۔

☆ یا میں مسلمانوں کی کسی سرحد کی طرف جانا چاہتا ہوں ادھر مجھے جانے دیا جائے۔

◆ الشیخ المفید (المتوفی ۴۱۳ھ) نے اپنی مشہور تصنیف "الارشاد" میں ذکر کیا ہے کہ:---

ان یرجع الی المکان الذی هو منه اتی او یسیر الی ثغر من الثغور فیکون رجلا من المسلمین له مالهم و علیه ما علیهم

او یاتی امیر المومنین یزید فیضع یده فی یده فیری فیما بینه و بینه ---الخ[2]

◆ تلخیص الشافی میں یہی مسئلہ صاحب کتاب نے عبارت ذیل درج کیا ہے

وقد روی انه قال لعمر بن سعد ---[3]

او ان اضع یدی علی ید یزید فهو ابن عمی یری فی رایه ---الخ

◆ اور ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار جلد عاشر میں لکھا ہے۔

فیضع یده فی یده فیری فیما بینه و بینه رایه ---الخ

---

[1] مقاتل الطالبین لابی الفرج الاصبہانی طبع بیروت جلد اول رجع الحدیث الی مقتلہ صلوات اللہ علیہ۔

[2] الارشاد للشیخ المفید الشیعی ص ۲۱۲ فی ذکر حالات الحسین رضی اللہ عنہ طبع طہران۔

[3] (۱) تلخیص الشافی ص ۱۸۶ ج ۴ فصل فی ذکر امامۃ الحسن والحسین کے آخر میں طبع طہران طبع ثالث (از شیخ ابو جعفر الطوسی المتوفی ۴۶۰ھ)

(۲) تلخیص الشافی مع الشافی طبع قدیم ص ۱۷۱ تحت مسئلہ ہذا۔

بحار الانوار از ملا باقر مجلسی الشیعی ص ۲۱۱ ج ۱۰ جلد عاشر تحت ماجری علیہ بعد بیعت الناس لیزید طبع قدیم ایرانی

❶ اور شیخ عباس القمی نے منتہی الامال میں نقل کیا ہے کہ

یا آنکہ برود در نزد امیر یزید دست خود را در دست او نہد تا او برچہ خواہد بکند الخ۔

منتہی الامال از شیخ عباس قمی ص ۳۴۵ جلد اول تحت گفتگو نمودن امام با عمر بن سعد طبع مہران۔

نوٹ شیعہ صاحبان کے مندرجہ بالا حوالہ جات کا الگ الگ ترجمہ دینے کی کوئی خاص حاجت نہیں ہے کیونکہ ان عبارات کا مفہوم اور مطلب وہی ہے جو سابقہ سطور میں متعدد بار مذکور ہوا ہے۔

تنبیہ

تنبیہ مسئلہ ہذا کو دیگر علمائے شیعہ نے بھی اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے۔ مثلاً اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ اور عمدۃ الطالب وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اصل مسئلہ کے اثبات اور تائید کے لیے اس قدر حوالہ جات کافی ہیں۔

حاصل بحث

مندرجہ بالا روایات کی روشنی میں یہ چیز ثابت ہوئی کہ:---

۱۔ جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ وقتی حالات کے تقاضوں کی بنا پر اپنے موقف پر نظر ثانی کے لیے آمادہ ہو گئے تھے۔

تو اس صورت میں آنموصوف مفارق للجماعت نہ ہوئے اور امیر وقت کے باغی نہ ٹھہرے۔

۲۔ وہ روایات جن میں امیر وقت کے خلاف کرنے کی وعیدات پائی جاتی ہیں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ان کے مصداق نہیں اور وہ وعیدیں ان کو شامل نہیں ہوتیں۔

۳۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قاتل ظالم اور سفاک تھے انہوں نے

اپنے غلط کردار اور متشددانہ کارروائی سے آنموصوف رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو ظلماً شہید کر ڈالا۔

اس طریقہ سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مع اپنے ساتھیوں کے رتبہ شہادت پر فائز ہوئے اور ان کے قاتلین کو اہل اسلام میں نفرت و حقارت کے سوا کچھ نصیب نہ ہوا۔

سر مبارک کا یزید کے ہاں پیش کیا جانا

جس وقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو پہلے وہ اس قتل پر خوش ہوا مگر اس کے بعد جلد ہی اس فعل پر نادم ہوا اور اس نے ابن مرجانہ (عبیداللہ بن زیاد) پر لعنت کی اور کہا:---

لعن الله ابن مرجانة فانه اخرجه واضطره وقد كان ساله ان يخلى سبيله او ياتنى او يكون بثغر من ثغور المسلمين حتى يتوفاه الله فلم يفعل بل ابى عليه وقتله

فبغضنى بقتله الى المسلمين' وزرع لى فى قلوبهم العداوة فابغضنى البر والفاجر بما استعظم الناس من قتلى حسينا' مالى ولابن مرجانة قبحه الله وغضب عليه[1]

یعنی یزید نے کہا کہ ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خروج پر مجبور کر دیا حالانکہ حسین رضی اللہ عنہ نے اس بات کا سوال کیا تھا کہ:---

۱۔ وہ ان کا راستہ چھوڑ دے اور خالی کر دے (یعنی واپسی سے مانع نہ ہو)
۲۔ یا حسین میرے پاس پہنچیں۔ (اور اس مسئلہ میں باہم گفتگو ہو سکے)
۳۔ یا وہ مسلمان کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر چلے جائیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو وفات دے۔

---

[1] البداية لابن کثیرؒ ص ۲۳۲ ج ۸ تحت ترجمہ یزید بن معاویۃ۔ (طبع اول مصر)
(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی جلد ۳ ص ۲۱۴ تحت الحسین بن علی رضی اللہ عنہ

لیکن ابن زیاد نے ان باتوں کو تسلیم نہ کیا بلکہ ان پر انکار کیا اور ان کو قتل کر دیا ابن مرجانہ (ابن زیاد) نے قتل حسین کی وجہ سے مسلمانوں کے ہاں مجھے مبغوض بنا دیا اور ان کے قلوب میں میری عداوت گاڑ دی--- ابن مرجانہ پر اللہ غضب کرے۔ الخ

تنبیہ

مندرجہ حوالہ سے واضح ہوا کہ ۳ امور پیش کیے جانے کا واقعہ حقیقت میں پیش آیا تھا جیسا کہ کبار علماء و مصنفین نے اسے نقل کیا ہے اور خود یزید بھی اس واقعہ کو دہرا کر ذکر کر رہا ہے اور اس واقعہ کو شیعہ اکابرین اور شیعہ علماء نے بھی پوری وضاحت کے ساتھ اپنی تصانیف میں درج کیا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں اسے ایک ترتیب سے نقل کیا گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے داعیان کا کردار

اس مقام میں ایک مسئلہ کی وضاحت پیش کر دینا مفید معلوم ہوتی ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق اہل کوفہ نے پہلے اپنے امام ہونے کا اقرار کیا اور ان کو اپنے ہاں کوفہ میں آنے کی دعوت دی اور امداد و نصرت کا وعدہ کیا۔

لیکن پھر جب امیر شام کی طرف سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ معارضہ اور مقابلہ کا حکم پہنچا تو یہی لوگ اپنے امام کی نصرت و امداد سے دست بردار ہو گئے اور حکام وقت کے ساتھ مل کر ان کے خلاف قتال کیا اور آخر کار شہید کر دیا۔

یہ چیز اپنی جگہ پر حقیقت واقعہ کے درجہ میں ہے اور کوئی فرضی تخیل نہیں اس پر ہم آئندہ سطور میں چند ایک حوالہ جات شیعہ و سنی کتب سے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ان حوالہ جات میں مضمون بالا بالصراحت مذکور ہے۔

1

اس چیز کے متعلق پہلے تو مسلم بن عقیل کا قول تحریر کیا جاتا ہے اس میں مسلم بن عقیل نے کوفیوں کی غداری اور بے وفائی کا اقرار کیا۔

مسلم کا یہ اس وقت کا بیان ہے جب ان کے ساتھ بیعت کرنے والے لوگ آہستہ آہستہ سب کے سب ان سے دست کش ہو گئے اور روگرداں ہو گئے اور ابن زیاد نے ان کو گرفت میں لیا اور قتل کی تیاری ہو گئی۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں مسلم بن عقیل کے یہ آخری الفاظ اس طرح درج کیے ہیں:---

ویقول اللهم احکم بیننا وبین قوم غرونا وکذبونا ثم خذلونا حتی دفعنا الی ما دفعنا الیه۔[1]

--- اے اللہ ہمارے درمیان اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما جنہوں نے ہمارے ساتھ فریب کاری کی اور دھوکہ دیا اور جھوٹ بولا پھر ہم کو رسوا کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے ہمیں اس حالت پر پہنچا دیا (کہ ہم قتل کیے جا رہے ہیں) اس کے بعد مسلم بن عقیل کو قتل کر دیا گیا۔

2

پھر اس کے بعد جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اپنے ارشادات ملاحظہ ہوں:---

واقعہ شہادت سے قبل جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ مسلم بن عقیل ہانی بن عروۃ اور عبداللہ یقطر وغیرہ شہید کر دیئے گئے ہیں تو آنموصوف رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا اور مندرجہ ذیل کلام ارشاد فرمایا:---

اس کو الشیخ المفید الشیعی اپنی مشہور تصنیف "الارشاد" میں ذکر کرتے ہیں کہ:---

وقد خذلنا شیعتنا فمن احب منکم الانصراف فلینصرف فی غیر حرج لیس معه ذمام۔[2]

اور اسی کلام کو ملا باقر المجلسی الشیعی نے ذرا تفصیل سے عبارت ذیل نقل کیا ہے کہ:---

پس حضرت اصحاب خود را جمع کرد و فرمود کہ خبر بما رسید کہ

---

[1] کتاب الثقات لابن حبان ص ۳۰۸ ج ۲ تحت میر مسلم بن عقیل۔

[2] الارشاد للشیخ المفید ص ۲۰۵ تحت عنوان توجہ الحسین رضی اللہ عنہ الی الکوفۃ طبع طہران۔

مسلم بن عقیل وهانی بن عروة وعبدالله یقطر را شهید کردند- شیعان مادست از یاری ما برداشته اند--- هر که خواهد از ماجدا شود براد حرفے نیست-[1]

مذکورہ بالا ہر دو حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ:---

جناب حسین رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا مسلم بن عقیل' حانی بن عروۃ اور عبداللہ یقطر کے متعلق ہمیں خبر پہنچی ہے کہ ان حضرات کو شہید کر دیا گیا ہے فرمایا کہ ہمارے شیعوں نے ہمیں رسوا کر دیا اور امداد سے دست بردار ہو گئے۔ پس جو شخص یہاں سے واپس جانا چاہتا ہے واپس چلا جائے اس پر کوئی عیب اور اعتراض نہیں۔

3

حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایۃ" میں اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "تہذیب التہذیب" میں سیدنا حسین کا کلام نقل کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:---

فقتل اصحاب الحسين رضی اللہ عنہ كلهم وفيهم بضعة عشر شابا من اهل بيته وجائه سهم فاصاب ابناله فی حجره فجعل یمسح الدم ويقول--- اللهم احكم بيننا وبين قوم دعونا لينصرونا فقتلونا[2]

یعنی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے جب تمام ساتھی شہید کر دیئے گئے ان میں دس سے زیادہ جوان اہل بیت حسین رضی اللہ عنہ سے تھے۔ اس وقت آنجناب رضی اللہ عنہ اپنے چھوٹے بیٹے کو اپنی گود میں لیے ہوئے تھے کہ اس کو ایک تیر آ کر لگا۔ اس کے خون کو جناب حسین رضی اللہ عنہ نے صاف کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] جلاء العیون لملا باقر المجلسی الشیعی ص ۴۲۱ تحت واقعہ ہذا۔

[2] (۱) البدایہ لابن کثیرؒ ص ۱۹۷ ج ۸ تحت مقتل حسین رضی اللہ عنہ سنۃ ۶۱ھ۔

(۲) تہذیب التہذیب ص ۳۵۳ جلد ثانی تحت حالات حسین رضی اللہ عنہ

(۳) مروج الذہب للمسعودی الشیعی ص ۷۰ ج ۳ تحت ذکر ایام یزید بن معاویہ مقتل حسین۔

اے اللہ! ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما جس نے ہمیں دعوت دی تاکہ ہماری مدد کریں لیکن پھر انہوں نے ہمیں قتل کر ڈالا۔

4

اس کے بعد یہی مضمون جناب سیدنا علی بن الحسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (زین العابدین رضی اللہ عنہ) کے کلام میں پیش کیا جاتا ہے۔

جناب زین العابدین فرماتے ہیں کہ:

یہ وہ موقعہ ہے کہ کربلا میں سب حضرات کی شہادت واقع ہو چکی ہے اور یہ قافلہ کربلا سے کوفہ کے نزدیک پہنچا ہے تو اس وقت اہل کوفہ مرد و زن گریہ کرتے ہوئے باہر نکلے۔

یندبن مشققات الجیوب والرجال معهم یبکون- فقال زین لعابدین بصوت ضئیل قد نهکته العلة ان هئولاء یبکون علینا فمن قتلنا غیرهم -[1]

اس کا حاصل یہ ہے کہ اس حال میں کوفہ کی خواتین نوحہ اور بین کر رہی تھیں اور اپنے گریبان پھاڑ رہی تھیں اور مرد حضرات ان کے ساتھ رو رہے تھے (اس منظر کو دیکھ کر) جناب زین العابدین نے اپنی کمزور آواز کے ساتھ ارشاد فرمایا درآنحالیکہ بیماری نے ان کو نڈھال کر رکھا تھا۔ "یہ لوگ ہم پر گریہ زاری کر رہے ہیں' ہمیں ان کے بغیر کس نے قتل کیا ہے؟--- مطلب یہ ہے کہ امام زین العابدین کا ارشاد ہے کہ ہم کو قتل بھی ان لوگوں نے کیا ہے اور ہم پر روتے بھی یہی ہیں۔

اس موقعہ پر جناب زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو خطاب کرتے ہوئے جو کلام فرمایا وہ ذیل میں الاحتجاج للطبرسی سے پیش کیا جاتا ہے۔

ایها الناس ناشدتکم بالله هل تعلمون انکم

---

[1] (۱) احتجاج للطبرسی الشیعی ص ۱۵۶ تحت بحث ہذا۔

(۲) تاریخ یعقوبی ص ۲۴۵ ج ۲ تحت مقتل حسین بن علی رضی اللہ عنہ ۔

کتبتم الی ابی وخدعتموہ واعطیتموہ من انفسکم العہد والمیثاق والبیعۃ قاتلتموہ وخزلتموہ فتبا" لکم ماقدمتم لانفسکم وسنوۃ لرایکم---
(اسی خطبہ میں اہل کوفہ کو خطاب کرکے فرمایا)---
فقال علی بن الحسین ھیہات ھیہات ایہا الغدرۃ المکرۃ---الخ[1]
مندرجہ بالا عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ:
اے لوگو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں تم یقیناً جانتے ہو کہ تم نے میرے والد (سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ) کی طرف دعوتی مکتوب لکھے اور تم نے ان کے ساتھ فریب کاری کی اور تم نے میرے والد کے ساتھ پختہ میثاق اور بیعت کے عہد کیے لیکن تم نے ان سے قتال کیا اور ان کو رسوا اور ذلیل کیا۔ اور ہلاکت ہو تمہارے لیے--- (آگے چل کر فرماتے ہیں) الخ۔
بہت افسوس بہت افسوس اے دھوکہ کرنے والو! اے فریب کرنے والو!
اسی طرح اس موقعہ پر حضرت زینب بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا نے بھی اہل کوفہ کو مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ خطاب کیا۔
ثم قالت بعد حمد اللہ تعالی والصلواۃ علی رسولہ ع اما بعد یا اہل الکوفۃ یا اہل الختل والغدر والخذل---الخ[2]
یعنی حمد و صلوٰۃ کے بعد حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ اہل کوفہ! اے بدعہدی اور بے وفائی کرنے والو! اے رسوا کرنے والو!---الخ
مندرجہ بالا حوالہ جات سے واضح ہوا کہ جو کوفی اور عراقی امام کے داعی تھی اظہار

---

[1] الاحتجاج للطبرسی الشیعی ص ۱۵۷ تحت احتجاج علی بن الحسین علیہ السلام علی اہل کوفہ حین خرج من الفسطاط۔ (طبع قدیم ایران)
[2] الاحتجاج للطبرسی الشیعی ص ۱۵۶ تحت خطبۃ زینب بنت علی بن ابی طالب بحضرۃ اہل الکوفۃ فی ذالک الیوم---الخ-- طبع قدیم' ایران۔

اطاعت و محبت کرنے والے تھے' انہوں نے ہی یہ دغابازی کی۔ بروقت برگشتہ ہو گئے اور اہل شام کے ہم نوا ہو گئے اور ان کے ساتھ مل کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا۔

شیعہ کی طرف سے تائید

اسی طرح شیعہ کے کبار مجتہدین حضرات نے مقتل حسین رضی اللہ عنہ میں حاضر ہونے والوں کے متعلق تجزیہ کیا ہے چنانچہ المسعودی الشیعی نے "مروج الذہب" میں لکھا ہے کہ:

و کان جمیع من حضر مقتل حسین من العساکر و حاربہ وتولی قتلہ من اہل الکوفۃ خاصۃ" لم یحضرھم شامی۔"[1]

یعنی مقتل حسین میں حاضر ہونے والے تمام لشکری اور محاربت کرنے والے تمام لوگ جو آنجناب کے قتل کے مرتکب ہوئے خصوصاً اہل کوفہ میں سے تھے اور اہل شام میں سے کوئی ان میں حاضر نہیں ہوا۔

اور ملا باقر المجلسی نے بحار الانوار میں لکھا ہے کہ:

حاربہ و تولی قتلہ' من اہل الکوفۃ خاصۃ" لم یحضرھم شامی۔" الخ[2]

حاصل کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ نے اپنے ہاں اپنے امام ہونے کی حیثیت سے۔۔ دعوت دی نصرت و متابعت کا یقین دلایا اور متبعین امام ہونے کے دعویدار ہوئے۔

لیکن آخر میں یہی لوگ اپنے وعدوں سے پھر گئے اور اپنے امام کی اطاعت و نصرت

---

[1] مروج الذہب للمسعودی الشیعی ص ۷۱ ج ۳ تحت ذکر ایام یزید بن معاویہ۔

[2] بحار الانوار لملا باقر المجلسی الشیعی ص ۲۳۱ ج ۱۰ تحت مسئلہ ہذا۔ طبع قدیم ایران تحت بحث ماجری علیہ بعد بیعۃ الناس یزید۔

سے دست بردار ہو گئے اور انجام کار اہل شام کے طرف دار ہو گئے۔ اور ان سے مل کر آنموصوف رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کر ڈالا۔

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فرمودات

گزشتہ سطور میں ہم نے چند ایک حوالہ جات شیعہ دوستوں کی کتابوں سے نقل کیے ہیں۔ اب اس مسئلہ پر اس دور کے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نظریات ذکر کیے جاتے ہیں جن سے یہ مسئلہ مزید واضح ہوتا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ تشریف فرما تھے ایک شخص نے آکر مسئلہ دریافت کیا کہ مچھر کا خون بہانے پر محرم (احرام باندھنے والے) کے لیے کیا حکم ہے؟ اور اس کا کیا کرنا چاہیے؟

تو اس کے جواب میں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سائل سے دریافت کیا۔

فقال ممن انت؟ قال من اهل العراق قال انظروا الی هذا یسالنی عن دم البعوض وقد قتلوا ابن رسول الله وقد سمعت رسول الله ﷺ یقول! هما ریحانتی من الدنیا رضی اللہ عنہما۔

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ تو اس نے کہا اہل عراق سے ہوں تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! اس شخص کی طرف دیکھو یہ شخص مجھ سے مچھر کے خون بہا کا مسئلہ دریافت کرتا ہے حالانکہ انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ کی اولاد کو قتل کر ڈالا اور ان کا خون بہایا۔

میں نے جناب نبی اقدس ﷺ سے سنا ہے۔ آپ صلعم فرماتے تھے کہ یہ میرے دونوں نواسے (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) دنیا میں میرے لیے خوشبو ہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مندرجہ بالا واقعہ مقامات ذیل میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔[1]

---

[1] (۱) مشکوٰۃ شریف ۵۶۹ الفصل الاول تحت مناقب اہل البیت بحوالہ بخاری شریف۔
(۲) الادب المفرد للبخاری ص ۱۶ تحت باب الولد مبخلۃ و مجبنۃ۔

(باقی دوسرے صفحے پر)

امہات المومنین میں سے ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کے پاس جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو اس وقت آنموصوفہ رضی اللہ عنہا نے اہل عراق (کوفیوں) پر لعنت کی اور فرمایا کوفیوں عراقیوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو قتل کرے۔ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دھوکے میں ڈالا اور ذلیل کیا اللہ تعالیٰ ان پر لعنت برسائے۔

(۱۳۹۲)حدثنا شهر بن حوشب قال سمعت ام سلمة تقول حين جاء نعي الحسين بن علي لعنت اهل العراق و قالت قتلوه قتلهم الله غروه و ذلوه لعنهم الله ... الخ[1]

مختصر یہ ہے کہ مندرجات بالا کے ذریعے اس دور کے اکابر حضرات کے نظریات واضح ہو گئے۔

ان حضرات نے جناب حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے ذمہ دار ان عراقیوں کوفیوں کو قرار دیا جنہوں نے حضرت موصوف رضی اللہ عنہ کو اپنا امام اور حاکم وقت تسلیم کیا اور انہیں دعوت دی اور پھر ان کی نصرت اور حمایت سے دست بردار ہو گئے اور آنجناب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا موجب ٹھہرے۔

گویا کہ واقعہ ہذا کے اصل ذمہ دار ان حضرات کے نزدیک یہی کوفی ہیں۔ اہل شام کی امداد کر کے شامیوں کو اپنے مقصد میں کامیاب کرنے والے یہی لوگ ہیں۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۳) المصنف لعبد الرزاق ص ۳۱۳ ج ۴ تحت باب القمل۔

(۴) کتاب فضائل الصحابہ لامام احمدؒ ص ۷۸۲ ج ثانی روایت ۱۳۹۲ طبع مکہ مکرمہ۔

(۵) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۱۸ ج ۷ تحت الحسن بن علی رضی اللہ عنہ۔

(۶) تہذیب تاریخ ابن عساکر لابن بدران ص ۳۱۴ ج ۴ تحت الحسین رضی اللہ عنہ۔

[1] (۱) کتاب فضائل الصحابۃ لامام احمدؒ ص ۷۸۲ ج ثانی روایت ۱۳۹۲ طبع مکہ۔

(۲) المسند لامام احمدؒ ص ۲۹۸ ج ۶ تحت مسندات ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔

نماز کا اہتمام

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس مشکل اور شدید مصیبت کے وقت میں بھی عبادت خداوندی کا اہتمام پوری طرح ملحوظ رکھا گیا اور نمازوں کو ضائع ہونے سے ہر مرحلہ پر بچایا اور ان کو ادا کرنے کے لیے پوری پوری سعی کی۔

مورخین نے واقعہ کربلا کے کئی مراحل ذکر کیے ہیں ان میں ایک موقعہ پر ذکر کرتے ہیں کہ:---

۱۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں اور ہمراہیوں نے کربلا کے میدان میں رات گزاری اور ان کی صورت حال یہ تھی کہ:--- یہ حضرات نماز پڑھ رہے تھے اور استغفار کر رہے تھے اور اپنی جگہ دعائیں مانگ رہے تھے اور زاری اور عاجزی میں مشغول تھے اور مقابل اسپ سوار ان کو گھیرے میں لے کر نگرانی کرتے ہوئے آس پاس گھوم رہے تھے---

وبات الحسين واصحابه طول ليلهم يصلون ويستغفرون ويدعون ويتضرعون وخيول حرس عدوهم تدور من ورائهم---الخ[1]

۲۔ اور اہل تاریخ اس مسئلہ کو ایک اور مقام میں اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ مخالفین کے ساتھ جس روز قتال ہوا ہے اس دن امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر میدان ہذا میں نماز ادا فرمائی اور بتیس سوار اور چالیس پاپیادہ افراد اس میں شامل اور حاضر تھے۔

وصلى الحسين ايضا باصحابه وهم اثنان وثلاثون فارسا واربعون راجلا---الخ[2]

ایک دیگر موقعہ پر مورخین نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق نماز کے اہتمام کا مسئلہ بایں طور ذکر کیا ہے کہ۔

---

[1] البدایہ لابن کثیرؒ ص ۱۷۷ ج ۸ تحت صفۃ مقتلہ رضی اللہ عنہ ماخوذۃ من کلام ائمۃ---الخ۔
[2] البدایہ لابن کثیرؒ ص ۱۷۸ ج ۸ تحت صفۃ مقتل (الحسین بن علی رضی اللہ عنہ)

فریق مخالف کے ساتھ (میدان ہذا) میں قتال شروع تھا ظہر کا وقت ہو گیا تو آنجناب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا "فریق مقابل کو کہو قتال سے رک جائیں حتیٰ کہ ہم نماز ادا کرلیں۔"

دخل علیہم وقت الظہر فقال الحسین رضی اللہ عنہ مروھم فلیکفوا عن القتال حتی نصلی---الخ[1]

ایسے شدید مراحل میں فرائض خداوندی ادا فرما کر آئمہ کرام نے اپنے کردار سے واضح کر دیا کہ اسلام میں نماز ایسا فریضہ ہے جو کسی وقت اور کسی مرحلہ میں معاف نہیں ہو سکتا۔

اہل اسلام کو اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔

---

[1] البدایہ لابن کثیر ص ۱۸۳ ج ۸ تحت واقعہ ہذا۔

ماتم کا مسئلہ اسلام کی نظروں میں

صبر کی تلقین اور ماتم سے منع

ہم نے قبل ازیں سیرت علوی ص ۵۱۰ تحت عنوان "ماتم" میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے لیکن بالاختصار یہاں بھی درج کیا جاتا ہے اس مسئلہ میں اسلام کی تعلیمات اور ہدایات واضح ہیں کہ مصائب کے وقت مومن کو صبر اختیار کرنا چاہیے اور ہر قسم کی جزع و فزع سے اجتناب کرنے کا حکم ہے۔

قرآنی آیات اور احادیث نبویہ میں اس مسئلہ کے متعلقہ متعدد احکامات پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک نصوص پیش خدمت ہیں:---

مثلاً ارشاد خداوندی ہے کہ:---

یایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ -ان اللہ مع الصابرین (البقرہ پ ۲)

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولافی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا ان ذالک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم واللہ لا یحب کل مختال فخور- (پارہ ۲۷ سورۃ الحدید)

اور ارشاد رسالت اس طرح ہے کہ:---

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب و دعی بدعوی الجاهلیة متفق علیہ۔[1]

عن ابی بردة --- ان رسول اللہ ﷺ قال انا بری ممن حلق وصلق وخرق - متفق علیہ[2]

مندرجہ بالا آیات کا مفہوم ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

آیت اول:--- اے ایمان والوا صبر اور نماز کے ساتھ مدد حاصل کرو ضرور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

آیت دوم۔ کوئی مصیبت زمین میں اور تمہاری جانوں میں نہیں پہنچتی مگر وہ کتاب میں لکھی ہوئی ہے قبل اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں۔ یقیناً یہ کام اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

(ہم نے یہ خبر دی ہے) تاکہ تم غم نہ کھاؤ اس چیز پر جو تمہارے ہاتھوں سے رہ گئی اور نہ خوش ہو تم اس چیز کے ساتھ جو اس نے تم کو عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتے ہر متکبر اور فخر کرنے والے کو۔

اور احادیث منقولہ بالا کا مفہوم یہ کہ۔

۱۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رخساروں پر طمانچے مارے اور گریبانوں کو پھاڑا اور جاہلیت کے دور کی طرح واویلا کیا وہ شخص ہماری جماعت اور امت میں سے نہیں ہے۔

۲۔ ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جناب نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں بری ہوں اس شخص سے جس نے (مصیبت پر) حلق کیا (سر منڈوایا) اور اونچی آواز کے ساتھ نوحہ کیا اور گریبان کو چاک کیا۔

اسلام کے ان واضح فرمودات کے تحت جناب امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے قبل جہاں دیگر نصائح فرمائے وہاں خاص طور پر اپنی گرامی قدر ہمشیرہ حضرت زینب

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۰ تحت باب البکاء علی المیت الفصل الاول۔

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۰ تحت باب البکاء علی المیت الفصل الاول۔

رضی اللہ عنہا کو وصایا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:---

اتقی اللہ واصبری و تعزی بعزاء اللہ ---واعلمی ان اھل الارض یموتون وان اھل السماء لا یبقون وان کل شیی ھالک الا وجہ اللہ الذی خلق الخلق بقدرتہ--- واعلمی ان ابی خیر منی وامی خیر منی واخی خیر منی ولی ولھم ولکل مسلم برسول اللہ اسوۃ حسنۃ - ثم حرج علیھا ان لاتفعل شیا من ھذا بعد مھلکہ -[1]

یعنی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ زینب رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا:--- اللہ تعالیٰ سے ڈرو صبر کرو مصیبت پر اللہ تعالیٰ سے تسکین و تسلی حاصل کرو اور یقین کرو اھل ارض فوت ہو جائیں گے اور اہل السماء باقی نہیں رہیں گے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنی قدرت سے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا۔

یقین کرو کہ میرے والد گرامی مجھ سے بہتر تھے اور میری والدہ محترمہ مجھ سے بہتر تھیں اور میرے برادر مجھ سے بہتر تھے میرے لیے اور ہر مسلمان کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اسوہ حسنہ (عمدہ طریقہ) ہے۔

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جناب زینب رضی اللہ عنہا کو تلقین فرمائی کہ میری وفات کے بعد ان چیزوں (جزع فزع وغیرہ) میں سے کوئی بات نہ کرنا (اور صبر اختیار کرنا)

شیعہ کے بیانات

اسی طرح مشہور قدیم مورخ یعقوبی الشیعی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اپنی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہی وصایا بعبارت ذیل ذکر کیے ہیں:---

وقال لھا یا اختاہ تعزی بعزاء اللہ فان لی ولکل

---

[1] البدایۃ لابن کثیرؒ ص ۱۷۷ ج ۸ تحت صفۃ مقتلہ رضی اللہ عنہ ---الخ۔

مسلم اسوۃ برسول اللہ ثم قال انی اقسم علیک فابری قسمی لاتشقی علی جیبا ولاتخمشی علی وجھا ولاتدعی علی بالویل والثبور۔[1]

یعنی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی گرامی قدر خواہر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا کہ صبر اختیار کرنا اور مصیبت پر اللہ تعالیٰ سے تسلی و تسکین حاصل کرنا میرے لیے اور ہر ایک مسلمان کے لیے جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (اس جہان فانی سے رخصت ہونے میں) اسوہ حسنہ ہے پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو قسم دے کر فرمایا کہ میری قسم کو پورا کرنا اور میری مصیبت پر گریبان چاک نہ کرنا اور اپنے چہرے کو نہ نوچنا اور ہائے وائے کے ساتھ واویلا نہ کرنا۔

اور ملا باقر مجلسی الشیعی نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق وصایا کو ذیل الفاظ کے ساتھ جلاء العیون میں ذکر کیا ہے:۔۔۔

اے خواہر گرامی قدر۔۔۔ گریبان چاک مکنید ورومخراشید واویلا مکنید۔۔۔الخ[2]

یعنی اے ہمشیرہ گرامی! (جب میں ظالموں کی تیغ سے عالم بقا کی طرف رحلت کر جاؤں تو سوگ میں) گریبان چاک نہ کرنا۔

اور اپنے چہرہ کو زخمی نہ کرنا اور بے صبری میں واویلا نہ کرنا الخ۔

تنبیہہ

بعض لوگ منع ماتم کی روایات کے ساتھ جو ایک استثناء (الاعزاء الحسین) کا اضافہ کر کے حسینی ماتم کا جواز پیدا کرتے ہیں وہ ہرگز درست نہیں وجہ یہ ہے کہ جناب امام رضی اللہ عنہ کے آخری وصایا اور فرامین میں یہ استثناء موجود نہیں بلکہ ان فرمودات کے

---

[1] تاریخ یعقوبی الشیعی ص ۲۴۴ ج ۲ تحت مقتل الحسین بن علی رضی اللہ عنہ۔

[2] (۱) جلاء العیون ملا باقر مجلسی ص ۴۳۴ تحت بیان احوال شب عاشورا۔ طبع ایران۔
(۲) ناسخ التواریخ مرزا محمد تقی لسان الملک ص ۲۵۳ ج ۶ کتاب دوم تحت وصیت کردن امام حسین زینب ودیگر اقاب مرد و زن را۔ طبع قدیم۔

برخلاف و متعارض ہے لہذا یہ تاویل صحیح نہیں --- اور توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ --- کا مصداق ہے اور یہ جملہ ان کی اپنی طرف سے اضافہ کیا گیا ہے۔

حاصل مقصد یہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال سے قبل جو وصایا اور ہدایات فرمائی تھیں ان میں سے چند ایک سطور بالا میں ذکر کی ہیں۔

ان بیانات سے ثابت ہوا کہ امام موصوف رضی اللہ عنہ نے اپنے اقارب کو مصیبت پر صبر کرنے کی نہایت ضروری تلقین فرمائی اور بے صبری اور ماتم کرنے سے سخت منع فرمایا اور نصوص صریح کا لحاظ رکھتے ہوئے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ان پر عمل کرنے کی نہایت تاکید فرمائی۔

امام عالی مقام کے ان واضح فرمودات کے بعد بھی اگر کوئی شخص بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے اور ماتم معروفہ کے کاموں کو صواب قرار دیتا ہے تو وہ امام شہید رضی اللہ عنہ کا فرمانبردار نہیں ہے بلکہ آئمہ کرام کے فرامین سے روگرداں ہے اور ان کے تاکیدی احکامات کو پس پشت ڈالنے کا مرتکب ہے۔

تاریخ ماتم

اب ہم اس مقام میں ماتم کی تاریخی حیثیت ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں جس سے واضح ہوگا کہ ماتم (معروفہ) کب شروع ہوا؟ اور کس شخص نے اس کی ابتداء کی؟ اور اس کو قوم میں کس نے رواج دیا؟ اور کس دور میں اس کی افتتاح ہوئی؟

۱۔ چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ دس محرم ۳۵۲ھ / ۹۶۳ء میں معزالدولہ بن بویہ الدیلمی الشیعی نے بغداد میں عوام کو حکم دیا کہ اس روز بازاروں کو بند کر دیا جائے اور خواتین اونی لباس پہنیں اور ننگے سر بازاروں میں کھلے چہروں اور بکھرے ہوئے بالوں سے نکلیں اور اپنے چہروں پر طمانچے لگائیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نوحہ اور بین کریں --- الخ۔

حافظ ابن کثیرؒ البدایہ میں لکھتے ہیں کہ :---

فی عاشر المحرم من هذه السنة (۳۵۲ھ ۹۶۳ء) امر معز

الدولة بن بوية قبحه الله ان تغلق الاسواق وان يلبس النساء المسوح من الشعر وان يخرجن فی الاسواق حاسرات وجوههن ناشرات شعورهن يلطمن و جوههن ينحن علی الحسين بن علی ابن ابی طالب- ولم يمکن اهل السنة منع ذالک لکثرة الشيعة وظهورهم وکون السلطان معهم-[1]

★ اور معزالدولہ الدیلمی الشیعی نے اسی سال دوسری یہ چیز رائج کی کہ بتاریخ ۱۸ ذوالحجہ- (۳۵۲ھ / ۹۶۳ء) کو حکم دیا کہ بغداد میں زیب و زینت کا خوب اظہار کیا جائے-

★ اور ایام عید کی طرح رات کو بازار کھولے جائیں-

★ اور ڈھولک اور بگل وغیرہ بجائے جائیں-

★ اور امراء و کبراء کے ابواب پر آتش روشن کی جائے- یہ سب کچھ عید غدیر اور غدیر خم کی خوشی و شادمانی میں کیا جائے-

وفی ثامن عشر ذی الحجة منها امر معز الدولة بن بوية باظهار الزينة فی بغداد وان تفتح الاسواق بالليل کما فی الاعياد وان تضرب الدبادب والبوقات وان تشعل النيران فی ابواب الامراء و عند الشرط فرحا بعيد الغدير غدير خم- فکان وقتا عجيبا مشهورا و بدعة شنيعة ظاهرة منکرة-[2]

ابن کثیرؒ کے بیانات کے بعد اب علامہ الذہبیؒ کی طرف سے اس موقعہ کی کچھ توضیحات پیش کی جاتی ہیں تاکہ مسئلہ ہذا ناظرین کرام کے سامنے پوری طرح واضح ہو جائے-

---

[1] البدایۃ لابن کثیرؒ ص ۲۴۳ ج ۱۱ تحت سنۃ ۳۵۲ھ طبع اول مصر-

[2] البدیۃ لابن کثیرؒ ص ۲۴۳ ج ۱۱ تحت سنۃ ۳۵۲ھ - طبع اول مصر-

علامہ الذہبی نے العبر میں ذکر کیا ہے۔

(۳۵۲ھ) فیھا یوم عاشوراء الزم معز الدولة اھل بغداد بالنوح والماتم علی الحسین بن علی رضی اللہ عنہ وامر بغلق الاسواق وعلقت علیھا المسوح و منع الطباخین من عمل الاطعمة وخرجت النساء الرافضة منشرات الشعور مضمخات الوجوہ یلطمن ویفتن الناس۔ وھذا اول ما نیح علیہ۔[1]

وفیھا (۳۵۲ھ / ۹۶۳ء) یوم ثامن عشر ذی الحجة عملت الرافضة عید الغدیر غدیر خم ودقت الکوسات وصلوا بالصحراء صلاۃ العید۔[2]

مندرجات بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔۔۔

علامہ الذہبی کہتے ہیں کہ ۳۵۲ھ / ۹۶۳ء میں عاشورا (محرم) کے روز اہل بغداد کے لیے معز الدولہ الدیلمی الشیعی نے لازم قرار دیا کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ پر نوحہ اور ماتم کریں اور حکم دیا کہ آج کے دن بازاروں کو بند کر دیا جائے اور (دروازوں کے سامنے) ٹاٹ آویزاں کیے جائیں اور خورد و نوش کی چیزوں کو پکانے سے باز رہیں اور شیعہ عورتیں بالوں کو بکھیر کر (گھروں سے باہر) نکلیں اور اپنے چہروں پر سیاہی مل کر ان پر طمانچے لگائیں۔۔۔ اس طرح لوگ فتنہ میں ڈالے گئے اور یہ پہلا وہ روز تھا جس میں نوحہ کا اجراء کیا گیا۔

دوسری چیز یعنی (عید غدیر) کے متعلق علامہ الذہبی نے لکھا ہے کہ:۔۔۔

اسی سال (۳۵۲ھ ۹۶۳ء) اٹھارہ ذوالحجہ کو رافضیوں نے معز الدولہ کے حکم سے عید غدیر (غدیر خم) قائم کی۔ اس دن طبلے اور ڈھولک بجائے گئے اور رافضیوں نے صحرا

---

[1] (۱) العبر فی خبر من غبر ص ۲۹۴ ج ۲ للذہبی طبع کویت۔
(۲) دول الاسلام للذہبی ص ۱۶۰ ج اول، طبع دکن

[2] (۱) دول الاسلام للذہبی ص ۱۶۰ ج اول تحت سنۃ ۳۵۲ طبع دائرۃ المعارف دکن۔
(۲) العبر فی خبر من غبر ص ۲۹۴ ج ۲ للذہبی۔ طبع کویت

میں نکل کر نماز عید (غدیر) ادا کی۔

تنبیہ

ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ موافق ۶۵۵ء کو ہوئی تھی اور ظلماً لوگوں نے ان کو شہید کر دیا تھا۔

اور قابل توجہ یہ بات ہے کہ ۱۸ ذوالحجہ والی یہ عید کہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشنودی میں تو نہیں قائم کی جا رہی؟ غور و خوض کے بعد فیصلہ کرنا ہوگا۔

شیعہ کی طرف سے تائید

مسئلہ ہذا کو شیعہ کے اکابر علماء و مورخین نے اپنی معتبر تصانیف میں بالوضاحت ذکر کیا ہے۔

چنانچہ الشیخ عباس القمی الشیعی منتہی الامال میں تحریر کرتے ہیں کہ:۔۔۔

جملہ اے از مورخین نقل کردہ اند کہ در سنتہ سی صد وپنجاہ (۳۵۲ھ) ودو روز عاشورا، معز الدولۃ الدیلمی امر کرد اہل بغداد را بنوحہ ولطمہ وماتم بر امام حسین علیہ السلام وآنکہ زنہا موہا را پریشان وصورتہا را سیاہ کنند وبازار ہا بہ بندند وبر دکانہا پلاس آویزاں نمایند وطباخین طبخ نکنند زنہائے شیعہ بیروں آمدند درحالیکہ صورتہا را بہ سیاہی دیگ وغیرہ سیاہ کردہ بودند وسینہ مے زدند ونوحہ میکردند وسالہا چنیں بود واہل السنۃ عاجز شدند از منع آں لکون السلطان مع الشیعۃ۔[1]

حاصل یہ ہے کہ:۔۔۔

جملہ مورخین نقل کرتے ہیں کہ ۳۵۲ھ میں عاشورہ (محرم) کے روز معز الدولہ دیلمی نے اہل بغداد کو حکم دیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ماتم پر نوحہ کریں اور منہ پر طمانچے لگائیں اور خواتین اپنے بالوں کو بکھیریں اور اپنے چہروں کو سیاہ کریں۔ شہر کے بازار بند کردیں دکانوں پر ٹاٹ آویزاں کریں اور باورچی کھانا نہ پکائیں اور شیعہ کی خواتین اس

---

[1] منتہی الامال للشیخ عباس القمی الشیعی ص ۴۵۲ ج اول فصل دہم تختی خورد۔ تہران۔

دن گھروں سے اس حالت میں باہر آئیں کہ انہوں نے اپنے چہروں کو کالک سے سیاہ کیا ہوا تھا۔ سینہ کوبی کرتی تھیں اور نوحہ کرتی تھیں اور کئی سال اسی طرح ہوتا رہا اور اہل سنت اس فعل سے انہیں منع کرنے سے عاجز تھے کیونکہ اس وقت کا بادشاہ شیعوں کی حمایت میں تھا۔

تنبیہ

اس وقت (۳۵۲ھ) الطیع للہ ابوالقاسم عباسی خلیفہ تھا اور معزالدولہ الدیلمی الشیعی اس کا وزیراعظم تھا۔ اور اسی مسئلہ کو شیخ عباس القمی نے اپنی تصنیف تتمہ المنتہی میں بھی ۳۵۲ھ کے تحت لکھا ہے کہ:۔۔۔

ودرہماں سال (۳۵۲ھ / ۹۶۳ء) درروزعاشوراء معزالدولۃ دیلمی امرکرد مردم بغداد راکہ دکاکین وبازار بارا ببندند وطباخین طبخ نکنند وقبہ بادربازار بانصب کنندواقامت ماتم کنند برائے سیدالشہداء[1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسی سال عاشورہ کے روز معزالدولہ الدیلمی الشیعی نے بغداد کے لوگوں کو حکم دیا کہ دکانوں اور بازاروں کو بند کردیں اور باورچی اپنے مطبخ کو بند کردیں اور بازاروں میں قبے (گنبد نما گول) نصب کریں اور سیدالشہداء (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) کے لیے ماتم کو قائم کریں۔

تنبیہ

سطور بالا میں معتبر مورخین سے دو چیزیں مذکور ہوئی ہیں۔

ایک تو مروجہ و معروفہ ماتم کی ابتداء معزالدولہ الدیلمی الشیعی کے دور محرم ۳۵۲ھ / ۹۶۳ء میں ہوئی۔ اس سے قبل ماتم کسی شکل و صورت میں اور کسی علاقہ میں قائم نہیں تھا۔

دوسری چیز عید غدیر (غدیر خم) ہے یہ عید بھی اسی سال ۱۸ ذوالحجہ ۳۵۲ھ معزالدولہ الشیعی نے قائم کرائی۔ اس سے پہلے کسی مقام میں عید ہذا کا وجود نہ تھا۔

---

[1] تتمۃ منتہی الامال للشیخ عباس القمی ص ۳۹۱ تحت سنۃ ۳۵۲ھ

ناظرین کرام اہل علم کو معلوم ہے کہ آئمہ کرام اثنا عشریں سے امام حسن عسکریؒ کا انتقال ۲۶۰ھ / ۸۷۳ء میں ہوا تھا۔

چنانچہ آئمہ اثنا عشر کے تمام ادوار میں مذکورہ بالا دونوں چیزوں کا وجود نہیں پایا گیا اور ایک طویل مدت کے بعد ان کا اجراء عمل میں آیا۔

اب اہل علم اور فہمیدہ حضرات خود سمجھ سکتے ہیں کہ خیرالقرون کے دور میں اور ائمہ کرام کے دور میں جس چیز کا وجود نہ پایا جائے اور اتنی مدت دراز کے بعد اس کی ایجاد کی جائے تو وہ کس طرح دین و مذہب میں شامل کی جاسکتی ہے؟ خوب غور فرمائیں۔

شہداء کربلا

مورخین نے واقعہ کربلا کے تحت بہت کچھ تفصیلات ذکر کی ہیں لیکن یہاں چند ایک چیزیں اختصاراً ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں سے بہتر (۷۲) افراد ایک ہی دن میں شہید ہوئے تھے اور ان کو قبیلہ بنی اسد کے اھل الغاضریہ نے اسی دن دفن کیا تھا۔

وقتل من اصحاب الحسین اثنان وسبعون نفسا۔ فدفنهم اهل الغاضرية من بنی اسد بعد ما قتلوا بیوم واحد۔[1]

اور فریق مقابل (عمر بن سعد) کے اٹھاسی (۸۸) افراد مقتول ہوئے۔

وقتل من اصحاب عمر بن سعد ثمانیة وثمانون نفسا۔[2]

اور ہاشمی حضرات میں سے اس واقعہ میں متعدد افراد شہید ہوئے۔ اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ میں تحریر کیا ہے کہ:۔۔۔

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے چھ افراد شہید ہوئے۔

---

[1] البدایہ لابن کثیرؒ ص ۱۸۹ ج ۸ تحت مقتل الحسین بن علی رضی اللہ عنہما طبع اول مصر۔
[2] البدایہ لابن کثیرؒ ص ۱۸۹ ج ۸ تحت مقتل الحسین بن علی رضی اللہ عنہما طبع اول مصر۔

(۱)جعفر۔ (۲)سیدنا حسین۔ (۳)عباس (علم دار) (۴)محمد (۵)عثمان (۶)ابوبکر۔

۲۔ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے دو افراد۔
علی اکبر، عبداللہ۔

۳۔ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تین افراد۔
عبداللہ، القاسم، ابوبکر۔

۴۔ اور عبداللہ بن جعفر کی اولاد میں سے دو افراد۔
عون، محمد۔

۵۔ اور عقیل بن ابی طالب کی اولاد میں سے چار حضرات۔
(۱) جعفر (۲) عبداللہ (۳) عبدالرحمٰن اور مسلم بن عقیل۔
یہ حضرات واقعہ کربلا سے قبل شہید ہوئے۔

فمن اولاد علی رضی اللہ عنہ جعفر والحسین والعباس و محمد عثمان وابوبکر- ومن اولاد الحسین علی الاکبر وعبدالله ومن اولاد اخیه الحسن ثلاثة عبدالله والقاسم وابوبکر بنوالحسن بن علی ابن ابی طالب - ومن اولاد عبدالله بن جعفر اثنان عون ومحمد- ومن اولاد عقیل جعفر وعبدالله و عبدالرحمان ومسلم قتل قبل ذالک کماقدمنا[1]

مندرجہ بالا تفصیل شہداء کربلا (ہاشمی حضرات) حافظ ابن کثیرؒ کے قول کے مطابق ہے لیکن اس کے ماسوا دیگر مورخین کے اقوال بھی پائے جاتے ہیں جن میں تعداد کم وبیش درج ہے۔

تاریخ شہادت

مورخین میں سے خلیفہ ابن خیاط نے لکھا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

[1] البدایہ لابن کثیرؒ ص۱۸۹ ج ۸ تحت مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ۔

۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ بروز چہار شنبہ (بدھ) کو ہوئی ہے۔

وفيها قتل الحسين بن علی بن ابی طالب رحمة الله عليه يوم الاربعاء لعشر خلون من المحرم يوم عاشوراء سنة احدى وستين۔[1]

اور حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ میں لکھا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت دس محرم الحرام ۶۱ھ بروز جمعہ ہوئی۔

وكان مقتل الحسين رضی اللہ عنہ يوم الجمعه يوم عاشوراء من المحرم سنة احدى وستين۔[2]

تاریخی روایات میں جس طرح اختلاف ہوتا ہے روز شہادت میں اس نوع کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

قاتلین

مورخین نے لکھا ہے کہ شہادت کے وقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی عمر چھپن سال تھی (اگرچہ اس میں دیگر اقوال بھی پائے جاتے ہیں مگر یہی قول صحیح ہے) اور آنجناب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والوں میں سنان بن انس النخعی، شمر ذی الجوشن (ابو السابغہ) اور خولی بن یزید الاصبحی کے اسماء خاص طور پر ذکر کیے جاتے ہیں۔[3]

دفن سر مبارک

اہل تاریخ کے نزدیک مشہور بات یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس (کوفہ میں) بھیجا گیا اور پھر اس نے اسے دمشق میں یزید کے

---

[1] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۲۲۴ اول تحت سنة احدی وستین۔ مقتل الحسین رضی اللہ عنہ

[2] البدایۃ لابن کثیرؒ ص ۱۹۸ ج ۸ تحت فصل حالات مقتل الحسین رضی اللہ عنہ۔

[3] (۱) مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور ص ۱۵۶ ج ۷ تحت جوامع حدیث مقتل الحسین۔ الخ

(۲) طبقات ابن سعد ص ۳۰ ج ۶ تحت ذو الجوشن الضبابی، طبع لیدن۔

پاس بھیج دیا تھا۔ اس چیز کو طبقات ابن سعد نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ یزید نے آنجناب رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو رجال قریش میں سے اپنے نائب حاکم مدینہ عمرو بن سعید کی طرف مدینہ طیبہ میں بھیج دیا اور اس نے سر مبارک کو کفن دیا اور سیدہ فاطمۃ الزہرا کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن کر دیا۔

قالوا وکان عمرو بن سعید من رجال قریش و کان یزید بن معاویۃ قد ولاہ المدینۃ فقتل الحسین وھو علی المدینۃ فبعث الیہ براس الحسین فکفنہ و دفنہ بالبقیع الی جنب قبر امہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

اور حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ:

فروی محمد بن سعد ان یزید بعث براس الحسین الی عمرو بن سعید نائب المدینۃ فدفنہ عند امہ بالبقیع۔[2]

دونوں حوالہ جات کا مضمون واحد ہے اور مفہوم ایک ہی ہے جو سطور گزشتہ میں تحریر کیا ہے۔

ازواج واولاد

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج مورخین نے مندرجہ ذیل ذکر کی ہیں۔

- لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفی۔
  (بعض مورخین نے اسے "آمنۃ" کے نام سے ذکر کیا ہے)
- ام الولد (یہ علی الاصغر کی والدہ ہے)
- الرباب بنت امراء القیس بن عدی
- ام اسحاق بنت طلحۃ بن عبید اللہ

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۷۶ ج ۵ ق اول۔ تحت عمرو بن سعید۔ طبع لیدن

[2] البدایہ لابن کثیرؒ ص ۲۰۴ ج ۸ تحت واما راس الحسین رضی اللہ عنہ۔

تنبیہہ

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ایک زوجہ شیعہ علماء کی تحقیق کے مطابق شہربانو بنت یزدجرد ہے جس سے جناب علی بن الحسین (زین العابدینؒ) متولد ہوئے۔ اس رشتہ کی تفصیلات ہم نے اپنی تالیف رحماء بینھم حصہ عثمانی میں صفحہ ۱۵۷ تحت عنوان مالی حقوق کی ادائیگی کا مسئلہ۔ شیعہ کی کتاب تنقیح المقال للشیخ عبداللہ مامقانی ص ۸۰ ج ۳ من فصل النساء باب سین و شین تحت شہربانو کے حوالہ سے بطور الزام درج کردی ہیں۔

اولاد ذکور

جناب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند عام طور پر چار عدد ذکر کیے جاتے ہیں۔

- علی الاکبر (شہید کربلا)
- علی الاصغر (امام زین العابدین)
- جعفر (لاولد)
- عبداللہ (شہید کربلا)

دختران سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

- سکینۃ
- فاطمۃ

تتمہ

زین العابدین کے مختصر احوال

(علی بن الحسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم) اسم گرامی ہے اور "زین العابدین" اور "السجاد" لقب ہے اور کنیت ابوالحسین ہے اور بعض مورخین نے ابو محمد بھی ذکر کی ہے۔ والدہ ام ولد (اس کا نام غزالۃ) ہے بعض نے سلافہ کہا ہے۔[1]
اور شیعہ علماء نے شہربانو دختر یزدجرد بھی ذکر کی ہے (اللہ اعلم)۔

ولادت مشہور قول کے مطابق ۳۷ھ / ۳۸ھ میں ہے۔[2]

وفات ربیع الاول ۹۴-۹۵ھ مدینہ طیبہ میں ہوئی۔[3]

واقعہ کربلا میں موجود تھے اور اس وقت ان کی عمر قریباً ۲۲/۲۳ سال تھی اور اس وقت آپ بیمار تھے' اس لیے قتال میں شامل نہیں ہو سکے۔
اہل تراجم ذکر کرتے ہیں کہ

زین العابدین ابوالحسین الهاشمی المدنی رضی اللہ عنہ حضر کربلا مریضا" فقال عمر بن سعد لاتعرضوا

---

[1] المعارف لابن قتیبہ الدینوری ص ۹۴-۹۳ تحت تذکرہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ

[2] طبقات ابن سعد ص ۱۰۹' ۱۱۴ ج ۵ تحت طبقہ الثانیہ من التابعین طبع بیروت۔

[3] (۱) المعارف لابن قتیبۃ الدینوری ص ۹۴-۹۳ تحت تذکرہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ
(۲) طبقات ابن سعد ص ۱۰۹' ۱۱۴ ج ۵ طبع بیروت

لهذا - وكان يومئذ ابن نيف وعشرين سنة - [1]
لاتعرضوا لهوء لاء النسوة ولا لهذا المريض
الخ -

خلاصہ یہ ہے کہ علی بن الحسین (زین العابدین) واقعہ کربلا میں موجود تھے لیکن مریض اور صاحب فراش تھے (مخالف فوج کے امیر) عمر بن سعد نے کہا کہ ان کو اور ان کے ساتھ خواتین کو کوئی تکلیف نہ دی جائے اور اذیت نہ پہنچائی جائے۔
تو پھر اس کے بعد ان کے ساتھ کچھ تعرض نہیں کیا گیا۔

قافلہ کا ابن زیاد کے ہاں پھر یزید کے پاس پہنچنا

اختتام واقعہ کربلا کے بعد حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا تمام قافلہ کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ اس موقعہ کی تفصیلات مورخین نے بہت لکھی ہیں لیکن ذیل میں بالاختصار لکھا جاتا ہے۔

عبیداللہ بن زیاد نے آنموصوف ؒ کو مع دیگر افراد قافلہ کے دمشق میں یزید کی طرف بھیج دیا۔ وہاں یزید کے ہاں چند روز قیام رہا۔ اس کے بعد یزید نے جناب زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گفتگو کی اور کہا کہ:

اگر آپ پسند کریں تو ہمارے پاس اقامت اختیار کریں اور رہائش پذیر ہوں تو ہم آپ کے ساتھ صلہ رحمی کریں گے اور آپ کے حق کو ملحوظ رکھیں گے۔ اور اگر آپ پسند کریں تو ہم آپ سب افراد کو آپ کے شہر (مدینہ منورہ) کی طرف بھیج دیتے ہیں۔

جناب زین العابدین ؒ نے جواب میں فرمایا کہ ہمیں اپنے شہر کی طرف واپس کر دیا جائے۔ پس یزید نے ان کو مدینہ منورہ بھیج دیا اور صلہ رحمی کی (اور بہتر معاملہ کیا)

---

[1] (۱) تذکرۃ الحفاظ للذہبی ؒ ص ۷۴ ج اول تحت علی بن حسین بن علی المرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ، طبع بیروت

(۲) طبقات ابن سعد ص ۱۰۸-۱۰۹ ج ۵ طبقہ الثانیہ من اھل المدینہ من التابعین۔ تحت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ (طبع جدید، بیروت)

(۳) نسب قریش لمصعب الزبیری ص ۵۸ تحت ولد الحسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ۔

وقال لعلی بن حسین ان احببت ان تقیم عندنا فنصل رحمک ونعرف حقک فعلت وان احببت ان اردک الی بلادک واصلک قال بل تردنی الی بلادی فرده الی بلاده ووصله[1]

اور حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ میں اس موقعہ پر گفتگو اس طرح ذکر کی ہے کہ:
جب یزید علی بن الحسینؒ کو رخصت کرنے لگا تو یزید نے آنموصوفؒ سے کہا کہ۔

ولما ودعهم یزید قال لعلی بن الحسین قبح الله ابن سمیة اما والله لو انی صاحب ابیک ما سالنی خصلة الا اعطیته ایاها - ولدفعت الحتف عنه بکل ما استطعت ولو بهلاک بعض ولدی ولکن الله قضی ما رایت- ثم جهزه و اعطاه مالا کثیرا وکساهم واوصیٰ بهم ذالک الرسول وقال له کاتبنی بکل حاجة تکون لک - الخ[2]

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

ابن سمیہ (ابن زیاد) کا برا ہو (اس نے کام بگاڑ دیا) اگر قتال کے وقت آپ کے والد کے پاس میں موجود ہوتا تو وہ جس خصلت (اور بات) کا مطالبہ و سوال کرتے تو ان کی رعایت کرتا (اگرچہ مجھے اپنا نقصان اٹھانا پڑتا) لیکن اللہ تعالیٰ نے (اپنی قضا وقدر) سے فیصلہ کیا جو آپ کے سامنے ہے۔ اس کے بعد یزید نے سفر کی تیاری کے لیے کافی سامان دیا اور پوشاکیں دیں اور پہنچانے والے شخص کو ان کے حق میں بہتر وصیت کی اور کہا جو چیز ضرورت ہو بتا دینا۔

---

[1] (۱) طبقات ابن سعد ص ۱۰۹ ج ۵ تحت علی بن الحسین بن علی -- طبع بیروت۔
(۲) نسب قریش لمصعب الزبیری ص ۵۸ تحت ولد الحسین بن علی بن ابی طالب۔

[2] البدایة لابن کثیرؒ ص ۱۹۵ ج ۸ تحت واقعہ کربلا سنة ۶۱ھ۔

مدینہ طیبہ کی طرف واپسی

شیعہ مولفین نے اس مقام میں بہت کچھ طول طوال چیزیں نقل کی ہیں۔ تاہم درج ذیل روایت بھی ان کے مشہور فاضل الطبرسی نے اپنی تصنیف احتجاج طبرسی میں ذکر کی ہے جو ذیل میں بلفظہ نقل کی جاتی ہے:۔۔۔

فقال له يزيد لا يوديهن غيرك لعن الله ابن مرجانة فوالله ما امرته بقتل ابيك ولو كنت متوليا لقتاله ماقتلته ثم احسن جائزته وحمله والنساء الى المدينة۔[1]

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جناب زین العابدینؒ کو یزید نے کہا کہ آپ کے قافلہ (کی خواتین) کو حرم رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف آپ ہی پہنچائیں گے۔
ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر اللہ تعالیٰ لعنت برسائے پس اللہ کی قسم میں نے آپ کے والد کے قتل کے لیے حکم نہیں دیا تھا اور اگر اس وقت قتال کا میں متولی ہوتا تو میں ان کو قتل نہ کرتا۔

پھر یزید نے جناب زین العابدین کے حق میں اچھا معاملہ کیا اور ان کو سواری دی اور خواتین کے لیے بھی سواری مہیا کی اور ان کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔

اقامت مدینہ طیبہ

اس کے بعد جناب زین العابدینؒ مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر ہوئے اور اس وقت کے سیاسی ہنگاموں وغیرہ سے الگ ہو کر زہد و عبادت میں مشغول رہے اور حکومت کے خلاف کسی کام میں حصہ نہیں لیا اور دیگر حضرات کی طرح انہوں نے بھی حکومت وقت کو تسلیم کر لیا اور کوئی مخالفانہ اقدام نہیں کیا۔ یہ ان کی اپنی صائب رائے تھی جس پر وہ گامزن رہے۔

---

[1] احتجاج للطبرسی الشیعی ص ۱۵۹۔۱۶۰ طبع قدیم ایرانی تحت احتجاج زین العابدین علی یزید بن معاویۃ (سن طباعت ۱۳۰۲ھ)

کثرت عبادت

آنجناب" فطرتی طور پر نہایت متقی اور عبادت گزار اور شریف النفس تھے اور پرہیزگاری کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں ان کا وقت گزرتا تھا۔

آنموصوف" کی کثرت عبادت کے متعلق علماء کرام نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ:---

قال مالک بلغنی انه کان یصلی فی الیوم واللیلة الف رکعة الی ان مات۔[1]

یعنی امام مالک" فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ امام زین العابدین" شب وروز میں ایک ہزار رکعت نوافل ادا فرمایا کرتے تھے اور یہ ان کا شیوہ ان کی وفات تک رہا۔

اور بیشتر سجدہ ریزی کی وجہ سے انہیں "زین العابدین" اور "سجاد" کہا جاتا تھا۔

کثرت صدقہ

اور آنجناب صدقہ و خیرات خفیہ طور پر کرنا پسند فرمایا کرتے تھے اور صدقہ کرتے وقت فرماتے تھے کہ:---

صدقہ میں دی جانے والی چیز سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچتی ہے اور اپنے ہاتھوں کی طرف اشارہ فرمایا کرتے تھے۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ:---

ویقول ان الصدقة تقع فی ید الله قبل ان تقع فی ید السائل قال واومابکفیه۔[2]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ للذہبی" ص ۷۵ ج اول تحت علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ طبع بیروت۔

[2] طبقات لابن سعد ص ۱۱۱ ج ۵ تحت علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہ طبع بیروت لبنان۔

اور آنموصوفؒ کے فرزند جناب محمد باقرؒ نے اپنے والد کے متعلق یہ بات ذکر کی ہے کہ:---

میرے والد علی بن الحسینؒ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں دوبار تقسیم کر دینے کی توفیق عطا فرمائی اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے گناہگار مومن کو پسند کرتا ہے۔

عن ابی جعفر ان اباہ علی بن حسین قاسم اللہ مالہ مرتین وقال ان اللہ یحب المومن المذنب التواب۔[1]

تورع و خشیت الٰہی

حضرت زین العابدینؒ کے تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کے متعلق علماء نے متعدد چیزیں ذکر کی ہیں ان میں سے یہ چیز بھی لکھتے ہیں کہ:---

آپ سواری پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے اور پھر وہاں سے واپس ہوتے لیکن اپنی سواری کو زدوکوب نہیں کرتے تھے۔ یہ چیز ان کی خدا خوفی اور شفقت علی الخلق پر دال ہے۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ:----

کان علی بن حسین یخرج علی راحلتہ الی مکۃ ویرجع لا یقرعھا۔[2]

اور ان کی تواضع کو علما نے اس طرح بیان کیا ہے کہ:---

اذا مشی لا یجاوز یدہ فخذہ

یعنی جب آپ چلتے تھے تو آپ کا ہاتھ رانوں سے متجاوز نہیں ہوتا تھا (ان کی روش متواضعانہ ہوتی تھی)

---

[1] طبقات لابن سعد ص ۱۱۳ ج ۵ تحت علی بن الحسین بن علی ؓ طبع بیروت لبنان۔
[2] طبقات لابن سعد ص ۱۱۱ ج ۵ تحت علی بن حسین بن علی ؓ - طبع بیروت لبنان۔

اصلاح معاشرہ

جناب زین العابدینؒ نے جناب نبی کریم ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے جو اصلاح معاشرہ سے متعلق ہے اس دور میں لوگ خفیہ طور پر رات کو درختوں سے کھجور کے خوشے کاٹ لیتے تھے اور دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرتے تھے اس سلسلہ میں جناب نبی اقدس نے ارشاد فرمایا ہے کہ:---

شب کے وقت کھجور (کے خوشے) مت کاٹو اور دودھ فروخت کرنے کے لیے اس میں پانی مت ملاؤ۔

عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن علی بن الحسین ان رسول اللہ ﷺ قال لا یصرم من نخل بلیل ولا یشاب لبن بماء لبیع۔[1]

گویا کہ جناب زین العابدینؒ نے فرمان نبوت نقل فرما کر امت کو معاشرتی معاملات صحیح رکھنے کی ضروری ہدایت فرمائی ہے کہ---

دن کو اگر درختوں سے کھجور کاٹی جائے گی تو نادار اور حاجت مند لوگ آ جائیں گے اور ان کو کچھ حصہ بطور صدقہ و خیرات ملنے کی امید ہو گی اور رات کو یہ کام ہو گا تو وہ سراسر محروم رہ جائیں گے۔

اس لیے رات میں کھجور کاٹنے کے عمل سے اجتناب کا حکم دیا گیا تاکہ غریب عوام کو نفع پہنچ سکے۔

اسی طرح شیر خالص میں پانی کی آمیخت کرنا دوسرے مسلمان کے حق میں فریب دہی ہے اور فروخت کے معاملہ میں بری خصلت ہے اس وجہ سے اس کو ممنوع قرار دیا۔

غلو سے اجتناب

ایک بزرگ یحییٰ بن سعید کہتے تھے کہ جناب زین العابدین اس دور میں ہاشمیوں

---

[1] المصنف لعبد الرزاق ص ۱۴۷ ج ۴ تحت باب علاج الطعام باللیل۔

میں سے افضل تھے اور آنموصوف "لوگوں کو محبت میں غلو کرنے سے اجتناب کی نصیحت فرماتے تھے کہ:---

اے لوگو! ہمارے ساتھ اسلام کے قاعدے کے مطابق محبت رکھو۔ تم لوگوں کی محبت حد سے بڑھ کر ہمارے لیے باعث عار بن گئی ہے اور لوگ ہمارے ساتھ بغض کرنے لگ گئے ہیں۔

عن یحیی بن سعید قال سمعت علی بن الحسین رضی اللہ عنہ وکان افضل ہاشمی ادرکته یقول ایہا الناس احبونا حب الاسلام فما برح بنا حبکم حتی صار علینا عارا۔[1]

اخبرنا یحیی بن سعید قال قال علی بن حسین احبونا حب الاسلام فو اللہ ما زال بنا ما تقولون حتی بغضتمونا الی الناس۔[2]

اسلام ما اطاعت خلفائے راشدین---ایمان ما محبت آل محمدؐ است۔

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۱۰ ج ۵ تحت علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہ۔ طبع لبنان بیروت۔

[2] طبقات ابن سعد ص ۱۱۰ ج ۵ تحت علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہ۔ طبع لبنان بیروت۔

مسئلہ ہذا میں اختتامی گزارش اور قاتلین کا انجام

ناظرین کرام کے لیے واقعہ کربلا کے آخر میں چند ایک کلمات بالاختصار ذکر کر دینا مفید ہیں جن میں اس موقعہ پر ظلم و ستم کرنے والوں کا انجام سامنے آ جائے اور معلوم ہو سکے کہ یہ لوگ اپنے ظالمانہ کردار کی پاداش میں قدرت کی طرف سے کس طرح جلد سزایاب ہوئے؟ اور عالم آخرت کی عقوبت سے قبل ہی انہوں نے اپنے سفاکانہ اعمال کا نتیجہ کیسے پالیا؟

قانون قدرت اسی طرح سے چلا آ رہا ہے کہ جو لوگ اس عالم میں ظلم و زیادتی روا رکھتے ہیں اور جور و ستم کے مرتکب ہوتے ہیں ان کو رب تعالیٰ کی طرف سے جلد یا بدیر اپنے کردار بد کی سزا مل جاتی ہے۔

واقعہ کربلا کے بعد بھی اسی طرح ہوا۔ چنانچہ مورخین لکھتے ہیں کہ

> ٦٦ھ میں کوفہ کے علاقہ میں مختار بن ابی عبید اللہ الثقفی حضرت سیدنا حسین ؓ کے قتل کا بدلہ لینے کا دعویدار ہو کر اٹھا اور اپنی جماعتی قوت کے ساتھ مخالفین پر غالب آ گیا۔
>
> اس نے اپنے مخالفین کو چن چن کر قتل کرایا اور سیدنا حسین ؓ کے قاتلین کا تتبع کر کے ان کو ہلاک کیا۔

عمر بن سعد

مختار ثقفی نے عمر بن سعد بن ابی وقاص اس کے بیٹے حفص بن عمر بن سعد اور اس

کے دیگر ساتھیوں کو قتل کیا۔

عمر بن سعد اس جیش کا امیر تھا جس نے ۶۱ھ میں میدان کربلا میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید اور آنجناب کے رشتہ داروں اور ہمراہیوں کو تہہ تیغ کیا تھا۔

حافظ ابن کثیر نے "مقتل عمر بن سعد" کے عنوان کے تحت عمر بن سعد اور اس کے فرزند حفص بن عمر بن سعد کے قتل کی تفصیلات درج کی ہیں اور اس موقعہ کے واقعات کو مفصل طور پر تحریر کیا ہے۔

(البداية و النهاية لابن کثیر ص ۲۷۳ ج ۸، تحت مقتل عمر بن سعد سنة ٦٦ھ، طبع مصر۔)

شمر بن ذی الجوشن

حافظ ابن کثیر الدمشقی نے لکھا ہے کہ

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں شمر بن ذی الجوشن بھی تھا اور یہ قاتلین کے سریہ کا امیر تھا۔

مختار الثقفی نے اس کو تلاش کر کے قتل کر دیا۔

(البداية و النهاية لابن کثیر ص ۲۷۰، ج ۸، طبع اول، مصر)

خولی بن یزید

حافظ ابن کثیر نے اسی بحث کو تفصیل سے درج کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ خولی بن یزید الاصبحی نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو جسم سے الگ کیا تھا۔

چنانچہ مختار ثقفی نے اپنے فوجی ابو عمرۃ کو خولی بن یزید کو قتل کرنے کے لیے روانہ کیا اور اس نے اسے اس کی خانگی حویلی کے پاس قتل کر دیا۔

(البداية و النهاية لابن کثیر ص ۲۷۲ ج ۸، تحت سنة ٦٦ھ)

مختار بن ابی عبید اللہ الثقفی نے ۶۷ھ میں ایک لشکر عظیم مرتب کیا یہ آٹھ ہزار افراد پر مشتمل تھا اور ابراہیم بن الاشتر النخعی ان کی معیت میں تھا اور مدد معاون تھا۔

عبیداللہ بن زیاد

علاقہ موصل میں "وقعہ الخاذر" کے نام سے ایک شدید ترین جنگ واقع ہوئی اور عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ہمنواؤں کے خلاف یہ جنگ لڑی گئی۔

اسی جنگ میں عبیداللہ بن زیاد کو قتل کر دیا گیا اور اس کے دیگر کئی ساتھی بھی اسی جنگ میں مارے گئے۔

علامہ الذھبی نے اپنی تصنیف العبر میں واقعہ ہذا مختصراً ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ

وتوثب علی الکوفة عام اول المختار بن ابی عبید و تتبع قتلة الحسین رضی اللہ عنہ فقتل عمر بن سعد بن ابی وقاص و اضرابه- و جهز جیشا" ضخما" مع ابراهیم بن الاشحر النخعی فکانوا ثمانیة آلاف لحرب عبیدالله بن زیاد فکانت وقعة الخازر بارض الموصل-

وقیل کانت فی سنة سبع و ستین وهواصح و کانت ملحمة عظیمة-

(العبر فی خبر من غبر للذھبی ص ۷۳ ج اول، تحت سنۃ ست و ستین (۶۶ھ) طبع کویت)

پھر آگے چل کر دوسرے صفحہ پر الذھبی نے تحریر کیا ہے کہ

فی المحرم ۶۷ھ کانت وقعه الخازر اصطلم فیها اهل الشام و کانوا اربعین الفا" ظفر بهم ابراهیم بن الاشحر وقتلت امراءهم عبیدالله بن زیاد بن ابیه و حصین بن نمیر السکونی الذی حاصر ابن الزبیر رضی اللہ عنہ ---الخ

(العبر فی خبر من غبر للذھبی ص ۷۴ ج اول تحت سنۃ ۶۷ھ طبع کویت)

اسی واقعہ کو خلیفہ ابن خیاط نے اپنی تاریخ میں ص ۲۵۹–۲۶۰ جلد اول میں سنۃ

٦٧ھ کے تحت بالاختصار درج کیا ہے۔

اور حافظ ابن حجر العسقلانی نے اپنی تصنیف تھذیب التھذیب ص ۴۵۱۔۴۵۲ جلد سابع میں ترجمہ عمر بن سعد بن ابی وقاص کے تحت اس کے قتل کا واقعہ تفصیل سے درج کیا ہے۔

ان واقعات میں کربلا میں ستم ڈھانے والوں کا انجام بد سامنے آگیا اور اپنے بدکردار کی پاداش انہیں جلد نصیب ہوگئی۔

اور ان کی سیاہ کاریوں کی سزا ان کو جلد مل گئی۔ پانچ چھ سال کے اندر اندر خدائی گرفت سے نہ بچ سکے اور قلیل مدت میں خائب و خاسر ہوگئے۔ فرمان خداوندی ہے کہ

- انا من المجرمین منتقمون
- وجزاء سیئة سیئة مثلها

بزرگ فرماتے ہیں کہ

تو مشو مغرور برحلم خدا
دیر گیرد سخت گیرد مرترا

الاختتام بالخیر

مولف کی طرف سے اعتذار پیش خدمت ہے کہ حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کے علو شان کے مطابق احوال مرتب کرنے کا حق ہم ادا نہیں کر سکے اور ان کی سیرت و سوانح کے تمام پہلو سامنے نہیں لائے جا سکے۔

تاہم جو چیزیں اپنی ناقص جستجو کے مطابق فراہم ہو سکی ہیں ان کو ایک ترتیب سے پیش کر دیا ہے۔

اس سلسلہ میں جو خامی اور کمی پائی جاتی ہے اس کے لیے ہم ناظرین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔

آخر میں اللہ کریم سے التجا ہے کہ وہ ان چند الفاظ کو قبولیت بخشے۔ اور بندہ کے لیے اسے آخرت میں نجات کا باعث بنائے اور یوم محشر ان حضرات رضی اللہ عنہما کی سفارش سے متمتع فرمائے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین۔ والصلوة والسلام علی سید الاولین والاخرین وعلی اله واصحابه وازواجه وعلی اتباعه باحسان الی یوم الدین۔

دعا جو ناچیز

محمد نافع عفا اللہ عنہ

محمدی شریف، ضلع جھنگ،

پنجاب، پاکستان

رجب المرجب سنۃ ۱۴۲۰ھ اکتوبر ۱۹۹۹ء

مراجع برائے کتاب سوانح حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

نام کتاب	المتوفی
کتاب الزہد والرقائق لعبد اللہ بن مبارک الروزی۔	۱۸۱ھ
مسند ابی یعلی الموصلی للامام الھمام شیخ الاسلام ابی یعلی احمد بن علی بن المثنی الموصلی۔	۲۱۰ھ
المصنف للحافظ الکبیر ابی بکر عبد الرزاق بن ھمام بن نافع الحمیری الصنعانی۔	۲۱۱ھ
المسند للحمیدی للحافظ ابی بکر عبد اللہ بن الزبیر الحمیدی۔	۲۱۹ھ
کتاب الاموال۔ لامام ابی عبید القاسم بن سلام الہروی۔	۲۱۹ھ
السنن لسعید بن منصور (مجلس علمی)	۲۲۷ھ
الطبقات الکبریٰ لمحمد بن سعد بن منیع الزہری۔	۲۳۰ھ
المصنف لابی بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن ابی شیبۃ الکوفی (طبع کراچی)	۲۳۵ھ
کتاب نسب قریش۔ لابی عبد اللہ المصعب بن عبد اللہ بن المصعب الزبیری۔	۲۳۶ھ
تاریخ خلیفہ ابن خیاط (ابو عمرو)	۲۴۰ھ
المسند لامام احمد بن حنبل الشیبانی (معہ منتخب کنزل العمال)	۲۴۱ھ

نام کتاب	المتوفی
فضائل الصحابۃ لامام احمد بن حنبل الشیبانی	۲۴۱ھ
کتاب السنۃ لامام احمد بن حنبل الشیبانی	۲۴۱ھ
کتاب المحبر لابی جعفر البغدادی ابو جعفر محمد بن حبیب بن امیۃ بغدادی	۲۴۵ھ
الصحیح للبخاری۔ لمحمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶ھ
ادب المفرد۔ " " " "	۲۵۶ھ
التاریخ الکبیر۔ " " " "	۲۵۶ھ
الصحیح لمسلم بن حجاج القشیری	۲۶۰/۲۶۱ھ
کتاب الثقات للعجلی (احمد بن عبد اللہ بن صالح)	۲۶۱ھ
تاریخ المدینۃ المنورۃ لابی زید عمر بن شبۃ النمیری البصری	۲۶۲ھ
المراسیل۔ لابی داؤد السجستانی (سلیمان بن الاشعث)	۲۷۵ھ
المعارف لابن قتیبۃ۔ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم الکاتب الدینوری	۲۷۶ھ
کتاب المعرفۃ و التاریخ لابی یوسف یعقوب بن سفیان البسوی	۲۷۷ھ
انساب الاشراف لاحمد بن یحیٰی البلاذری	۲۷۷/۲۷۹ھ
السنن للنسائی۔ لابی عبد الرحمان احمد بن شعیب	۳۰۳ھ
السنن الکبریٰ۔۔ للنسائی۔۔ طبع جدید بیروتی	۳۰۳ھ
تاریخ الامم و الملوک لمحمد بن جریر ابو جعفر الطبری	۳۱۰ھ
المنتخب من ذیل المذیل " " " "	۳۱۰ھ
شرح معانی الاثار لابی جعفر احمد بن محمد بن سلامت الازدی الطحاوی	۳۲۱ھ

نام کتاب	المتوفی
کتاب الثقات - لامام محمد بن حبان بن احمد التمیمی البستی۔	۳۵۴ھ
الفتنۃ و وقعۃ الجمل للسیف بن عمرالضبی الاسدی	۴۰۰ھ
المستدرک للحاکم' لابی عبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری	۴۰۵ھ
حلیۃ الاولیاء لابی نعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی	۴۳۰ھ
اخبار اصبہان " " " "	۴۳۰ھ
الاستیعاب (معہ الاصابۃ لابن حجر) لابن عبدالبر ابو عمرو یوسف بن عبدالبر النمیری	۴۳۶ھ
تاریخ بغداد' للخطیب ابی بکر احمد بن علی بغدادی	۴۳۶ھ
کشف المحجوب للشیخ علی بن عثمان الہجویری المعروف داتا گنج بخش"	۴۵۶ھ
جمہرۃ الانساب لابن حزم ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری الاندلسی	۴۵۶ھ
شرح السیر الکبیر لشمس الائمہ ابی بکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی	۴۸۳/۴۹۰ھ
تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر لابن بدران (عبدالقادر)	۵۷۱ھ
مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر للامام محمد بن مکرم المعروف بابن منظور	۵۷۱ھ
سیرۃ عمر بن الخطاب لابی الفرج ابن الجوزی	۵۹۷ھ
اسد الغابۃ لابن اثیر محمد بن عبدالکریم الشیبانی الشہیر عزالدین الجزری	۶۳۰ھ
تفسیر الجامع لاحکام القرآن لابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی المالکی الاندلسی	۶۷۱ھ
ریاض الصالحین لمحی الدین یحیٰی بن شرف النواوی	۶۷۶ھ

نام کتاب	المتوفی
ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ لابی جعفر احمد بن عبداللہ محب الطبری	۶۹۴ھ
ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ " " " "	۶۹۴ھ
مشکواۃ المصابیح للشیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی تالیف	۷۳۷ھ
کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان لمحمد بن یحییٰ بن ابی بکر الاندلسی	۷۴۱ھ
تاریخ الاسلام للحافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی	۷۴۸ھ
تذکرۃ الحافظ " " " "	۷۴۸ھ
سیر اعلام النبلاء " " " " "	۷۴۸ھ
دول الاسلام " " " "	۷۴۸ھ
العبر فی خبر من غبر " " " " "	۷۴۸ھ
المنتقی " " " "	۷۴۸ھ
منہاج السنۃ لابن تیمیۃ احمد بن عبدالحلیم الحرانی الدمشقی الحنبلی	۷۴۸/۷۲۸ھ
اعلام الموقعین لشمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر الحنبلی الدمشقی المعروف ابن قیم الجوزیۃ	۷۵۶/۷۵۱ھ
البدایۃ و النہایۃ لابن کثیر اسماعیل بن عمر بن کثیر عماد الدین ابو الفداء الدمشقی	۷۷۴ھ
تاریخ ابن خلدون لعبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون الحضرمی تالیف	۷۷۹ھ
مجمع الزوائد لنور الدین الہیثمی	۸۰۷ھ
الاصابۃ لابن حجر لابی الفضل احمد بن علی العسقلانی	۸۵۲ھ
تہذیب التہذیب لابی الفضل احمد بن علی العسقلانی	۸۵۲ھ

المتوفی	نام کتاب
۹۰۰ھ	سیرۃ الحلبیۃ لعلی بن برہان الدین الحلبی
۹۱۱ھ	الدر المنثور لجلال الدین السیوطی (عبد الرحمٰن)
۹۱۱ھ	وفاء الوفا فی اخبار دار المصطفیٰ لنور الدین السمہودی
۹۲۳ھ	خلاصۃ تذہیب الکمال لصفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی
۹۶۰ھ	تاریخ الخمیس لدیار البکری الشیخ حسین بن محمد بن الحسن
۹۷۴/۹۷۵ھ	الصواعق المحرقۃ لابن حجر الہیتمی المکی (احمد بن حجر)
۹۷۵ھ	کنز العمال لعلی المتقی الہندی طبع اول دکن
۱۰۱۴ھ	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح لملا علی القاری
۱۰۹۴ھ	جمع الفوائد لمحمد بن محمد بن سلیمان الفاسی المغربی
۱۱۷۶ھ	ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، لشاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۱۲۳۹ھ	تحفۃ اثنا عشریۃ لشاہ عبد العزیز محدث دہلوی
۱۲۵۰ھ	تفسیر القرآن لمحمد بن علی الشوکانی
۱۲۷۰ھ	تفسیر روح المعانی لسید محمود آلوسی بغدادی
۱۳۲۲ھ	الآثار السنن للشیخ محمد بن علی النیموی
۱۳۷۸ھ	الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) لعبد الرحمان الساعاتی
تالیف ۱۳۹۱ھ	رحماء بینہم حصہ صدیقی از مولانا محمد نافع----
تالیف ۱۳۹۵ھ	رحماء بینہم حصہ فاروقی از مولانا محمد نافع----
تالیف ۱۳۹۸ھ	رحماء بینہم حصہ عثمانی از مولانا محمد نافع----
تالیف ۱۴۰۹ھ	سیرۃ سیدنا علی المرتضیٰ از مولانا محمد نافع---
تالیف ۱۴۱۲ھ	سیرۃ حضرت امیر معاویۃ ہردو جلد از مولانا محمد نافع--
تالیف ۱۴۱۲ھ	تکملۃ فتح الملہم حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم آف کراچی طبع اول

کتب شیعہ

نام کتاب	المتوفی
تاریخ یعقوبی لاحمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی	۲۵۸/۲۵۹ھ
اخبار الطوال لابی حنیفۃ احمد بن داؤد الدینوری	۲۸۲ھ
مقاتل الطالبین لابی الفرج علی بن الحسین بن محمد اصفہانی صاحب الاغانی (تالیف ۳۱۳ھ)	۳۵۶ھ
مروج الذھب لابی الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی	۳۴۶ھ
الجعفریات او الاشعثیات لابی علی محمد بن محمد بن الاشعث الکوفی	قرن الثالث
رجال کشی، ابو عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی من علماء	القرن الرابع
نہج البلاغۃ تالیف شیخ سید شریف الرضی ابو الحسن محمد بن ابی احمد الحسین	۴۰۴ھ
کتاب الارشاد للشیخ محمد بن نعمان المفید (الشیخ المفید)	۴۱۳ھ
تلخیص الشافی للشیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ الطوسی	۴۶۰ھ
الامالی " " " "	۴۶۰ھ
احتجاج طبرسی للشیخ ابو منصور احمد بن علی الطبرسی	۵۴۸ھ
شرح نہج البلاغۃ (حدیدی) ابو حامد عبد الحمید بہاء الدین محمد المدائنی ابن ابی الحدید	۶۵۶ھ
جلاء العیون لملا محمد باقر المجلسی	۱۱۱۰/۱۱۱۱ھ
بحار الانوار " " "	۱۱۱۰/۱۱۱۱ھ
ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک وزیر اعظم ناصر الدین قاچار شاہ ایران	۱۲۹۷ھ
تنقیح المقال لعبد اللہ مامقانی	۱۳۰۰ھ
منتہی الامال للشیخ عباس القمی	۱۳۵۹ھ
تتمۃ منتہی الامال " "	۱۳۵۹ھ

مختصر سوانح مؤلف

اسم: (مولانا) محمد نافع عفا اللہ عنہ ولد حضرت مولانا عبدالغفور صاحبؒ

وجہ تسمیہ: حضرت مولانا محمد نافع کے والد گرامی حضرت مولانا عبدالغفور صاحبؒ ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۴ء حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔

ان ایام میں حاجیوں کی سواری کے لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سفر کے لئے اونٹ استعمال ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ نے بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے کے لئے اونٹوں کی سواری اختیار کی اور مدینہ طیبہ کے ''نافع'' نامی ایک شخص سے ایک اونٹ کرایہ پر لیا۔ آپ کو اپنے اس شتربان کا نام بہت پسند آیا۔

مولانا عبدالغفور صاحبؒ جب حج سے واپس تشریف لائے تو قریباً ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۵ء میں آپ کے ہاں فرزند متولد ہوا۔ چنانچہ آپ نے اس کا نام ''نافع'' تجویز کیا اور اسم ''محمد'' تبرکا شامل کر کے ''محمد نافع'' رکھا۔

پیدائش

ایک اندازہ کے مطابق ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۵ء قریہ محمدی شریف ضلع جھنگ (پنجاب)
(یہ تاریخ اندازاً ذکر کی گئی ہے ورنہ صحیح تاریخ پیدائش کہیں تحریراً نہیں پائی گئی)

تعلیم و تربیت

آں موصوف نے اپنے والد گرامی سے ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۳ء میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد ابتدائی دینی کتب کی تعلیم استاذ مولانا اللہ جوایا شاہ صاحب (المتوفی ۱۳۶۲ھ) اور اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکرؒ سے حاصل کی۔

اور پھر اس کے بعد مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد کچہری بازار لائل پور (فیصل آباد)

میں داخل ہوئے جہاں مولانا محمد مسلم صاحب عثمانیؒ اور مولانا حکیم عبدالمجید صاحبؒ سے فصول اکبری علم الصیغہ اور نحو میر صغریٰ و کبریٰ وغیرہ کتب پڑھیں۔

اسی دوران قریہ محمدی شریف ضلع جھنگ میں آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکرؒ نے دارالعلوم جامع محمدی شریف کی بنیاد رکھی۔

سب سے پہلے حضرت مولانا احمد شاہ صاحبؒ بخاری فاضل دیوبند بطور صدر مدرس تشریف لائے۔

چنانچہ مولانا محمد نافع صاحب واپس گھر تشریف لائے اور مقامی دارالعلوم ''جامعہ محمدی شریف'' میں اپنی تعلیم جاری رکھی اور

علم نحو میں ہدایۃ النحو۔ کافیہ الفیہ اور شرح جامی

علم فقہ میں قدوری۔ ہدایہ (اولین) وغیرہ

معقولات میں ایسا غوجی۔ مرقاۃ۔ شرح تہذیب۔ اور قطبی کا کچھ حصہ پڑھا۔

اس دوران جب جامعہ ہذا میں حضرت مولانا قطب الدین صاحب اچھالوی مدظلہ تشریف لائے تو آپ نے ان سے قطبی کا باقی حصہ اور میبذی پڑھیں۔ اور علم فقہ میں شرح وقایہ (اخیرین) اور علم بلاغت میں مختصر معانی وغیرہ کتب پڑھیں۔

مولانا شیر محمد صاحب سے نورالانوار اور شرح وقایہ (اولین) وغیرہ کتب پڑھیں۔

بعدازاں ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء میں جامعہ محمدی شریف میں مولانا غلام احمد صاحب لاہوری کے مشہور شاگرد مولانا احمد بخش صاحب از موضع گدائی (ڈیرہ غازی خان) تشریف لائے تو ان سے آپ نے جلالین۔ شرح نخبۃ الفکر۔ حدایہ (اخیرین) اور دیوان متنبی وغیرہ کتب کی تعلیم حاصل کی۔

مزید حصول علم کے لئے آپ واں بھچراں (ضلع میانوالی) تشریف لے گئے اور قریباً سات ماہ میں حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب سے مشکوٰۃ شریف حمداللہ عبدالغفور (حاشیہ شرح جامی) وغیرہ کتب پڑھیں۔

اس کے بعد ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء میں آپ نے موضع انی ضلع گجرات میں مشہور استاذ مولانا ولی اللہ صاحبؒ گجراتی (المتوفی شوال ۱۳۹۳ھ/ نومبر ۱۹۷۳ء) کا شرف تلمذ حاصل کیا

اور مختلف فنون اصول فقہ میں توضیح تلویح، مسلم الثبوت میر زاہد ملا جلال، میر زاہد رسالہ قطبیہ میر زاہد امور عامہ اور قاضی مبارک اور شرح عقاید نسفی ومطول وغیرہ کتب کی تعلیم حاصل کی۔

اور آخر ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند (بھارت) میں داخلہ لیا اور دورۂ حدیث شریف معروف طریقہ سے مکمل کیا۔ یہ وہ دور تھا جب اس مشہور دارالعلوم میں شیخ الادب و الفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہیؒ، حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ، حضرت مفتی ریاض الدین صاحب اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سینکڑوں طلباء کو علوم دینیہ کا درس دیتے تھے اور مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ جیل فرنگ میں قید تھے۔

مولانا محمد نافع نے مذکورہ بالا حضرات سے دورۂ حدیث پڑھا۔

چنانچہ جب آپ ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند (بھارت) سے فارغ التحصیل ہوئے تو آپ کو سند فراغ ۱۳۰۵۴ سے نوازا گیا۔ یہ سند ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء میں حاصل ہوئی۔

آپ جب واپس وطن ہوئے تو اسی سال ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں اپنے مقامی دارالعلوم جامعہ محمدی میں سلسلہ تدریس شروع کیا۔

قیام پاکستان ۱۹۴۷ء کے بعد تنظیم اہل سنت والجماعت سے تعلق قائم رہا اور رد رافضیت کے خلاف کام کیا۔ پھر اس کے ساتھ تحقیقی اور تصنیفی کام کی طرف متوجہ ہوئے اور تنظیم اہل سنت کے ہفت روزہ جریدہ ''الدعوۃ'' میں تحقیقات نافعہ کے عنوان سے مختلف موضوعات پر مضامین تحریر کئے۔

اسی دوران آپ نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا احمد شاہ صاحبؒ بخاری کے ماہنامہ ''الفاروق'' کے لئے بھی کئی مضامین مختلف موضوعات پر تحریر کئے۔

جب ۱۹۵۳ء/۱۳۷۳ھ میں تحریک ختم نبوت مرزائیت کے خلاف شروع ہوئی تو اس میں بھرپور عملی حصہ لیا اور گرفتاری پیش کی اور تین ماہ پہلے جھنگ میں پھر بورسٹل جیل لاہور میں گزارے۔ وہاں سے رہائی کے بعد اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا احمد شاہ صاحبؒ بخاری کے مشورہ اور ہدایات کے موافق کتاب ''رحماء بینھم'' کے موضوع پر تحقیقی کام کرنے کے لئے مواد فراہم کرنا شروع کیا۔

تالیفات

۱۔ مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین

۱۹۳۵ء/۱۳۷۱ھ میں قادیانیوں کے ایک مشہور مجلہ "الفضل" لاہور نے ایک مستقل نمبر "اجرائے نبوت" پر شائع کیا تو اس کے جواب میں آپ نے "مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین" کے نام سے کتابچہ شائع کیا جس میں مرزائیوں کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا۔

۲۔ حدیثِ ثقلین

مشہور حدیث شریف...... ترکت فیکم الثقلین...... الخ پر بحث کی ہے اور "کتاب اللہ و سنتی" کے الفاظ والی روایت کی اسانید کو جمع کیا ہے اور دونوں روایات پر عمدہ مواد جمع کر کے تحقیق ذکر کی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۶۳ء/۱۳۸۳ھ میں تالیف کی گئی۔

۳۔ رحماء بینھم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً خلفاء اربعہؓ کے باہم ربط و اتفاق کے سلسلہ میں "رحماء بینھم" کے نام سے پہلی کتاب حصہ صدیقی ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ میں تالیف کی گئی۔ دوسری کتاب حصہ فاروقی ۱۹۷۶ء/۱۳۹۶ھ اور تیسری کتاب حصہ عثمانی ۱۹۷۸ء/۱۳۹۸ھ میں تالیف کی گئی۔

اور ان ہر سہ جلد میں خلفاء اربعہؓ کے باہمی تعلقات نسبی کے علاوہ محبت و اخوت کے باہمی روابط کو واضح کیا گیا ہے۔ کتاب "رحماء بینھم" ایک مشہور علمی تحقیقی تالیف ہے۔ اس کتاب سے مؤلف کے کئی ہم عصر جید علماء نے استفادہ کیا۔ مثلاً مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے اپنی کتاب "تکملہ فتح الملہم فی شرح المسلم جلد سوم میں اس کتاب کے اقتباسات نقل کئے ہیں اور حوالہ جات دیئے ہیں جس سے اس تالیف کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ مسئلہ اقرباپروری

یہ کتاب ۱۹۸۰ء/۱۴۰۰ھ میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر معاندین کے اقربانوازی کے طعن کے جواب میں تالیف کی گئی۔

یہ کتاب رحماء بینھم حصہ عثمانی کا ایک تکملہ ہے۔

۵۔ حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی اہلیہ

یہ کتابچہ ۱۹۸۳ء/۱۴۰۳ھ میں تالیف کیا گیا اور اس میں حضرت ابوسفیانؓ بن حرب اور ان کی اہلیہؓ کے مختصر کوائف کے علاوہ ان کی اسلام میں خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعدازاں دوسرے ایڈیشن میں یزید بن ابی سفیانؓ اور حضرت ام حبیبہؓ کے تذکرہ کا اضافہ کیا گیا۔

۶۔ بنات اربعہؓ

اس تالیف میں کتاب وسنت اور جمہور علماء اہلسنت وشیعہ کی مستند کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کے چار صاحبزادیاں تھیں۔

یہ تالیف ۱۹۸۴ء/۱۴۰۴ھ میں مکمل ہوئی۔ کتاب میں چاروں صاحبزادیوں کے متعلقہ حالات وسوانح کو جمع کردیا گیا ہے۔

۷۔ سیرۃ سیدنا علی المرتضیٰ

اس تالیف میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حسب ونسب کے علاوہ آں جنابؓ کی غلوعقیدت اور تقصیر شان سے بالاتر ہوکر صحیح سوانح حیات لکھنے کی سعی کی گئی ہے اور مختلف شبہات کا ازالہ بھی کردیا گیا ہے۔

یہ تالیف ۱۹۸۸ء/۱۴۰۹ھ میں مکمل ہوئی۔

۸۔ سیرت سیدنا امیر معاویہؓ

صفر ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء میں یہ کتاب دوجلدوں میں تالیف کی گئی ہے۔

ایک جلد میں سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کی سوانح حیات اور اسلام میں ملی خدمات

کا ذکر ہے۔

جبکہ دوسری جلد میں معاندین کی طرف سے آپ پر وارد کردہ تقریباً اکتالیس مطاعن کا مسکت جواب تحریر کیا گیا ہے۔

۹۔ فوائد نافعہ

رجب ۱۴۲۰ھ/ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں یہ کتاب دو جلدوں میں تالیف کی گئی۔

پہلی جلد میں عام طور پر ''دفاع عن الصحابہؓ'' کا مضمون مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ دوسری جلد میں حضرات حسنین شریفینؓ کی سوانح حیات کو مرتب کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ان حضرات کی شہادتوں کو صحیح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رائے گرامی حضرت مولانا عبدالستار تونسوی دامت برکاتھم عالیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العالَمِیْن، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتِمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْد

اس پُرآشوب دور میں جہاں شعائر اسلام کا استخفاف و استحقار اور امور دین سے اعراض و انکار روزمرہ کے مشاغل بن گئے ہوں اور دینِ متین داخلی و خارجی فتنوں سے ہمکنار ہو، آئے دن فتنوں کا ایک سیلاب اُمنڈتا چلا آرہا ہو اور اہلِ باطل کی ریشہ دوانیاں اور کارستانیاں "مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْن" کی صورت نمودار ہورہی ہوں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تحریف و انکار کے نشے میں دنیا میں روز افزوں ہوں اور حب اہل بیت کے نام پر صحابہؓ سے نفرت و بیزاری کا بیج بویا جارہا ہو، حتیٰ کہ اسلام کے نام پر پورا کفر مسلط کیا جارہا ہو۔ ایسی سنگین صورتحال میں معاندین کی یہ روش کتنی دلسوز ہے کہ تربیت یافتگانِ رسول کو ہدف طعن و تشنیع بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے اور خلفائے ثلاثہؓ حضرات صدیق و فاروق و غنی رضی اللہ عنہم کی تکفیر و سب و شتم میں طبع آزمائی کرکے دل کی آگ بجھائی جائے۔ گویا نام نہاد محبان، شجرِ اسلام کی جڑ کاٹنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمان

اس کربناک داستان کا آغاز اس تحریک و تخریب سے ہوا جس کے پرچار کنندگان شیعہ اثناعشری اور روافض کے نام سے مشہور ہیں۔ مگر شیعی نظریات کے اولین موجد عبداللہ بن سبأ یہودی اور اس کے رفقاء تھے۔ جنہوں نے یہودیت کی شہ پر اسلامی فتوحات و ترقی کو روکنے اور امت مسلمہ کی وحدانیت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے خطرناک چالیں چلیں۔ ابنِ سبأ نے سب سے پہلے نظریۂ امامت ایجاد کرکے اس کا خوب پرچار کیا اور پھر ساتھ ہی اصحاب ثلاثہؓ کی تکفیر اور ان پر واشگاف الفاظ میں سب و تبرا کرنے کا آغاز کیا جس کا اقرار شیعہ مجتہدین مثلاً ابوعمرو کشی، مامقانی اور باقر مجلسی جیسے لوگ بھی اپنی کتب معتبرہ میں کرچکے ہیں۔ بلکہ شیعہ

مجتہدین نے لکھا کہ ''فَمِنْ هٰهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشیعة اَصْلَ التَشَیُّعُ وَالْرِفْضَ مَاخُوذٌ مِنَ الیهودیة (فرق الشیعہ، ص ۳۰، رجال کشی ص ۱۰۸، تنقیح المقال ص ۸۷، بحار الانوار ص ۲۸۷ ج ۲۵، تفسیر مرأۃ الانوار ص ۶۲) یعنی یہیں سے وہ لوگ جو شیعہ کے مخالف ہیں یہ کہتے ہیں کہ شیعیت ورافضیت، یہودیت سے ماخوذ ہے''...... نیز مرزا غلام احمد قادیانی دجال بھی اپنی کتاب میں ایک موقعہ پر لکھتا ہے کہ

''میرے استاد ایک بزرگ شیعہ تھے اُن کا مقولہ تھا کہ وبأ کا علاج فقط تولاّ اور تبراّ ہے یعنی آئمہ اہل بیتؓ کی محبت کو پرستش کی حد تک پہنچا دینا اور صحابہؓ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے رہنا، اس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔'' (دافع البلاء ص ۷) اس سے واضح ہوا کہ قادیانیت، شیعیت کی پیداوار ہے۔ جبکہ شیعیت، یہودیت کا چربہ ہے...... ع

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

بہرحال شیعہ مجتہدین کی صراحت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن سبأ نے عقیدۂ امامت کے ذریعے حبِ آلِ رسولؐ کا لبادہ اوڑھ کر نفاق اور تقیہ کے سیاہ دبیز پردے میں شیعیت کی بنیاد رکھی۔ اس اسلام دشمن تحریک میں ظاہراً صحابہؓ کو موردِ طعن بنایا گیا۔ مگر اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ شیعہ امامیہ کو اصالتہً جو کچھ عداوت تھی وہ اسلام، قرآن اور صاحبِ قرآنؐ سے تھی۔ صحابہ کو موردِ طعن محض اس لئے بنایا گیا کہ قرآن حکیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے چشم دید گواہ صحابہؓ ہی ہیں، جب عینی گواہ مجروح ہو جائیں گے تو سارے دین سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اسی لئے امام ابوزرعہؒ نے فرمایا: ''اِذَا رَاَیْتَ الرَّجُلَ یَنْتَقِصُ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ زِنْدِیْقٌ (ابوزرعہ الرزای ص ۱۹۹، ص ۲۳۱) جب تم ایسے شخص کو دیکھو کہ جو صحابہؓ کی تنقیص وتردید کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے'' پس اسی سبب سے ہم سمجھتے ہیں کہ فتنۂ رفض کئی وجوہ کی بناء پر عام کھلے کفر و زندقہ سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔ لیکن عوام الناس حُبِّ اہل بیتؓ کے خوشنما نعرے سے دھوکہ کھا گئے اور اہل تشیع کو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ تصور کرنے لگے۔ یہ غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی کہ شیعوں کی کتب اصلیہ نایاب تھیں اور اُن کے عقائد ونظریات کا کَمَا یَنْبَغِیْ کسی کو علم نہ ہو سکا اور ساتھ ہی شیعیت پر کتمان وتقیہ کی سیاہ چادر تنی رہی، ورنہ شیعہ اثنا عشریہ مذہب نہ صرف بے شمار

ضروریات دین کا منکر و مکذب ہے بلکہ اس کا کلمہ سے لے کر قرآن تک مسلمانوں سے جدا ہے۔ انہیں مسلمان کہنا خود اسلام کی نفی ہے۔ علماء امت ہمیشہ مسلمانوں کو ان کی شقاوت و ضلالت اور کفر و نفاق سے آگاہ کرتے رہے۔ مثلاً علامہ محمد بن ابی بکر العربیؒ، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ وغیرھم۔ آج سے تقریباً پون صدی قبل استاذی المکرم امام اہلسنت حضرت علامہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی نے اثناعشریہ کے کفریہ عقائد مثل تحریف قرآن، عقیدۂ بداء، عقیدۂ امامت، تکفیر صحابہؓ اور قذف عائشہؓ کی بنیاد پر ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا۔ جس پر مشائخ دیوبند شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا و مرشدنا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ، حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ جیسے اساطین علم کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔............ دیکھئے۔

(ماہنامہ بینات ص ۹۳، ص ۹۴، ص ۱۷۰ تا ص ۱۷۵ کراچی۔ خمینی اور اثنا عشرہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ)

احقر بھی شیعہ عقائد کی تفصیل اپنی عربی تالیف ''کشف الواعض فی عقیدۂ الروافض'' میں تحریر کر چکا ہے۔ اہل ذوق مراجعت فرمائیں۔ مگر اس کے علاوہ شیعہ سنی کے مابین نزاعی مسائل پر میں خود ایک جامع کتاب کی ضرورت عرصے سے محسوس کر رہا تھا مگر تبلیغی مصروفیت کے ساتھ فرق باطلہ سے مناظروں کی مشغولیت، تدریسی امور اور دیگر وقتی مشاغل نے اس قابل نہ چھوڑا کہ اس حوالے سے کوئی ضخیم کتاب مرتب کر سکوں مگر اس سلسلے میں عالم شہیر، محقق کبیر حضرت مولانا محمد نافع صاحب ادام اللہ تعالیٰ بقاء بالخیر، نے ہر عنوان سے الگ الگ ایک جامع کتاب تالیف فرمائی ہے۔ بندہ نے ان کی اکثر کتب مثلاً رحماءُ بینھم (مکمل)، حدیث ثقلین، بناتِؓ اربعہ، سیرۃ حضرت علی المرتضیٰؓ، سیرۃ امیر معاویہؓ وغیرہ دیکھیں اور ابھی ان کی نئی تالیف فوائد نافعہ ہر دو جلدوں کو تقریباً اکثر مقامات سے دیکھا ہے۔ ماشاء اللہ موصوف نے اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ بحمداللہ میری دیرینہ آرزو پوری ہوگئی ہے۔ بلا مبالغہ عرض ہے کہ عدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے میں خود ایسی جامع کتب نہ لکھ سکتا۔ مولانا موصوف کی مذکورہ کتب میں درج شدہ دلائل ٹھوس، حوالے صحیح اور

مطابق ہیں۔ ان کی تحقیق انیق سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ریت کے ذرات سے سونا الگ کرنا جانتے ہیں۔ فاضل محقق نے مقامِ صحابہؓ اور مقام اہل بیتؓ کی وضاحت کر کے نہ صرف مسلک حقہ کو واضح کیا ہے بلکہ روافض کے اعتراضات اور شکوک و شبہات کا خواب استیصال کیا ہے۔ مولانا کی تالیفات روافض خود ساختہ نظریات پر ضرب کاری ہیں۔ ردِ مطاعن میں اُن کا اندازِ تحریر عالمانہ، محققانہ مگر مصلحانہ ہے۔ یہ کتب عقل سلیم و فہم مستقیم رکھنے والے حضرات کے لئے باعثِ ہدایت اور اہلِ باطل پر اتمام حجت ہیں...... **لیھلک من ھلک عَنْ بینة و یحییٰ مَنْ حییّ عن بینة** ....

احقر اپنے حلقہ کے علماء کرام و طلباء کو مشورہ دیتا ہے کہ مذکورہ کتب سے ضرور استفادہ کریں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی یہ عظیم کاوش قبول فرمائے اور اسے مسلمانوں کے لئے مثمر و نافع بنائے۔

آمین یا رب العالمین

محمد عبدالستار تونسوی عفا اللہ عنہ
رئیس تنظیم اہل السنۃ پاکستان)
یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

قرآن کریم کا اعجازِ بیان

تالیف

ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی
پروفیسر مطالعاتِ قرآنی۔ دارالحدیث شعبۂ دینیات
جامعہ القیروین مغرب

مترجم

محمد رضی الاسلام ندوی

دارالکتاب
کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور 7235094

مولانا مودودی کی تحریک اسلامی

مع

جماعت اسلامی و اسلامی دستور

پروفیسر محمد سرور سابق اُستاذ جامعہ ملّیہ اسلامیہ دِلّی

سندھ ساگر اکادمی ۰ لاہور
21۔ عزیز مارکیٹ' اردو بازار